بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم
باغبان حقیقی را حمد و ثنا کہ درین زمان بہار آوان کتاب سراپا انتخاب یعنی
گلدستۂ یوسفی
١٣١١ھ
مرتبہ عزیزی خواجہ محمد یوسف صاحب
در مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ مطبوع گردید

نمبر ١٦٣٩

بسم اللہ الرحمن الرحیم

غزل ۱	ردیف الف	درد

مدرسہ یا دیر تھا یا کعبہ یا بتخانہ تھا
ہم سبھی مہمان تھے واں تو ہی صاحب خانہ تھا

وائے نادانی کہ وقت مرگ یہ ثابت ہوا
خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

حیف کہتے ہیں ہوا گلزار تاراج خزاں
آشنا اپنا بھی واں اک سبزۂ بیگانہ تھا

ہو گیا مہماں سرائے کثرت موہوم آہ
وہ دل خالی کہ تیرا خاص خلوت خانہ تھا

غزل ۲	بھول جا خوش رہ عبث وہ سابقے مت یاد کر درد یہ مذکور کیا ہے آشنا تھا یا نہ تھا	درد

قتل عاشق کسی معشوق سے کچھ دور نہ تھا
پر ترے عہد سے آگے تو یہ دستور نہ تھا

رات مجلس میں ترے حسن کے شعلے کے حضور
شمع کے منہ پہ جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا

ذکر میرا ہی وہ کرتا تھا صریحاً لیکن
میں جو پہونچا تو کہا خیر یہ مذکور نہ تھا

وجودیکہ پروبال نہ تھے آدم کے
وان پہ پہونچا کہ فرشتے کا بھی مقدور نہ تھا

محتسب آج تو میخانہ مین تیری ہاتھون
دل نہ تھا کوئی کہ شیشے کی طرح چور نہ تھا

غزل ۳ — دردؔ کے ملنے سے اے یار برا کیون مانا
اسکو کچھ اور سوا دید کے منظور نہ تھا — درد

سینہ و دل حسرتون سے چھا گیا
بس ہجوم یاس جی گھبرا گیا

مجھسے کچھ دیکھا نہ ہمنے جز جفا
پر وہ کیا کچھ ہے کہ جی کو بھا گیا

کھل نہین سکتی ہین اب آنکھین مری
جی مین یہ کسکا تصور آ گیا

پی گئی کتنون کا لہو تیری یاد
غم ترا کتنے کلیجے کھا گیا

غزل ۴ — مٹ گئی تھی اوسکے جی سے تو جھجک
دردؔ کچھ بک بک کے تو چونکا گیا — درد

تجھی کو جو یان جلوہ فرما نہ دیکھا
برابر ہے دنیا کو دیکھا نہ دیکھا

مرا غنچۂ دل ہے وہ دلگرفتہ
کہ جسکو کسی نے کبھی وا نہ دیکھا

یگانہ ہے تو آہ بیگانگی مین
کوئی دوسرا اور ایسا نہ دیکھا

اذیت مصیبت ملامت بلائین
ترے عشق مین ہمنے کیا کیا نہ دیکھا

کیا مجھکو داغون نے سرو چراغان
کبھی تو نے آکر تماشا نہ دیکھا

تغافل نے تیرے یہ کچھ دن دکھائے
ادھر تو نے ہرگز نہ دیکھا نہ دیکھا

حجاب رخ یار تھے آپ ہی ہم
کھلی آنکھ جب کوئی پردہ نہ دیکھا

غزل ۵ — شب و روز اے دردؔ در پی ہون اسکے
کسی نے جسے یان نہ سمجھا نہ دیکھا — نیاز

عشق مین آ عجب مزا دیکھا / خویش و بیگانہ آشنا دیکھا

نکتۂ انیما سے واقف ہو / چہرۂ یار جا بجا دیکھا

بلکہ یہ بولنا تکلف ہے / ہمنے اوسکو سنا ہی یا دیکھا

دیکھتا آپ ہے سنے ہے آپ / نہ کوئی اُسکے ماسوا دیکھا

دید اپنی کی تھی اوسے خواہش / آپ کو ہر طرح بنا دیکھا

صورت گل مین کھلکھلا کے ہنسا / شکل بلبل مین چہچہا دیکھا

شمع ہو کرکے اور پروانہ / آپ کو آپ مین جلا دیکھا

کرکے دعوی کہین انا الحق کا / بر سر دار وہ کھنچا دیکھا

غزل ۶

تھا وہ برتر شما و ما سے نیاز / پھر وہی اب شما و ما دیکھا

نیاز

یار کو ہمنے جا بجا دیکھا / کہین ظاہر کہین چھپا دیکھا

کہین ممکن ہوا کہین واجب / کہین فانی کہین بقا دیکھا

کہین بولا بلے وہ کہہ کے الست / کہین بندہ کہین خدا دیکھا

کہین بیگانہ وش نظر آیا / کہین صورت سے آشنا دیکھا

کہین ہی بادشاہِ تخت نشین / کہین کاسہ لیے گدا دیکھا

کہین عابد بنا کہین زاہد / کہین رندون کا پیشوا دیکھا

کہین رقاص اور کہین مطرب / کہین وہ ساز باجتا دیکھا

کہین وہ در لباس معشوقان / بر سر ناز اور ادا دیکھا

کہین عاشق نیاز کی صورت / سینہ بریان و دل جلا دیکھا

غزل ۔ نیاز

تونے اپنا جلوہ دکھانے کو جو نقاب منہ سے اوٹھا دیا
وہین حیرت وبیخودی نے آ مجھے آئنہ سا دکھا دیا

وہ جو نقش پا کی طرح رہی تھی نمود اپنے وجود کی
سو کشش سے دامن ناز کے اوسے بھی زمین سے مٹا دیا

کہان چین خواب عدم مین تھا نہ تھا زلف یار کا کچھ خیال
سو جگا کے شور ظہور نے مجھے اس بلا مین پھنسا دیا

ذرا چھپ نگاہ رقیب سے پڑی اُس گلی مین تہی میری خاک
تونے ایک جھونکے مین اے صبا اُسے بھی وہان سے اُڑا دیا

رگ و پے مین آگ بھڑک اُٹھی پھوکے ہی پڑا سبھی تن بدن
مجھے ساقیا مئے آتشین کا یہ جام کیا پلا دیا

یہ نہال شعلۂ حسن کا ترا بڑھ کے سر بہ فلک ہوا
مری کاہ ہستی نے مشتعل ہو اسے یہ نشو و نما دیا

جبھی جا کے مکتب عشق مین سبق مقام فنا لیا
جو لکھا پڑھا تھا نیاز نے سو وہ صاف دل سی بھلا دیا

غزل ۔ نیاز

تمھارے دور مین ہمنے ساقی عجب یہ لطف شراب دیکھا
اودھر تو واعظ گرا پڑا ہے ادھر کو زاہد خراب دیکھا

جو ایک جھپکی مین جز سے کل ہوا در ایک قطرہ سے ہوے دریا

تمام عالم مین تو نے ہمدم کوئی بہی مثل حباب دیکھا
وہ مست میخوار ادھر کو آیا مگر یہ لالچ ہی اوسکو لایا
کہ میرے خون کو شراب گلگون دل و جگر کو کباب دیکھا
تمہارے عارض کو نیچ زلفون کے دیکھکر کیا مثال کہیے
براے گفتن مگر یہ کہیے کہ مہر زیر سحاب دیکھا
چمن مین نرگس کہین ہے بیمار اوسکی آنکھون کو دیکھ کرکے
کہین ہے زلفون کے غم مین سنبل نے ہاے کیا پیچ و تاب دیکھا
نہین ہے دھوکا کچھ اسمین اے دل کہ ہے یہ دھوکا طلسم عالم
جو کچھ سنا تھا سو ہے فسانہ جو کچھ کہ دیکھا سو خواب دیکھا
نیاز ایسا ولی برحق کہ پیر و مرشد ہے اولیا کا
تبا تو امت مین اس نبی کی کوئی ہے بن بوتراب دیکھا

غزل ۹ موم‍ن

لگی خدنگ جب اُس نالۂ سحر کا سا
فلک کا حال نہو کیا مرے جگر کا سا
بچاؤنگا کبہی جنت مین مین بچاؤنگا
اگر نہو ویگا نقشہ تمہارے گھر کا سا
یہ جوش یاس تو دیکھو کہ اپنی قتل کی وقت
دعاے وصل نہ کی وقت تہا اثر کا سا
خبر نہین کہ اوسے کیا ہوا پر اس در پر
نشان پا نظر آتا ہے نامہ بر کا سا

دل ایسے شوخ کو مومن نے دیدیا کہ وہ ہے
محب حسین کا اور دل میں رکھے شمر کا سا

غزل ۱۰ مومن

مصرع اول	مصرع ثانی
دیدۂ حیران نے تماشا کیا	دیر تلک وہ مجھے دیکھا کیا
آنکھہ نہ لگنے سے سب احباب نے	آنکھہ کے لگ جانیکا چرچا کیا
مر گئے اسکے لب جان بخش پر	ہمنے علاج آپ ہی اپنا کیا
بجھہ گئی اک آہ مین شمع حیات	مجھکو دم سرد نے ٹھنڈا کیا
پان مین یہ رنگ کہان آپکے	آپ میرے خون کا دعوی کیا

غزل ۱۱	دشمن مومن ہی رہے بت سدا مجھسے میرے نام نے یہ کیا کیا	مومن

مصرع اول	مصرع ثانی
کسیکا ہوا آج کل تھا کسیکا	نہ ہی تو کسیکا نہ ہوگا کسیکا
کیا تمنے قتل جہان اک نظر مین	کسی نے نہ دیکھا تماشا کسیکا
نہ میری سُنی وہ نہ مین ناصحونکی	نہین ماننا کوئی کہنا کسیکا
مجھے مار ڈالا ہے انکار نے پھر	یہ کہنا کہ کیا مجھپہ دعوی کسیکا
جو پھر جائے اُس بیوفا سے تو جانون	کہ دل پر نہین زور چلتا کسیکا

غزل ۱۲	دم الحذر اور عشق بتان سے تجھے ڈر ہی اے مومن ایسا کسیکا	مومن

مصرع اول	مصرع ثانی
وعدۂ وصلت سے دل ہو شاد کیا	تمسے دشمن کی مبارکباد کیا
کچھہ قفس مین ان دنون لگتا ہے جی	آشیان اپنا ہوا برباد کیا
نالۂ پیہم سے یان فرصت نہین	حضرت ناصح کرین ارشاد کیا
ہین اسیر اسکے جو ہے اپنا اسیر	ہم نہ سمجھے صید کیا صیاد کیا
شغل بازاری تھی شیرین کی مگر	ورنہ فرق خسرو و فرہاد کیا

نشۂ الفت سے بھولے یار کو — سچ ہے ایسی بیخودی مین یاد کیا

نالہ اک دم مین اڑا دے اے دھوین — چرخ کیا اور چرخ کی بنیاد کیا

جب مجھے رنج دل آزاری نہو — بیوفا پھر حاصل بیداد کیا

پاؤن تک پہونچی وہ زلف خم بخم — سرو کو اب باندھیے آزاد کیا

گر بہاے خون عاشق ہے وصال — انتظام زحمت جلاد کیا

غزل ۱۲ — بتکدہ جنت ہے چلیے بے ہراس — لب پہ مومن ہرچہ بادا باد کیا — مومن

مجھکو تیرے عتاب نے مارا — یا مرے اضطراب نے مارا

بزم مے مین بس ایک مین محروم — آپ کے اجتناب نے مارا

لیکے دل بھی کچھ نہین جاتی — زلف کے پیچ و تاب نے مارا

خون کیونکر مرا الکھے کہ مجھے — اک سراپا حجاب نے مارا

یاد ایام وصل یار افسوس — دہر کے انقلاب نے مارا

لب میگون پہ جان دیتے ہین — ہمین شوق شراب نے مارا

تشنہ کامی وصال کی مت پوچھ — شوق تیغ خوش آب نے مارا

کس پہ مرتے ہو آپ پوچھتے ہین — مجھے فکر جواب نے مارا

یون کبھی نوجوان نہ مرتا مین — تیرے عہد شباب نے مارا

غزل ۱۳ — مومن از بس ہین بے شمار گناہ — غم روز حساب نے مارا — ذوق

لکھیے اسے خط مین کہ ستم اٹھ نہین سکتا — پر ضعف سے ہاتھون مین قلم اٹھ نہین سکتا

چھپا رہا صورت تصویر نہالی
کیا اٹھے سر بستر غم اٹھ نہین سکتا

آتی ہے صدا سے جرس ناقۂ لیلے
صد حیف کہ مجنون کا قدم اٹھ نہین سکتا

ہوتا ہون تری تیغ کا شرمندۂ احسان
سر میرا تری سر کی قسم اٹھ نہین سکتا

پردہ در کعبہ سے اٹھانا تو ہی آسان
پر پردۂ رخسار صنم اٹھ نہین سکتا

غزل ۱۵	دنیا کا زر و مال کیا جمع تو کیا ذوق کچھ فائدہ بے دست کرم اٹھ نہین سکتا	ذوق

اسے ہمنے بہت ڈھونڈھا نہ پایا
اگر پایا تو کھوج اپنا نہ پایا

جس انسان کو سگ دنیا نہ پایا
فرشتہ اسکا ہمپایا نہ پایا

لحد مین بھی ترے مضطر نے آرام
خدا جانے کہ پایا یا نہ پایا

رہا ہیٹر با مثال نیش کژدم
کبھی کج فہم کو سیدھا نہ پایا

تہ خنجر ترے بسمل نے ہم ہر
ذرا قابو تڑپنے کا نہ پایا

احاطے سے فلک کے ہم تو کب کے
نکل جاتے مگر رستا نہ پایا

جہان دیکھا کسیکے ساتھ دیکھا
کبھی ہمنے تجھے تنہا نہ پایا

نہ مارا تونے پورا ہاتھ قاتل
ستم مین بھی تجھے پورا نہ پایا

غزل ۱۶	نظیر اسکا کہان عالم مین اے ذوق کہین ایسا نہ پائیگا نہ پایا	ذوق

مذکور تری بزم مین کسکا نہین آتا
پر ذکر ہمارا نہین آتا نہین آتا

کیا جانے اسے وہم ہے کیا میری طرف سے
جو خواب مین بھی رات کو تنہا نہین آتا

ہم رونے پہ آجائین تو دریا ہی بہا دین
شبنم کی طرح سے ہمین رونا نہین آتا

آتا ہے تو آجا کہ کوئی دم کی ہے فرصت
پھر دیکھیے آتا بھی ہے دم یا نہیں آتا

ساتھ انکے ہیں ہم سایہ کے مانند و لیکن
اسپر بھی جدا ہیں کہ لپٹنا نہیں آتا

دل مانگنا مفت اور یہ پھر اسپہ تقاضا
کچھ قرض تو بندے پہ تمھارا نہیں آتا

قسمت ہی سے ناچار ہوں اے ذوق وگرنہ
سب فن میں ہوں میں طاق مجھے کیا نہیں آتا

غزل ۱۷

نسیم

منظور ہے ناپنا کمر کا
پیمانہ بنائیے نظر کا

تھا شام سے دغدغہ سحر کا
دھڑکا ہی لگا رہا گجر کا

سینے میں سے کچھ آئی آواز
پھوٹا کوئی آبلہ جگر کا

آنسو پونچھیں گے کبتک احباب
ٹپکا نہ رکے گا چشم تر کا

دل ہی تو ہے کیا عجب بہل جائے
کچھ ذکر کرو ادھر ادھر کا

کیوں زلف دراز کھوتے ہو
کیا خوف تمھیں نہیں کمر کا

تنہا نہیں گوشۂ قفس بھی
جھگڑا ہے ساتھ بال و پر کا

محتاج کفن نہیں ہے بلبل
پردہ کافی ہے بال و پر کا

رہتے نہیں ایکدم کسی جا
بتلائیں نشان خاک گھر کا

کیا کیا ہمنے نہ خاک اڑائی
پایا نہ غبار تیرے در کا

ہو آپکے کان تک رسائی
اللہ یہ مرتبہ گہر کا

اے دل کنج مزار دیکھا
پہلا یہ مقام ہے سفر کا

یاقوت کہاں مرے دہن میں
ٹکڑا ہوگا کوئی جگر کا

رخصت رخصت جو کہہ رہے ہو
ایجان خیال ہے کدھر کا

جبتک ہی کچھ حیات باقی
دوڑے لینے قدم اجل کے
ٹھہرو لاشہ اٹھے تو جانا

رستہ دیکھینگے نامہ بر کا
دھوکا ہوا یار کی خبر کا
جھگڑا ہے اور دوپہر کا

غزل ۱۸

کیون آئی نسیم نیند ہمکو
سر رکھکے زمین پہ یار سر کا

نسیم

مرگ اغیار لب پہ لا نہ سکا
وہ قسم ہون جو یار کہا نہ سکا

اسقدر ضعف تھا کہ تیرا ناز
تہی تمنا مگر اوٹھا نہ سکا

مرکے ٹھنڈا کہین نہو جائے
اس لیے وہ مجھے جلا نہ سکا

تجل دیکھو تو میری تربت پر
ایک آنسو بھی وہ گرا نہ سکا

حسن تیرا وہ ماہ تابان تہا
ابر گیسو جسے چھپا نہ سکا

تھا جو اشک عزیز خاطر مین
دیدۂ تر مجھے بہا نہ سکا

نہ ملا کوئی وقت تنہائی
حال دل یار کو سنا نہ سکا

نہ منا لڑکے وہ سبت چاہا
ایسے بگڑے کہ پھر بنا نہ سکا

خوف تھا غش اونہین نہ آجائے
مین شگاف جگر دکھا نہ سکا

کینہ شوق رقیب تھا ای دوست
کہ طبیعت سے تیری جا نہ سکا

جا نتا تھا پڑے رہین گے وہین
اس لیے یار گھر بتا نہ سکا

کیا ندامت ہوئی ہے قاتل سے
نازِ خنجر گلو اوٹھا نہ سکا

غزل ۱۹

ناتوان تھا نسیم اس درجہ
کہ وہ زنجیر پا ہلا نہ سکا

نسیم

زمانے میں کوئی ایسا نہوگا — جو تیرے حسن پر شیدا نہوگا
ازل سے ہی یہی عصمت مآبی — کسی نے آپکو دیکھا نہوگا
اُٹھاتا ہے ندامت کسلیے تو — یہ نوزدای چارہ گر اچھا نہوگا
ہزاروں مر گئے لیکن نہ دیکھا — کوئی تم سا بھی بے پروا نہوگا
کہے دیتی ہیں یہ بھی نگاہیں — کہ بالائے زمیں کیا کیا نہوگا
وہ جس رستے سے نکلیں دیکھ لینا — کہ اُس رستے میں پھر رستا نہوگا
اگر خادم کوئی جنت میں پہونچا — وہاں کیا اُنکا چرچا نہوگا
بنا کر حضرت واعظ کو نافہم — نہ سمجھیں کہ کچھ سمجھا نہوگا
نئی ذہنی ہے یہ تو بندہ پرور — نہ دو گے دل تو پھر اچھا نہوگا

نسیم	نسیم اب اُنکی باتوں پر نہ جاؤ بھلا کل وعدہ فردا نہوگا	غزل ۳۰

کسی صورت سے دل کو شاد کرنا — ہمیں دشمن سمجھکر یاد کرنا
دعائیں دینگے چھٹکر قیدی زلف — جہاں تک ہو سکے آزاد کرنا
کہینگے وہ آفریں ایسا پڑے ہاتھ — نہ مجھپر رحم او جلاد کرنا
مسیحائی دکھانا بعد مردن — جو دل چاہے تو کچھ ارشاد کرنا
اُڑا دو خاک میری ٹھوکروں سے — اگر منظور ہے برباد کرنا
ادب سیکھے نہیں ہوں نوگرفتار — بتا کر قاعدے بیداد کرنا
مزا تھا لبسی کی گالیوں میں — اسی ہوے سبق کو یاد کرنا
بہت مشکل ہے ان سنگیں دلوں سے — خیال خاطر ناشاد کرنا

ہوئی جھوٹی قسم کھائی جو منظور
خوشا قسمت میں انکو یاد آیا

مگر واعظ بھی کوئی درد دل ہے
کہ بیٹھا آپ اور مجھکو اٹھایا

نسیم اعدا سے شکوہ کیا لیس از مرگ
ہمین یارون نے مٹی مین ملایا

نسیم

غزل ۲۳

شکایت سے غرض کیا مدعا کیا
نہین تو دوست دشمن کا گلا کیا

نہ آیا نامہ بر گھبرا رہا ہون
نہین معلوم کیا گذری ہوا کیا

بہت اچھی نہایت خوب گذری
بھلا آفت زدونکا پوچھنا کیا

نہ دو مجھکو مبارک باد بے سود
مری تقدیر والون کا بھلا کیا

یہ کیون چتون پھری کیون آنکھ بدلی
بھلا مین نے قصور ایسا کیا کیا

امید اوس سے غلط سمجھا یہ دل
ستمگر سے تمنائے وفا کیا

یہ کبتک پارسائی عاشقون سے
محبت ہے تو پھر ہمسے حیا کیا

جگر پانی ہے صدمون سے لہو دل
مرے سینہ مین اوظالم رہا کیا

نہین ممکن کہ تجھکو رحم آئے
وہ مین کیا اور میری التجا کیا

کہان ہے درد دل مین جو کہو ہا
مزا دیگا ہمارا ماجرا کیا

کرے دیکھا کہ بھولا آپکو بھی
تعجب ہے یہ مجھکو ہو گیا کیا

نسیم آؤ ذرا تم بھی سنو تو
یہ چپکا پھر رہا ہے جا بجا کیا

غزل ۲۴

غالب

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصال یار ہوتا
اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا

کوئی میرے دل سے پوچھے ترے تیر نیم کش کو
یہ خلش کہان سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا

ہوئے مر کے ہم جو رسوا ہوئے کیون نہ غرقِ دریا
نہ کبھی جنازہ اٹھتا نہ کہین مزار ہوتا

اوسے کون دیکھ سکتا کہ یگانہ ہے وہ یکتا
جو دوئی کی بو بھی ہوتی تو کہین دو چار ہوتا

ترے وعدے پر جیے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا
کہ خوشی سے مر نجاتے اگر اعتبار ہوتا

تری نازکی سے جانا کہ بندھا تھا عہد بودا
کبھی تو نہ توڑ سکتا اگر استوار ہوتا

یہ کہان کی دوستی ہے کہ بنے ہین دوست ناصح
کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غمگسار ہوتا

رگِ سنگ سے ٹپکتا وہ لہو کہ پھر نہ تھمتا
جسے غم سمجھ رہے ہو یہ اگر شرار ہوتا

کہون کس سے مین کہ کیا ہے شبِ غم بری بلا ہے
مجھے کیا برا تھا مرنا اگر ایک بار ہوتا

غزل ۲۵	یہ مسائلِ تصوف یہ ترا بیان غالب تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا	غالب

ہوس کو ہے نشاطِ کار کیا کیا
نہو مرنا تو جینے کا مزا کیا

تجاہل پیشگی سے مدعا کیا
کہان تک اے سراپا ناز کیا کیا

سن اے غارتگرِ جنسِ وفا سن
شکستِ قیمتِ دل کی صدا کیا

دماغِ عطرِ پیراہن نہین ہے
غمِ آوارگیہائے صبا کیا

غزل ۲۶	بلائے جان ہے غالب اوسکی ہر بات عبارت کیا اشارت کیا ادا کیا	غالب

درد منت کشِ دوا نہ ہوا
مین نہ اچھا ہوا برا نہوا

جمع کرتے ہو کیون رقیبون کو
اک تماشا ہوا گلا نہوا

ہم کہان قسمت آزمانے جائین
تو ہی جب خنجر آزما نہوا

کتنے شیرین ہین تیرے لب کہ رقیب
گالیان کہا کے بیمزا نہوا

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی — حق تو یوں ہے کہ حق ادا نہ ہوا

زخم گر دب گیا لہو نہ تھما — کام گر رک گیا روا نہ ہوا

رہزنی ہے کہ دلستانی ہے — لیکے دل دلستان روانہ ہوا

غزل ۲۷ — کچھ تو پڑھیے کہ لوگ کہتے ہیں — آج غالب غزل سرا نہ ہوا — ظفر

تو عیادت کو گر نہ جائے گا — تیرا بیمار مر نہ جائے گا

سر سے جائیگا کب ترا سودا — جب تلک میرا سر نہ جائے گا

قاصدِ اشک کے سوا میرے — کوئی واں نامہ بر نہ جائے گا

ساتھ اپنے کوئی بزیرِ زمین — غیر داغِ جگر نہ جائے گا

دے چکے لوگ خون بہا میرا — کیا وہ قاتل مکر نہ جائے گا

شوقِ بوسہ رہا اگر دمِ نزع — دم لبوں پر ٹھہر نہ جائے گا

گرچہ مر جائے گا ترا بیمار — تو نہ جائے گا پر نہ جائے گا

غزل ۲۸ — تو اگر جائے گا تو ساتھ ترے — سایہ ساں کب ظفر نہ جائے گا — ظفر

کیا کہوں دل مائلِ زلفِ دوتا کیونکر ہوا — یہ بھلا چنگا گرفتارِ بلا کیونکر ہوا

جنکو محرابِ عبادت ہو خمِ ابروے یار — انکا کعبے مین کہو سجدہ ادا کیونکر ہوا

اسکو یکتائی کا دعوی تھا جو دیکھا آئینہ — ہو گیا حیران کہ پیدا دوسرا کیونکر ہوا

جو نہ ہونا تھا ہوا ہم پر تمھارے عشق مین — تمنے اتنا بھی نہ پوچھا کیا ہوا کیونکر ہوا

وہ تو ہی نا آشنا مشہور عالم مین ظفر — پر خدا جانے کہ تجھسے آشنا کیونکر ہوا

کیا کہوں تنگی سے میں کیا دیکھا
جلوۂ قدرتِ خدا دیکھا

تو وہ دیکھتا ہے تیری صورت کا
دشمنا اور دوستر دیکھا

یہ جہان ہے عجب تماشہ گاہ
ہر تماشہ یہاں نیا دیکھا

ہمنے راہِ وفا میں غیر از عشق
کوئی اپنا نہ رہنما دیکھا

سامنے اُس نگاہ کے دل کو
چھوٹتا تیر بے خطا دیکھا

خاک دنیا کی سیر کی ہمنے
یہ تو اک لو ہمیں خواب سا دیکھا

کھول کر آنکھ اپنی مثل حباب
کچھ نہ ہمنے بجز فنا دیکھا

غزل ۲۹ — ظفر

عشق ہے کیا بلا کہ اے ظفر
ایک عالم کو مبتلا دیکھا

ناسخ

قدح لیے ہوئے گل مثل بادہ خوار آیا
خزان چمن سے گئی موسم بہار آیا

کسی طریق سے دلمیں اگر غبار آیا
ہوا یقین یہ مجھکو وہ شہسوار آیا

تمام عمر تو نہیں ہوگئی بسر اپنی
شب فراق گئی روز انتظار آیا

خبر کرے کوئی زاہد کو آئے بہر دعا
شکست توبہ کو پھر موسم بہار آیا

لب آ سکے لیتے وقت سیب آنکھیں ہیں بادام
کھلے جو دانت ہنسی میں نظر انار آیا

جو گوش گل نہ سنے باغ میں تو کیا چارا
قفس سے نالۂ بلبل ہزار بار آیا

یہ نازکی کو ہے حیرت کہ باغ میں وہ گل
قریب آتش گل جب گیا بخار آیا

لگا جو تیر ترا سینۂ مشبک میں
میں خوش ہوا کہ مرے دام میں شکار آیا

دکھا کر باغ میں آنکھیں ترچھی ہوتی ابھی
وہ نشہ دیدۂ نرگس سے آج اتار آیا

غزل ۳۰	مثال سنگ گران جان نہین ہون اے ناسخ کہ اس جہان مین ہون صورت شرار آیا	ناسخ

ہے تصور مجھے ہر دم تری یکتائی کا	شغل آٹھ پہر ہے یہی تنہائی کا
ہجر مین گردش بیہودہ جو ہے اے ساقی	جام کیا کاسۂ سر ہے کسی سودائی کا
مری آنکھوں نے تجھے دیکھ کے یہ کچھ دیکھا	کہ زبان ہر مژہ پر شکوہ ہے بینائی کا
جام سائل کی طرح ہین مری آنکھین پیدا	جیسے عاشق ہون کسی کافر ہرجائی کا
عشق کامل جو ہوا تنگ کمان جا رکھا	دھجیان بدست کو رہتا نہین سودائی کا
قدم اغیار کا رکھنا ہو گوارا کیونکر	ترے در پر ہے مجھے شغل جبین سائی کا
مجھسے رہتا ہے رمیدہ وہ غزال شہری	صاف سیکھا ہے چلن آہوئے صحرائی کا
ہجر مین چٹکا جو غنچہ ہوئی آواز تفنگ	صحن گلزار ہے میدان صف آرائی کا
جسنے دیکھا تجھے اے یار ہوا دیوانہ	ہے تماشا ترے ہر ایک تماشائی کا

غزل ۳۱	سبز رنگوں کی یہ ہے خاک مقرر ناسخ سبز رنگ اس لیے آتا ہے نظر کاہی کا	ناسخ

دل سے لونگا مین کام رہبر کا	کیا پتا چاہیے ترے در کا
حال لکھتا ہون دیدۂ تر کا	موج دریا ہے تار مسطر کا
حرف دل داغ لکھا ہی گا جو مین	شبہ ہوگا گلی کبوتر کا
جلد میرا بیاض پھیرا	واسطہ کو دیا پیمبر کا
مرغ دل تب سے آپکا ہے صید	جب کبوتر اڑاتے تھے سر کا
ہے شب ہجر تا ابد نہین صبح	نہ رہا خوف روز محشر کا

جب ہوا گور مین عذاب فشار — دھیان آیا کنار مادر کا
وصل مین تو سرک گیا جسدم — ہیرا ہیر ایک استخوان سر کا

غزل ۳۲ — ناسخ

کیا ہی ناسخ جواب خط کا ذکر
نہ ملا ایک پر کبوتر کا

جلسے شغل خونفشانی ہوگیا — پردۂ چشم ارغوانی ہوگیا
روئے ہم یاد لب جان بخش مین — اشک آب زندگانی ہوگیا
ہجر مین بیرنگ کیفیت ہی بزم — بادۂ گلرنگ پانی ہوگیا
ہم جو باقی تھے سو باقی رہگئے — تھا جو فانی دم مین فانی ہوگیا
سر لگا ہلنے گمان شوریدگی — چل جنون عہد جوانی ہوگیا
ہوگیا قرآن کا پڑھنا غضب — اسکو ورد لن ترانی ہوگیا
حسن مین سبقت ہی یوسف پر اسے — تھا جو اول اب وہ ثانی ہوگیا

غزل ۳۳ — آتش

مثل ساغر خشک ناسخ کا دماغ
بے شراب ارغوانی ہوگیا

آشنا گوش سے اُس گل کے سخن ہی کسکا — کچھ زبان سے کہی کوئی یہ دہن ہی کسکا
پیشتر حشر سے ہوتی ہی قیامت برپا — جو چلن چلتے ہین خوش قد یہ چلن ہی کسکا
دست قدرت نے بنایا ہی تجھے ای محبوب — ایسا ڈھالا ہوا سانچے مین بدن ہی کسکا
کسطرح تمسے نہ مانگین تمہین انصاف کرو — بوسہ لینے کے سزاوار دہن ہی کسکا
شادی مرگ سے پھولا مین سمانیکا نہین — گور کہتے ہین کسے نام کفن ہی کسکا
دہن تنگ ہی موہوم یقین ہی کسکو — کمر یار ہی معدوم یہ ظن ہے کسکا

حسن سے دلکو لگا عشق کا بیمار تو ہو | پھر یہ عناب لب و سیب ذقن ہے کسکا
باغ عالم کا ہر اک گل ہے خدا کی قدرتکا | باغبان کون ہے اسکا یہ چمن ہے کسکا

غزل ۳۴ | یار کو تمسے محبت نہیں تو اے آتش
خط میں القاب یہ پھر مشفق من ہے کسکا | آتش

کوئی عشق میں مجھسے افزون نہ نکلا | کبھی سامنے ہوکے مجنون نہ نکلا
بڑا شور سنتے تھے پہلو میں دلکا | جو چیرا تو اک قطرۂ خون نہ نکلا

غزل ۳۵ | رہا سالہا سال جنگل میں آتش
مرے سامنے بید مجنون نہ نکلا | آتش

ایسی وحشت نہیں دلکو کہ سنبھل جاؤنگا | صورت پیرہن تنگ نکل جاؤنگا
وہ نہیں ہوں میں کہ کھائی ہے جو ٹل جاؤنگا | آج جاتا تھا تو ضد سے تری کل جاؤنگا
شام ہجران کسی صورت سے نہیں ہوتی صبح | منہ چھپا کر میں اندھیرے میں نکل جاؤنگا
شب ہجرانی سیاہی کسے دکھلاتی ہے | کچھ میں لڑکا تو نہیں ہوں کہ دہل جاؤنگا
ضبط بیتابی دل کی نہیں طاقت باقی | کوہ صبر پہ صدا دیتا ہے ٹل جاؤنگا
طالع بد کے اثر سے یہ یقین ہے مجھکو | تیری حسرت ہی میں اے حسن عمل جاؤنگا
شعلہ رویوں کو دکھاؤ نہ مجھے اے آنکھون | موم سے نرم مرا دل ہے پگھل جاؤنگا
چیلے گل کھانے کو ہوتی ہے عنایت مجھکو | گرمیاں ہیں جو یہی آپکی جل جاؤنگا
حال پیری کسے معلوم جوانی میں تھا | کیا سمجھتا تھا میں دو دن میں بدل جاؤنگا
وہی دیوانگی میری ہے بہار آنے دو | دیکھکر لڑکوں کی صورت کو بہل جاؤنگا
کھینچکر تیغ کمر سے کسے دکھلاتے ہو | ناف معشوق نہیں ہوں میں کہ ٹل جاؤنگا

غزل ۳۶	شعر ڈھلتے ہیں مری فکر سے آج اے آتش / مر کے گل گور کے سانچے میں نہیں ڈھل جاؤں گا	خلیل

قاتل نے بعد قتل مرے مسکرا دیا — کیا خوب خون بہا کے مجھے خون بہا دیا

کھنچتے ہو جس سے دور ہمارا قصور ہے — کیوں چاند ہم کو کھینچ کے فلک پر چڑھا دیا

وہ تند بادہ کش ہوں کہ تعظیم کو مری — مینا سے مے نے اٹھ کے سراپا جھکا دیا

جب سے گھر میں وہ گلدستہ بت عکس حسن ہے — ہر در میں آئینہ [illegible] آ دم لگا دیا

غزل ۳۷	جب سے عرض کیا ہے یار کو دریا ہوں میں خلیل / دریا میں آنسوؤں کے عریضہ بہا دیا	خلیل

وہ بت رام جو کہ خفا ہو گیا — الٰہی یہ کیا ماجرا ہو گیا

محرم کا عشرہ میں سمجھا اسے — جو دس روز دلبر جدا ہو گیا

فغاں تک نکلتی نہیں ضعف سے — میں گویا نئے بند ہو گیا

میں وہ ناتواں ہوں کہ مجھ ضعف پیر — الف آہ کا بھی عصا ہو گیا

نہ گھر سے فقیری میں نکلا کبھی — میں نقش نئے بوریا ہو گیا

کمر کی محبت میں ایسا ہوں گم — وہاں بت و لب ہو گیا

غزل ۳۸	تقاضا ہے وہ کہتا ہے مجھ کو خلیل / نہیں آیا مدت سے کیا ہو گیا	خلیل

کوئی کیا ادھر سے ادھر لے گیا — نہ ٹولی بھی ایک تاجور لے گیا

مرے دل کو وہ بے خبر لے گیا — کہاں جا کے ڈھونڈوں کدھر لے گیا

جسے غم ہوا میں ہوا غمگسار — یتیموں کے خاطر گھر لے گیا

نہ طاقت ہے دل میں نہ صبر و قرار　　کوئی لوٹ کر میرا گھر لیگیا
یہانتک حسینوں نے لوٹا مجھے　　کوئی دل تو کوئی جگر لیگیا
سنوں خاک تعقل واعظ کی میں　　یہ اندھا کسی راہ پر لیگیا
ہوا جسکا قاتل اسکو بد نظر　　لگا کر اسے اپنے گھر لیگیا
شب غم میں دل پر قلق جب ہوا　　خیال اسکا آکر خبر لیگیا
جدائی ہوئی جبسے مدعا ہو نہین　　وہ آنکھوں سے نور نظر لیگیا
حسینوں میں ہے وہ حسین سرفراز　　جو نعلین پا عرش پر لیگیا

غزل ۳۹	ہوئی بحث خوبی تو سبقت خلیل قمر سے وہ رشک قمر لیگیا	وزیر

سر مرا کاٹ کے پچھتائیگا　　کسکی پھر جھوٹی قسم کھائیگا
تھام لوں دل کو ذرا ہاتھوں سے　　ابھی پہلو سے نہ اٹھ جائیگا
کیسے یاران عدم کیا گذری　　کچھ لب گور سے فرمائیگا
کم ہی دینے میں بہت فائدہ ہے　　بوسہ اک دیجئے دس پائیگا
مردم چشم سے آئے جو حجاب　　آنکھ کے پردے میں چھپ جائیگا
خط غلامی کا نہیں اے یوسف　　خط جو نکلا ہے نہ شرمائیگا
حضرت کعبہ جو بنجائے عرش　　دل کی وسعت نہ کبھی پائیگا
ہمنے یوسف جو کہا کیوں بگڑے　　مول لیگا کوئی بک جائیگا

غزل ۴۰	ہم بھی آ نکلینگے مسجد میں وزیر خشت خم لیکے جو بنوائیگا	وزیر

خواب میں تجھسے ہمکنار رہا
عین غفلت میں ہوشیار رہا

طوق و زنجیر پہنے طفلی میں
عشق تب بھی سے گلے کا ہار رہا

سبکی نقطون میں ہوگیا میں
خاطر یار ہی پہ بار رہا

ٹھن گئی جب کہ تو نہ آئے گا
موت کا ہمکو انتظار رہا

گل لالہ ہماری مدفن پر
دل کے داغون کا یادگار رہا

ہون وہ گریان کہ میری تربت پر
مدتون ابر اشکبار رہا

سر جھکائے رہا سدا گردون
کیا کیا تھا جو شرمسار رہا

شعلۂ رخسار آئے راتون کو
یون چراغان سبزہ زار رہا

اٹھ گیا یار میرے پہلو سے
درد پہلو مین یادگار رہا

چلے ٹھکرا کے میری تربت کو
خاک سے بھی مری غبار رہا

ناز نے دی نہ رخصت آگے آنے
دو قدم جب مرا مزار رہا

غزل ۱۳	چشم بیگون کا ست تھا جو وزیر ایک مدت تلک خمار رہا	وزیر

شیفتۂ زلف دوتا ہوگیا
خود میں گرفتار بلا ہوگیا

بیٹھے بٹھائے تمھیں کیا ہوگیا
اٹھ کے چلے حشر بپا ہوگیا

ای قد خم گشتہ مرے مرحبا
ایک تھا گننے کو دو تا ہوگیا

فرش الٰہی سے ہے زمین ای جنون
جان سے کہ میں برہنہ پا ہوگیا

خط میں جو مضمون خط سبز تھا
تیر اکبوتر بھی ہرا ہوگیا

چھوتی ہے وہ زلف مرے رو برو
تجھکو جنون باد صبا ہوگیا

ساتھ کسی نے نہ دیا بعد مرگ
ہاتھ جدا پاؤن جدا ہو گیا

وصل ہوا جب تری شمشیر سے
بند سے بند اپنا جدا ہو گیا

بزم مین کس مست کی ہے آرزو
دست سبو دست دعا ہو گیا

لیکے پہونچ کشتے ہم ساقیا
اشکون سے طوفان بپا ہو گیا

عشق ہوا اور فزون وصل مین
کی جو دوا درد سوا ہو گیا

خوب ہوا سنتے جو چھڑکا نمک
زخم کے کھانے کا مزا ہو گیا

نامہ وہ بھیجا نہ کوئی پڑھ سکا
خط مری قسمت کا لکھا ہو گیا

دولت دیدار لٹاتا ہے یار
آج فقیرون کا بھلا ہو گیا

غزل ۴۲	ہاتھ وزیر اسکو لگا یا شمیم مفت مین انگشت نما ہو گیا	شاد

اشک آنکھون مین بھرے ہر دم رہا
آب دیدہ صورت شبنم رہا

نکہت برباد تھا غنچہ کا حسن
مسکراتے ہی نہ وہ عالم رہا

دل وہ غنچا نہ ہے جسمین عمر بھر
آرزوے مردہ کا ماتم رہا

صورت ابرو نہ گردن اٹھ سکے
سر تہ شمشیر قاتل خم رہا

اُجلے کپڑون مین بھی تھے لاکھون نمود
سادگی پر بھی عجب عالم رہا

جس سے رویا مین ذرا منہ ڈھانپکے
لاکھ سکھایا وہ دامن نم رہا

غزل ۴۳	شاد وہ ناشاد ہون مانند سحر غم رہا جب تک کہ دم مین دم رہا	صبا

آیا جو موسم گل تو یہ حساب ہوگا
ہم ہونگے یار ہوگا جام شراب ہوگا

ای زاہد ریائی دیکھی نماز تیری — نیت اگر یہی ہے تو کیا ثواب ہوگا
دہ رند خلق ہوں نہیں گر توبہ کر رہونگا — ہر وہ مراد بالیں دو دوش حباب ہوگا
وہ مست ہوں ادھر تو رکھتے نہیں ہیں ساغر — مغرب سے ہاں نمایاں جب آفتاب ہوگا
ای زاہد رنج تجھے ہوگا گمان نشے کے — رہ رہ کے ترہتوں میں آنسو عذاب ہوگا
ای محتسب تمھارا پایان قدم میں ہونگا — زاہد کا گر تماشہ رہین شراب ہوگا
زلفوں کا عشق کیونکر اُسسے بیان کرونگا — حال دل پریشان گونگے کا خواب ہوگا
لڑکے کی کیا خبر تھی یہ کون جانتا تھا — لیلی کے ساتھ پڑھ کر مجنون خراب ہوگا

غزل ۴۴	ایمان تم صبا کا اُسدن نہ رکھ لینا آنکھوں میں دم لبوں پر یا بو تراب ہوگا	صبا

خود پرستی کا جو سودا ہو گیا — آپ میں اپنا تماشا ہو گیا
جب تجھے اپنی حقیقت کھل گئی — جزو سے کل قطرے سے دریا ہو گیا
طے ہو گیا ایسا طریق عشق میں — خود نہیں معلوم میں کیا ہو گیا
دیدیا دل یار کو مٹی کے مول — مفت اُس یوسف کا سودا ہو گیا
ای صنم تیری نگہ کے تیر سے — شرع میں زاہد کے رخنہ ہو گیا
اپنے یوسف کے میں شوق دید میں — مردم چشم زلیخا ہو گیا
رونق بزم بتان بندہ ہوا — داغ دل شمع کلیسا ہو گیا
دید کے قابل مری حیرت ہوئی — یار بھی محو تماشا ہو گیا
منزلت دل کو جو کعبی کی ملی — سنگ اسود داغ سودا ہو گیا
جان شیرین ہمنے کس سختی سے دی — نیمچہ قاتل کا دونا ہو گیا

روتے روتے چشم نابینا ہوئی
یہ کنواں ٹوٹا تو اندھا ہو گیا

جائے عبرت ہے جہان بے ثبات
دیکھتے ہی دیکھتے کیا ہو گیا

غزل ۴۵ — صبا

ای صبا یہ بھی لکھا تقدیر کا
ہے ادا اُس سے چھلکا ہو گیا

عشق کا غم نہ گیا حسن کا غمزہ نہ گیا
تیرا رونا نہ گیا آپ کا ہنسنا نہ گیا

دھیان تھا ہمکو وہ بھیجینگے سفر سے تحفہ
چار انگل کا بھی تیرا کبھی لکھا نہ گیا

کوے جانان مین رکھی ضعف نے ثابت قدمی
مثل نقش کف پا بیٹھ کے اٹھا نہ گیا

چھوڑ کر مجھکو تڑپتا وہ سدھارا گھر کو
حال میرا مرے بیرحم سے دیکھا نہ گیا

لاغری نے مجھے سایہ جو بنایا تو کیا
چڑھ کے دیوار پہ گھر مین تری اترا نہ گیا

غزل ۴۶ — رمہ

ای صبا گوشۂ زندان مین مکدر مین رہا
خاک اڑاتا طرف دامن صحرا نہ گیا

خون ناحق اک مسلمان کا کیا
کیا غضب و شوخ بے پروا کیا

کیون اجل کیا تجھکو بھی حسرت تھی
اسقدر آنے مین کیون عرصا کیا

تب لٹے ہین ان بتون کے ہمسے ناز
جب کلیجا اپنا پتھر کا کیا

ہے گرہ موے کمر کی ناف یار
فلک نے اپنی یہ عقدہ وا کیا

آگ پیدا کرکے اوس جلاد سے
جان کھوئی ہائے دل نے کیا کیا

مجھکو مجنون کردیا مانند قیس
سحر کچھ او غیرت لیلے کیا

ای شب فرقت نکر مجھپر عذاب
مین نے منھ تیرا نہین کالا کیا

اُسکو بھی سکتا ہوا دیکھ آئینہ
دیر تک حیرت سی منھ دیکھا کیا

غزل ۴۷

تھا مناسب ترک عشق یار رند
آپ نے اُسپ کیا ادعے کیا

رند

رنگ خون اشک بارہا لایا / آج لخت جگر بہا لایا
نہ ملا جبکہ نامہ بر کو جواب / پُرزے خط کے مرے اُٹھا لایا
لے صنم مجھکو پاس کل تھی / یار سے یان تلک تجھے خدا لایا
بحر الفت سے کشتی ساحل تک / ناخدا لایا یا خدا لایا
شوق کنج قفس مین بلبل باغ / گھر سے صیاد کو بلا لایا
دیکے دم آج باتون باتون مین / اپنے گھر تک اُسے لگا لایا
کب ملے آپ مجھسے ہین جو رسا کا / تم جو روٹھے تو مین منا لایا
شکل بت پھر رہی تھی آنکھون مین / بتکدے مین مجھے خدا لایا

غزل ۴۸

حسن بازار دہر مین اسکے رند
کیا مین لینے گیا تھا کیا لایا

رند

خنجر قاتل پہ رکھونگا گلا / جی چھڑا بیٹھونگا مین ہون شہید
ایک دو ساغر کے نشہ کیا / تم سے کم بچتا رہا ہون ساقیا
کشتگان عشق سب گڑوادیے / ای جزاک اللہ قاتل مرحبا
آن پہونچا وعدہ دیدار یار / مژدہ باد ای عاشقان باوفا
صورت آباد جہان کی دیدکو / آن نکلے شوق تھا دیدار کا
بار الفت بھی اٹھا کر دیکھ لون / رہ گیا ہو دل مین دل کا حوصلہ
جنس بازی مین کیا نقصان / سفت کھو بیٹھے یہ لعل بے بہا

مار ڈالا بے ثباتی نے تری — ہستی فانی سے ڈرا ہو کیا ہوا

چشم بد دور آج دیکھا آنکھ سے — شہرہ سنتے تھے جمال یار کا

کھول دی زنجیر مجھ دیوانے کی — اے پری تجھپر بھی شاید جنون کا

صبح پیری کا ہو غافل وقت تنگ — اٹھ نماز فرض ہوتی ہے قضا

نام کیا کیا آپنے رکھے ہیں — بے مروت خود غرض نا آشنا

سینۂ سوزاں کی میرے کچھ نہ پوچھ — بوے داغ آتی ہے شاید دل جلا

سونگھ کر کاکل جو روتا ہوں کبھی — ہنس کے کہتے ہیں تجھے سودا ہوا

غزل ۴۹ — مل چلو تم ہر کس و ناکس سے زہد / کیجیے جو وقت کا ہو مقتضا — اسیر

جوہر کی طرح تیغ سے جب دل لپٹ گیا — میرے نگاہ سے دور کے قاتل لپٹ گیا

اس ترک کی جو ہر دل کا تصور بندھا اگر — کانٹوں سے جا کے آبلہ دل لپٹ گیا

غنچوں کی شکل ہو گئے فصل خزاں میں پھول — کھلتے ہی اشتیاق میں غنچہ دل لپٹ گیا

لیلی تو محملون مین تجھی آئین نظر — دیوانہ تھا جو دیکھ کے محمل لپٹ گیا

غزل ۵۰ — پروانے نکلے وعدہ ذکر عشق مین اسیر / پروانہ شمع سے سر محفل لپٹ گیا — اسیر

سچ ہے کفن نصیب جو بعد فنا ہوا — سرکار عشق سے ہمیں خلعت عطا ہوا

مین جو گیا تو وہ بھی مرے ساتھ مٹ گیا — سایہ سے خوب حق رفاقت ادا ہوا

پچھتا رہے ہیں خون مرا کر کے کیوں حضور — اب اے اسیر خاک ڈالیے جو کچھ ہوا ہوا

چالاکیاں تو دیکھو مجھے قتل کر کے خود — اوروں سے پوچھتے ہیں یہ کیا ماجرا ہوا

آئینہ اسکو کسنے دکھایا غضب کیا — جلاد و حلق الگ تو تھا دوسرا ہوا
قاتل ستم ہے رشتۂ الفت کا توڑنا — یون قتل کرکے کچھ رہے تسمہ لگا ہوا
بوسہ طلب کیا تو یہ کہنے لگا وہ بت — قدرت خدا کی تمکو بھی یہ حوصلا ہوا
یہ ضعف سے سبک ہوں کہ نقش قدم ہوا — ٹھہرا تو ہو زمین پہ لیکن مٹا ہوا

غزل ۵۱ — داغ

حور آگئی نظر کہ پری کوئی دیکھ لی
سودا سا ہے اسیر کو کیا جانے کیا ہوا

لی ترک مے تو مائل پندار ہو گیا — مین توبہ کرکے اور گنہگار ہو گیا
کس کس کی چاہ کیجئے کس کس کی آرزو — اک دل ہزار غم مین گرفتار ہو گیا
[illegible] — گر غیر بھی ہمارا طرفدار ہو گیا
اک حرف آرزو سے وہ مجھسے خفا ہوے — اتنی سی بات کہکے گنہگار ہو گیا
وہ فتنہ جسکا حشر پہ اٹھنا ہے منحصر — ہر بار تیری چال سے بیدار ہو گیا
شکل مین ہوئی شکوہ جو اسکو دیکھیے — جسوقت آنکھ کھل گئی دیدار ہو گیا

غزل ۵۲ — داغ

اے داغ کیا بتائین محبت مین کیا ہوا
بیٹھے بٹھلائے جان کو آزار ہو گیا

جلوہ دیکھا تری رعنائی کا — کیا ٹھکانا ہے تماشائی کا
رہ گیا عرش سے آگے جاکر — ہاے عالم مری تنہائی کا
کیون نہو برق تجلی بیتاب — اڑ گیا رنگ تماشائی کا
یاد آتا ہے وہ رسوا کرکے — رنج کرنا مری رسوائی کا
آئی شوخی مین کہاں سے تمکین — پڑ گیا عکس تمنائی کا

اے لب یار جلا دے دل کو ۔ واسطہ اپنی مسیحائی کا
روز دیدار خدا خیر کرے ۔ معرکہ ہے تری زیبائی کا
اب تصور سے بھی گھبراتا ہون ۔ کیا مزہ ہے مجھے تنہائی کا
منہ سے بولے تو کہا آئینہ ۔ کھیل کھیلے تو خود آرائی کا
ضعف نے دل کو تڑپنے نہ دیا ۔ ہوگیا نام شکیبائی کا
انکی شہرت بھی مٹی جاتی ہے ۔ کیا ٹھکانا مری رسوائی کا

غزل ۵۳ — داغ کی قبر مٹا کر بولے ۔ یہ نشان تھا اسی سودائی کا — قدر

برنگ زلف نہ اب بل کی لو ہوا سو ہو ۔ چھوا ہے گال کہ چوما ہے جو ہوا سو ہوا
وہی حضور رہی مین وہی نظر وہی آنکھ ۔ تم اب سے غیر کو آنے نہ دو ہوا سو ہوا
ہم انفعال مین رو دیتے ہین ہے سحاب کرم ۔ ہمارا نامۂ اعمال دھو ہوا سو ہوا
ہماری قتل کا اے یار سوگ کرنا کیا ۔ خدا کے واسطے مہندی ملو ہوا سو ہوا
نہ پوچھو ہمسے کہ منہ لالے پاس گال کے کیون ۔ منگا کے آئنہ تم دیکھ لو ہوا سو ہوا
شب وصال مین فرقت کا حال سنکے کہا ۔ نصیب جاگے ہین سوتے رہو ہوا سو ہوا

غزل ۵۴ — سنا ہے عشق پریزاد ترک کرتے ہو قدر ۔ یہ کون بات ہے دیوانے ہو ہوا سو ہوا — قدر

تیغ جب کھینچ کے جلاد آیا ۔ مجھکو اسوقت خدا یاد آیا
اللہ اللہ اثر لوح مزار ۔ سر تربت وہ پریزاد آیا
حاکم وقت ہے سوء اتفاق ۔ ہاتھ باندھے ہوئے فصاد آیا

آمد اس گل کی جو گلشن میں ہوئی | در فلک وار کے شمشاد آیا
صدقے اس مہ کے پکار اکسکو | کچھ مجھے ہوتا ہے ارشاد آیا
شیفتہ مین کو لگی ہے ہچکی | پہ کسی مست کو کیا یاد آیا

غزل ۵۵

قدر گھنگھور گھٹا چھائی ہے
موسم نالہ و فریاد آیا

قدر

الشاد ویادہ طبق زمین کا پتہ نہیں جیسے اس نشین کا
برا ہو آہ دل حزین کا کہ تجھکو رکھا نہیں کہین کا
رہیگا قاتل نہ تو کہین کا نشان سے یہ بسمل حزین کا
غبار تو پونچھ لے جبین کا لہو تو دھو ڈال آستین کا
کبھی نہ مر کر بھی کینہ خواہی ملا کے مٹی مین کی تباہی
ہوی طرح سے کہین الٰہی فلک بھی پیوند ہو زمین کا
یہ سرمہ ہے بار اے ستمگر کہ آنکھیں اٹھتی نہیں ہیں اوپر
کمند کے حلقون مین ہے برابر گلا پھنسا ہے غزال چین کا
تڑپ نہ پوچھو دل طپان کی کہون مین تجھسے کہان کہان کی
اسی سے ہے گردش آسمان کی اسی سے ہے زلزلہ زمین کا
چھپائین محشر مین کیا گناہ ہم گواہ اعضا ہین اپنے پیہم
یہ ہاتھ خود اپنے حق مین ہین سم ہر ایک ہے سانپ آستین کا
جہان سر اٹھا رہا ہون جنون مین دھوم مچا رہا ہون
جو دشت مین خاک اڑا رہا ہون دماغ گردون پہ ہے زمین کا

کرم میں بھی کو غضب میں ہمکو کیا جو تمنا رہے ہیں ہمکو
تمہارے دشنام دلب میں ہمکو مزہ ملا زہر و انگبین کا

میں اسکی سنتا نہیں مزہ ہے وہ ناصح کی سنتا نہیں مجھ سے
ادھر بھی ہاں ہاں کا غل مچا ہے جو شور ادھر ہے نہیں نہیں کا

یہ کیسی ضد ہے یہ کیا روٹھا ہی ہمیں بھی اک پال ہاتھ آئی
کرینگے اب تمسے ہاتھا پائی جواب کیا اس ہنسی نہیں کا

میان محشر بلاتوں سے میں شمع ہوں دل کی تا ملتوں سے
کہ پاؤں تک سو تجا لتوں سے عرق بہا ہے مری جبین کا

غزل ۵۶	سخن کو قدر اونچا دے زبان سے کہ تخم افشان ہو لا مکان سے کیا ہے ناسخ نے آسمان سے بلند تر رتبہ اس زمین کا	کیفیت

اللہ رے شوق دل کو اس بت کی جستجو کا
کعبہ بھی دیکھ آئے تھا اک مقام ہو کا

اللہ ہے نگہبان اعلیٰ کی آبرو کا
منہ پر پڑا اسی کے جسنے فلک پہ تھوکا

گوش صنم سے اسکو دعوے ہمسری تھا
ابر کرم نے آکر منہ میں صدف کے تھوکا

رنگینیِ سخن سے کہتے ہیں شک اسکو
جب ہمنے لعل اسکے حاسد نے خون تھوکا

باغ جہاں میں کم تھا اتنا لباس خوبی
پائی قبا جو گل نے تو سرو نے شلوکا

سو بھی کمر پڑی ہے زلف سیاہ اونکی
ہے شوق شپری کو عنقا کی جستجو کا

صیاد سے زیادہ بیدرد کون ہوگا
کاٹا گلا چھری سے مرغان خوش گلو کا

مسجد سے فصل گل میں ہم اسطرح سے نکلے
توبہ سے پہلے توڑا جو ظرف تھا وضو کا

آئینہ میرے دل کا تیر نگہ نے توڑا
جھگڑا ہے یہ تمہاری آنکھوں کی روبرو کا

خنجر سے ابروؤن کے گر ذبح وہ کرینگے
چھلکے گی رخ سے گا دریا مرے لہو کا

دولت سے منعمون کی رکھا نہ ہمنے مطلب
پیسوا ہمارے جب پاس آئی تھو کا

شہباز چشم انکا یون کھا گیا کلیجا
ہو شیر جسطرح سے دو چار ونکا بھوکا

دو نعمتین و سے یارب دونو جہانمین مجھکو
دیدار کا ہون بھوکا پیاسا ہون آبرو کا

تفسیر لن ترانی واعظ نکر بیان تو
چرچا نہین ہے لازم آپس کی گفتگو کا

غزل ۵۷ — کیف

ای کیف ایک چھوٹی سیراب ہو نہ جس سے
رخسار سے نہ کیونکر اترتی سی آبرو کا

جھگڑتا ہی لب جو باغ مین میخوارون کا
آتے فردوس مین میلا ہے گنہگارون کا

دیکھکر نبض مری حضرت عیسیٰ بولے
کچھ مداوا ہے نہین عشق کے بیمارون کا

کشتۂ سوز محبت ہون گلون کے بدلے
ڈھیر لازم ہے مری قبر پہ انگارون کا

کیا قیامت ہے جو ہو صبح رہائی کی خبر
شب کو چورہی ہو قفس ہمسے گرفتارون کا

نالہ و آہ سے فرصت نہین ہمکو ایدل
عشق کہتے ہین جسے کار ہے بیکارون کا

کیا تعجب ہے جو بتخانہ مین جاؤن اس سے
برہمن دیتے ہین دھاگا مجھے زنارون کا

درد الفت سے جو آگاہ ہوئے ہین عیسیٰ
مانگتے پھرتے ہین صدقہ ترے بیمارون کا

نکہت گل کی طرح ست تو ہوئے کوئی
پھاندنا سہل نہین باغ کی دیوارون کا

کشتیے نوح نظر آئین جہنم سا نون
ایک آنسو جو گرے تیرے گنہگارون کا

غزل ۵۸ — تسلیم

چرخ سے تیر شہاب آتے نہین ہین ای کیف
مینہ برستا ہی شب ہجر مین انگارون کا

عمر بھر صورت تصویر مین گویا نہوا
کیا خموشی نے کہا ہاے جو افشا نہوا

چین آیا دل بیتاب کو کیونکر پس مرگ
دوش احباب پہ کس طرح جنازہ ٹھہرا

اسقدر دل مین بتون کا بھی تصور ہی بڑا
گھر نہ اللہ کا ٹھہرا کوئی ڈیرا ٹھہرا

حشر کے روز بنا خون کا اپنے محضر
خط باطل نہ سیندور کا قشقا ٹھہرا

دیر لانے مین جو کی یار نے تشویش ہے یہ
راہ مین اور کہین کیا مرا نالا ٹھہرا

فرق کیا صور سرافیل مین اور نالون مین
کیون نہ دھوکا ہو کہ جب یکہی بجا ٹھہرا

رخت ہستی کو کہین چھوڑ نہ ای روح رواں
گھر سے یہ بھی کوئی بھگدر کا نکلنا ٹھہرا

بحر الفت مین دلا سعی سے کیون غافل ہے
ڈوبتا ہی کہین تنکے کا سہارا ٹھہرا

ایک دن ہو تو بسر کرے کوئی مر مٹ کر
شب فرقت ہوئی روز کا جھگڑا ٹھہرا

مجھکو یوسف جو نہین ملتی ہے یا ان کی جا
گوشہ قبر ہی مین کاش ٹھکانا ٹھہرا

غزل ۶۲ عالم

دل لگا کر بہت خراب ہوا
کہ جگر غم سے آب آب ہوا

غم سے فرصت نہ ایک آن ہوئی
مفت ضائع مرا شباب ہوا

دوست بھی ہو گئے عدو افسوس
کیا زمانے کا انقلاب ہوا

میرے رونے پہ ہنس کے وہ بولے
عشق کیا جان کا عذاب ہوا

گریۂ عشق سے بنائی نجات
جلتے جلتے جگر کباب ہوا

شکر صد شکر بعد مدت کے
آج وہ یار بے حجاب ہوا

ہجر مین اسکے ایسا ہی تھا عالم
خواب آنکھون مین اپنے خواب ہوا

خنجر سے ابرووں کے گر ذبح وہ کرینگے	تھیلے کے رخ بہے گا دریا مرے لہو کا
دولت سے منعمون کی رکھنا نہین ہے مطلب	یہ تیسوا ہمارے جب پاس آئی تھو کا
شہباز چشم انکا یون کھا گیا کلیجا	ہو شیر جسطرح سے دو چار دنکا بھوکا
دو نعمتین سے یارب دو نو جہا مین مجھکو	دیدار کا ہون بھوکا پیاسا ہون آبرو کا
تفسیر لن ترانی واعظ نکر بیان تو	چرچا نہین ہے لازم آپس کی گفتگو کا

غزل ۵۷	ای کیف ایک چھوٹی سیراب ہو نہ جس سے رونا رہے نہ کیونکر اتنی سی آبرو کا	کیف

چمکتا ہے لب جو باغ مین میخوارون کا	آتی فردوس مین میلا ہے گنہگارون کا
دیکھکر نبض مری حضرت عیسے بولے	کچھ مداوا ہے نہین عشق کے بیمارون کا
کشتۂ سوز محبت ہون گلون کے بدلے	ڈھیر لازم ہے مری قبر پہ انگارون کا
کیا قیامت ہے جو ہو صبح رہائی کی خبر	شب کو چھوڑی ہو قفس ہمسے گرفتارون کا
نالہ و آہ سے فرصت نہین ہمکو ایدل	عشق کہتے ہین جسے کار ہے بیکارون کا
کیا تعجب ہے جو بیخفس جہاد نہین اسکے پڑا	برہمن کہتے ہین دھاگا مجھے زنارون کا
درد الفت سے جو آگاہ ہو کہتین ہے	مانگتے پھرتے ہین صدقہ ترے بیمارون کا
نکہت گل کی طرح مست تو ہو وے کوئی	پھاندنا سہل نہین باغ کی دیوارون کا
کتنے نوح نظر آئین جہنم ساونن	ایک آنسو جو گرے تیرے گنہگارون کا

غزل ۵۸	چرخ سے تیر شہاب آتے نہین ہین ای کیف مینہ برستا ہے شب ہجر مین انگارون کا	تسلیم

عمر بھر صورت تصویر مین گویا نہوا	کیا خموشی نے کہا ہاے جو افشا نہوا

چین آیا دلِ بیتاب کو کیونکر پس مرگ
وحشتِ احباب یہ کس طرح جنازا ٹھہرا

اسقدر دل میں بتون کا بھی تصور ہے بھرا
گھر نہ اللہ کا ٹھہرا تو ہی ڈیرا ٹھہرا

حشر کے روز بنا خون کا اپنے محضر
خطِ باطل نہ سپیدور کا قصہ ٹھہرا

دیر آنے میں جو کی یار نے تشویش یہ ہے
راہ میں اور کہیں کیا مرا نالا ٹھہرا

فرق کیا صورِ سرافیل میں اور نالون میں
کیون نہ دھوکا ہو کہ جب یک ہی لہجا ٹھہرا

رختِ ہستی کو نہیں چھوڑ نہ اے روحِ روان
گھر سے یہ بھی کوئی جھگڑے کا نکلنا ٹھہرا

بحرِ الفت میں وہ لاسعی سے کیون غافل ہے
ڈوبتا ہی کہیں تنکے کا سہارا ٹھہرا

ایک دن ہو تو بسر کرلے کوئی مر مٹکر
شبِ فرقت نہوئی روز کا جھگڑا ٹھہرا

تجھکو یوسف جو نہیں ملتی ہے یاں اُن کی جا
گوشۂ قبر ہی میں کاش ٹھکانا ٹھہرا

غزل ۶۲ عالم

دل لگا کر بہت خراب ہوا
کہ جگر غم سے آب آب ہوا

غم سے فرصت نہ ایک آن ملی
مفت ضائع مرا شباب ہوا

دوست بھی ہوگئے عدو افسوس
کیا زمانے کا انقلاب ہوا

ہم سے رخنے پڑے [illegible] دیکھو
عشق کیا جان کا عذاب ہوا

گر ہے عشق سے نہائی تجھکو
جلتے جلتے جگر کباب ہوا

شکر صد شکر بعد مدت کے
آج وہ یار بے حجاب ہوا

ہجر میں آسکے ابتدائی عالم
خواب آنکھون میں اپنے خواب ہوا

غزل ۶۷ ناسخ

ساقیا دے مجھے شتاب شراب
کب سے کرتا ہوں میں شتاب شراب

ہے مرا جام زندگی لبریز
ساتھ ہو جیسے حباب شراب

ہے مزا مستی اور ہشیاری
کہ ہے لطف وقت خواب شراب

داغ دل میں نمک چھڑک اپر
کر ذرا اے محتسب خراب شراب

نہیں ساقی تو کیا کروں ناسخ
نہر مطرب چمن سحاب شراب

غزل ۶۸ آتش

صورت بسمل ہے خو شمر ستم ایجاد ہیں سب
خانہ بربادی احباب کی بنیاد ہیں سب

قطع ہو جائے اگر سلسلۂ عمر و ثنا
پھر گرفتار نہیں ہے کوئی آزاد ہیں سب

شوق ہے دل میں تو آنکھوں میں لگی اور اسکا
منزلیں جادۂ محبوب کی آباد ہیں سب

عاشق خستہ تری ہجر سے تنگ آئے ہیں
المدد کی ہے صدا سائل امداد ہیں سب

اُنکے لگتے سینوں نے جو زلفیں دیکھیں
دام میں اپنے اسیر پہ صیاد ہیں سب

صورت تیغ کشتوں کی اپنے نہیں بھولا قاتل
خواب دیکھے ہی ہیں جو یوسف نے فریاد ہیں سب

قامت یار ہی ثانی قیامت آتش
فتنہ پردازیاں اس چشم کی ایجاد ہیں سب

غزل ۶۹ خلیل

کیا تری بات کا دوں یار جواب
دی گئی طاقت گفتار جواب

بولتا ہے نہیں وہ بت ورنہ
دیتے ہیں بات کا کسا جواب

بوسہ مانگوں تو یہ کہتا ہے وہ ترک
سخن ترک کا ہے تلوار جواب

گو تجھکو اے امید خط سے
اب جو آیا تو ہے بیکار جواب

غزل ۶۳	ردیف الباء	درد

تھا عدم میں بھی مجھے اک پیچ و تاب
مضطرب ہو جس طرح موج سراب

بے بضاعت ہیں سب اہل زرق و برق
چشمۂ خورشید میں کیدھر ہے آب

ہوتی ہے آسائش افتادگان
چشم نقش پا کا مٹ جاتا ہے خواب

کیوں نہ ہو شرمندہ روے زمین
سیل اشک ایسا نہیں تھا خانہ خراب

ہے تنک ظرفوں کی بیجا سرکشی
جام کب ہو سکے جام حباب

چل بچاویں ہم جو صاحب حوصلہ
پاے خم لغزش میں کب لاوے شراب

ہنستے ہیں کوئی کبھی دل مردگان
گور کے منہ پر تبسم کیا حساب

غزل ۶۴	مے کشان گرنے لگے محنت کشتی درد ہوتا ہے دل یاران کباب	مومن

قتل عدو میں عذر نزاکت کہاں ہے اب
مجھ میں ستم اٹھانے کی طاقت کہاں ہے اب

وحشت سے سر کے سایے اجل چل گئے
آنا ہو گر تو آؤ کہ خالی مکان ہے اب

سجدہ پہ سر تھام جو دعا پر زبان سے گئے
گویا نہ وہ زمین ہے نہ وہ آسمان ہے اب

قتل عدو نے ذوق شہادت مٹا دیا
لب پر ہمارے غلغلۂ الامان ہے اب

[illegible] قتل [illegible] نصیب
تپ وفا مثال زلیخا جوان ہے اب

[illegible]
تیرا مریض عشق بہت ناتوان ہے اب

[illegible] قتل [illegible]
جو بات تھی دل میں تھی سو نظر سے عیان ہے اب

[illegible]
[illegible] ہے اب

غزل ۷۵	رہے طاق پر یار ساقی امیر پلائیے جو وہ یار جانی شراب	داغ

کیون کہا یہ کسی سے کیا مطلب	اسی کہنے سے کھل گیا مطلب
بات پوری نہین کہی مین نے	کہ وہ طرار لے اڑا مطلب
مین کہے جاؤن تم سنے جاؤ	ایک کے بعد دوسرا مطلب
ہے مرا درد آپ کی راحت	ہے مرے پاس آپکا مطلب
مرگیا مژدۂ وصال سے مین	یون بھی نکلا رقیب کا مطلب
بیخودی مین رہا نہ یاد القاب	خط مین پہلے ہی لکھدیا مطلب
دل مین گھٹ گھٹ کے رہگئی حسرت	لب پہ آ آ کے رہگیا مطلب

غزل ۷۶	حضرت داغ توبہ کرتے ہین کاش پورا کرے خدا مطلب	کیف

دل سے اس دلبر کا چرچا کیا سبب	دوست کا دشمن سے شکوا کیا سبب
فکر عقبے ہے اگر اے غافلو	پھر یہ دنیا کا بکھیڑا کیا سبب
باغ سے شاید چلی باد بہار	کم ہوا جاتا ہے سودا کیا سبب
دیکھتے ہین ہم تو اوسکو رات دن	گر پڑے غش کھاکے موسیٰ کیا سبب
سیر سے غم مین وہ اگر روئے نہین	بہ گیا آنکھون کا سرمہ کیا سبب
ذبح مرغ نامہ بر شاید ہوا	پھڑ پھڑاتا ہے کلیجا کیا سبب
راز دل کیون آشکارا ہوگیا	کھل گیا کعبے کا پردا کیا سبب
بال اگر ٹوٹے خطا شانے کی تھی	آئینہ کو تمنے توڑا کیا سبب

کل تو کہتے تھے مجھے کچھ کام تھا — وہ نہ آئے آج اسکا کیا سبب

گر نہین ناسور تیرے عشق کا — رات دن بہتا ہے دریا کیا سبب

عشق کا بیمار بچتا ہی نہین — کچھ تو بتلا اے مسیحا کیا سبب

ہمتو جام زہر اٹھا کر پی گئے — آپنے کیون منھ بنایا کیا سبب

غزل ۷۷ — تسلیم

کیفیت اگر پیتے نہین ہو تم شراب
میکدے مین روز جانا کیا سبب

ہو سمندر مین جائے آب شراب — ہین ہم رند بیحساب شراب

بے ترے بزم عیش مین ساقی — شیشے چھپاتے ہین خون ناب شراب

رند ہون چاہیے پس مردن — غسل میت ہو جائے آب شراب

زاہدا میکدے سے کر پرہیز — رند کو کرتی ہے خراب شراب

رات دن عکس روے روشن سے — ماہ ساغر ہے آفتاب شراب

بند آنکھین ہین جوش مستی مین — ہو گیا عالم شباب شراب

غزل ۷۸ — یوسف

دہر مین کھانے پینے کو تسلیم
چاہتا ہون فقط کباب شراب

جاتی نہین ہے زردی رخسار آفتاب — کھلتا نہین ہے صبح پہ آزار آفتاب

سایہ پڑے جو آتش روے حبیب کا — مرجھائے خشک ہو گل رخسار آفتاب

ابتک نہین ہے نشہ مجھکو ساقیا — کیا آج سست ہوگئی رفتار آفتاب

وہ رشک ماہ کیون نہ رہے اوجھل آنکھ سے — حائل ہمارے اسکے ہے دیوار آفتاب

دیکھین گے اس صنم کے جو رخسار چاند سے — کیا کیا جلین گے دل مین پرستار آفتاب

رطوار ہے ہیں شیخ و برہمن کو بحث
در پردہ کر رہے ہیں پیارے ظہور آپ

آتش فشاں ہے برق تجلی قدیم سے
معلوم ہے جلا چکے ہیں کوہ طور آپ

تکلیف اب نہ کیجیے گا مہرباں من
تھم جائیگا تڑپ کے دل ناصبور آپ

عاشق ہو نہیں تو جذبۂ دل کھینچ لائیگا
دیکھوں تو کب تلک رہینگے دور دور آپ

گلشن میں گل سے کر رہی ہے شوخ چشمیاں
نرگس کو چلکے آنکھ دکھائیں ضرور آپ

معشوق کی کمی نہیں عاشق مزاج کو
بس بس زیادتی نہ کریں اب حضور آپ

غزل ۵۴ — کیفی

نازاں ہوں رند اوسکی کرمی کی شان پر
ہوتے ہیں شوق عفو میں مجھسے قصور آپ

جو دشت جنوں میں نکلتی ہے دھوپ
تو سورج کی مجھکو جلتی ہے دھوپ

ترے رخ کو کہتا ہوں خورشید جب
تو کیا کیا تڑپ کر نکلتی ہے دھوپ

بتوں کو ہے نور خدا سے فروغ
پہاڑوں میں کیا لعل اگلتی ہے دھوپ

تری جستجو کا بڑا شوق ہے
پہاڑوں سے گر کر سنبھلتی ہے دھوپ

کفن پوش اٹھے حشر کو یوں شہید
کہ بدلی سے جیسے نکلتی ہے دھوپ

غزل ۵۵ — تسلیم

جوانی گئی کیفیت پیری ہوئی
ہوا روز روشن نکلتی ہے دھوپ

ملگئے خاک میں پامال ستم آپ سے آپ
مٹ گئے ہم صفت نقش قدم آپ سے آپ

آنیوالی ہے مقدر کو کوئی آفت دلبر
آج گھبرا یا ہے سینے میں جو دم آپ سے آپ

تھے وہ مشتاق اسیری کہ اسیری کیلیے
بڑھ گئے جانب زنجیر قدم آپ سے آپ

لاکھوں صدمے جو اٹھائے نہیں ستمگر
بڑھ گئی آپکی مشق ستم آپ سے آپ

میں تو شکوہ بھی نہیں صبح طرب سے کرتا
منہ چھپا لیتی ہے شام شب غم آپ سے آپ

کس لیے پوچھتے ہو راز محبت تسلیم
بات جو ہوتی ہے کہہ دیتے ہیں ہم آپ سے آپ

ردیف تاے فوقانی

غزل ۵۴ — مومن

یوں کرتے ہیں کب دل نالاں کی شکایت
کی ہوگی فلک نے مرے افغاں کی شکایت

اے ہمدم نشیں چلو کچھ باتیں کہ جلی جاں
کرتا ہوں میں سوز غم پنہاں کی شکایت

ہم خاک میں بھی مل گئے لیکن نہ ملی وہ
دل ہی میں رہی رنجش جاناں کی شکایت

وہ شکوہ دل الجھی ہوئی اپنے سر نہ سمجھا
تجھی پہ ہے زلف پریشاں کی شکایت

کیوں لطف سمجھ کر ہوگا شکر جفا کا
جا سے وہ کہ بیجا ہے پشیماں کی شکایت

کس واسطے اے شمع زباں کاٹتے ہیں لوگ
کیا تو نے بھی کی تھی شب ہجراں کی شکایت

حوران بہشتی کو بتوں کا سا بنایا
مومن تجھے کیونکر نہ ہو ایماں کی شکایت

غزل ۵۵ — ذوق

معلوم جو ہوتا ہمیں انجام محبت
لیتے نہ کبھی بھول کے ہم نام محبت

ہر روز اڑا دیتا ہے وہ کر کے تصدق
دو چار اسیر قفس و دام محبت

شوق حرم کوچۂ قاتل میں کفن کو
ہم جانتے ہیں جامۂ احرام محبت

کی جس نے نہ و رسم محبت اسے مارا
پیغام قضا ہے ترا پیغام محبت

نہ زہد سے ہے کام نہ زاہد سے کہ ہم تو
ہیں بادہ کش عشق و می آشام محبت

کہتی تھی وفا نوحہ کناں نعش پہ میری
سونپا کسے تو نے مجھے ناکام محبت

غزل ۸۸ — نسیم

معراج سمجھ ذوق تو قاتل کی سنان کو
چڑھ سر کے بھل اس زینہ پہ تا بام محبت

آئینہ بنکر رہوں ہر وقت پیش روے دوست
وہ مجھے دیکھا کرے دیکھا کروں میں سوے دوست

سیر جنت خوب جب رضوان مجھے دکھلا چکا
بے تامل منہ سے نکلا ہاے لطف کوے دوست

بدر کو دیکھا تو سمجھا عارض تابان یار
جب ہلال آیا نظر جانا کہ ہی ابروے دوست

ماہ بدرے سیری عادت کا بدلنا ہی محال
چاند کوئی ہو مگر میں دیکھتا ہوں روے دوست

جان نثاری کے مزے عاشق سے پوچھا چاہیے
اے خوشا وہ سینہ جو آئے تہ زانوے دوست

پیٹھ چڑھکر بھی نچھوڑیں عاجزی کی عادتیں
چومتے ہیں پاؤں آکر بارہا گیسوے دوست

کاٹ تا لیں ہم نسیم آپ سر اپنا توقف کیا ضرور
ہی بعید از شرط الفت رنجش بازوے دوست

حسرت دیدار میں کیا کیا نہ تڑپی عندلیب
تا قفس لائی صبا جسدم چمن سے بوے دوست

ہاں خدارا اے اجل اتنا توقف چاہیے
چلتے چلتے اک نظر پھر دیکھ لیں ہم روے دوست

سچ تو یہ ہے مرگ عاشق کی تصدق جائیے
چشم مصروف نظارہ سر تہ زانوے دوست

غزل ۸۹ — غالب

سخت جانی کا گلا ہو دل ہی شرمندہ نسیم
پھر گیا خنجر کا منہ شل ہو گئے بازوے دوست

آمد خط سے ہوا ہی سرد جو بازار دوست
دود شمع کشتہ تھا شاید خط رخسار دوست

اے دل ناعاقبت اندیش ضبط شوق کر
کون لا سکتا ہی تاب جلوۂ دیدار دوست

عشق میں بیداد رشک غیر نے مارا مجھے
کشتۂ دشمن ہوں آخر گرچہ تھا بیمار دوست

چشم ما روشن کہ اُس بیدرد کا دلشاد ہی
دیدۂ پرخون ہمارا ساغر سرشار دوست

غیر یون کرتا ہی میری پرسش اُسکے ہجر میں
بے تکلف دوست ہو جیسے کوئی غمخوار دوست

تا کہ مین جانون کہ ہی اُسکی رسائی وان تلک	مجکو دیتا ہی پیام وعدہ دیدار دوست
چپکے چپکے مجکو روتے دیکھہ پاتا ہی اگر	شکوے کرتا ہی بیان شوخیہاے گفتار دوست
مہربانی ہاے دشمن کی شکایت کیجیے	یا بیان کیجے سپاس لذت آزار دوست

غزل ۹۰	یہ غزل اپنی مجھے جی سے پسند آئی ہی آپ ہی ردیف شعر مین غالب ز بس تکرار دوست	خاتمت

ہوگئی دیکھہ مری کیا صورت	اہتو ظالم کہین دکہا صورت
گرچہ یوسف تہا خوبصورت پر	تیری اُس سے بہی ہی سوا صورت
مثل آئینہ عاشق حیران	چپکے چپکے ہے تک رہا صورت
آئنہ خانۂ زمانے مین	ہی ہر اک اپنا آشنا صورت
اور بہی آتی ہی ہنسی اوسکو	مین جو رونے کی لون بنا صورت

غزل ۹۱	ای ظفر مجھکو اُس صنم کے سوا نہ دکہاوے کوئی خدا صورت	ناسخ

اس چمن مین ہین بیشمار درخت	پر کہان مثل قد یار درخت
وہ ترا سرو قد ہے بے سایہ	صدقے مین ڈالکہ سایہ دار درخت
میری سوز درون سے کیا نسبت	مین ہون انسان اور چنار درخت
ہر روش پر ترے ہی ہجر کو	کہڑی ہین باندہکر قطار درخت
آنکہین بادام ہین زنخدان سیب	قد جانان ہی میوہ دار درخت
سرو شمشاد و سدرہ و طوبیٰ	صدقے اس قد پہ ہین چنار درخت
ہین وہ ویسے ہین جو اہل متاع	سنگ کہاتے ہین باردار درخت

سوز دل سے زمین جلتی ہے
سبز کیا ہو سر مزار درخت

فندقین میوہ ہاتھہ ہین شاخین
گل ہین رخسار قد یار درخت

کبھی مجھہ دل جلے کی تربت پر
سبز ہوگا نہ جز چنار درخت

ہون مین عاشق انار پستان کا
ہو نہ تربت پہ جز انار درخت

آدمی کیا کہ تیرے فرمان سے
دوڑے آئے ہین لاکھہ بار درخت

لاغر ایسا ہون مین کہ میرے لیے
ہے ہر اک خار سایہ دار درخت

نسبت اُس گل کو دو گلبدن سے
کہ یہ ہی ایک خار دار درخت

باغ عالم مین بڑھ نہین سکتے
زیر اشجار سایہ دار درخت

کیا ہی خوش ہو کے چڑھ گیا منصور
دار گویا ہی میوہ دار درخت

تن ہی عریان شگفتہ داغ جنون
ہون مین گویا شگوفہ دار درخت

نخل تن یان ہمیشہ ہی پرداغ
پھل لاتے ہین ایک بار درخت

پرورش پائی ہین نے صحرا مین
جلے دایہ تھے شہریار درخت

نخل سر گر کرین نہ شاخین بلند
کیا ہین پھر نہ میوہ دار درخت

کھو دیا کہ اپنے ہاتھہ شاخون سے
ہوے رہ رہ کے ہمکنار درخت

کوے قاتل وہ باغ ہی جسمین
سر منصور پھل ہی دار درخت

غزل ۹۲ — تا قیامت خلل نہین ناسخ
نخل غم کیا ہی پایدار درخت — ناسخ

دشمن جان ہی ہمارا پاسبان کوے دوست
ہو جیے آب آشنائے ساکنان کوے دوست

کسنے مجھہ وحشی کی پھینکی آنکہ آگے استخوان
اک سری سے ہو گئے مجنون سگان کوے دوست

ہاتھ مین تیرے نہ ٹھہریگا وہان مکتوب شوق
یاد رکھ قاصد بڑا ہی یہ نشان کوے دوست

لوٹتے ہین خاک مین آنکھین لگی ہین سوے بام
مرتے ہین معراج پر افتادگان کوے دوست

جی اُٹھا مردہ جنازہ جو گیا اُس راہ سے
کر چکی ہے خلق سو بار امتحان کوے دوست

وصف جنت جب کیے واعظ نے منبر پر شروع
صاف مین سمجھا کہ کرتا ہے بیان کوے دوست

کب ہے کعبے کا ادب ایسا کہ رکھتے ہی قدم
پاؤن اپنے چومتے ہین رتبہ دان کوے دوست

سارے عالم کو جو ہے بے اختیارانہ رجوع
مرکز عالم ہے شاید درمیان کوے دوست

جو وہان پہونچا وہی آگاہ اُس عالم سے ہے
اور ہی کچھ ہے زمین و آسمان کوے دوست

حاملان عرش اعلی کی یہان اُڑتی ہین ہوش
عرش اعلی سے کہین بالا ہے شان کوے دوست

پھر ہو شیطان تو اپنا نعرہ ہو تیر شہاب
ایسے اے ناسخ ہین ہم آتش بیان کوے دوست

غزل ۹۳ — آتش

روز و شب ہنگامہ برپا ہے میان کوے دوست
ہڈیون پر سر سے لڑتی ہین سگان کوے دوست

حور کی تعریف گویا یار کی تعریف ہے
ذکر کو جنت کے مین سمجھا بیان کوے دوست

قاصد کشتہ نظر آتا ہے ہر مردہ مجھے
مجھکو گورستان کی اوپر ہے گمان کوے دوست

ہمنشین کہتے ہین افسانے سے آجاتی ہے نیند
ہجر کی شب مین سنونگا داستان کوے دوست

نقش پاے غیر پاتا ہون پس دیوار مین
آشنا ہے دزد نکلا پاسبان کوے دوست

یاد کرکے اپنی بربادی کو رو دیتے ہین ہم
جب ہوائے تند اوڑا جاتی ہے خاک کوے دوست

قاصدو کے پاؤن توڑے بدگمانی نے مرے
خط دیا لیکن نہ بتلایا نشان کوے دوست

ہجر کی شب ہو چکی روز قیامت سی دراز
دوش سے نیچے نہین اُترے ابھی گیسوے دوست

واہ ری شانہ کی قسمت کسکو معلوم تھا
پنجۂ شل سے کھلینگے عقدہاے موے دوست

داغ دلبر خیر گذری تو غنیمت جانیے
دشمن جان ہین جو آنکھین دیکھتی ہین سوے دوست

دو دم نکلے زخم کاری سے تو حسرت سے ہر آ
چار تلوارون مین شل ہو جائیگا بازوے دوست

فرش گل بستر تھا اپنا خاک پر سوتے ہین آج
خشت زیر سر نہین یا تکیہ تھا زانوے دوست

غزل ۹۴ — خلیل

اس بلاے جان سے آتش کبھو کیونکر بنے
دل سوا شیشے سے نازک دل سے نازک خوی دوست

منفعل دل مین ہو محجوب ہو شرمائے بہت
ترک اولی بھی ہو آدم سے تو پچھتائے بہت

الحذر طول شب غم سے ہوئی جب الجھن
لٹیے لپٹے ترے گیسو ہمین یاد آئے بہت

داغ سوداوی دیکھے تو انھین رحم آیا
کھوٹے پیسے بھی بڑے وقت مین کام آئے بہت

انکی نظرون سے گرا مانگ کے بوسے ہر روز
آبرو ہو گئی کم ہاتھ جو پھیلائے بہت

فرط عصیان سے صفا کیون نہو دل کی زائل
چاند چھپ جاتا ہی جسوقت گھٹا چھائے بہت

سرکشی کثرت نعمت سے کرین کیون نہ حریص
نفس سرزور ہو انسان جو غذا کھائے بہت

حرص نعمت کی بہت کرتی ہی انسان کو خراب
پھوٹ جائے بدن اکثر جو کھجا جائے بہت

اور بیمار ہوے یار کے گھر جانے سے
ہم شفاخانہ سے بھی روگ لگا لائے بہت

بزم سے یار نے یہ کہکے نکالا مجھکو
اٹھیے گھر جائیے دم لیجیے ستائے بہت

سوئے بخشش جو ملی دور کی سوجھی مجھکو
صاف عینک ہے تو انسانکو نظر آئے بہت

اینٹھیے گیسوے پر خم کو نہ اتنا ہر بار
ٹوٹ بھی جاتی ہی زنجیر جو بل کھائے بہت

اپنی غفلت پہ ارادہ ہی کہ سر کو پھوڑون
فصد کھلواتے ہین ماتھے کی جو نیند آئے بہت

مضطرب کیون نہو چاہ ذقن یار مین دل
ہو جو پیاسا سو بے آب مین گھبرائے بہت

رنج ہو جائیگا تکرار سے پرہیز کرو
کرتی ہی کار سنان بات جو بڑھ جائے بہت

غزل ۹۵	قبر مین ایک نے پوچھی نہ مری بات خلیل نام کو شہر خموشان مین تھے ہمسایے بہت	رند

گشتی سیکڑون زندان کے سزاوار بہت — عشقبازی جو خطا ہی تو گنہگار بہت

نہین ہوتا رخ رنگین کا نظارہ نہ سہی — دل لگی کے لیے گل سیکڑون گلزار بہت

پرورش مد نظر اسکو ہی کس کسکی — ہمسے پھرتے ہین مصیبت کے گرفتار بہت

مختصر یہ ہی دلا در گذر اب جانے دے — طول ہو جائیگا کیون کرتا ہی تکرار بہت

دیکھکر تابشِ خورشید قیامت ای ماہ — یاد آئیگا ترا سایۂ دیوار بہت

آج بیکار ہی آنا ترا اے عزرائیل — جان لینے کو ہی فرقت کی شب تار بہت

جھانکتا کیا کسی عاشق کا ہوا مد نظر — تاکتے پھرتے ہو کچھ روزن دیوار بہت

نظر آتے مرض عشق کے آثار برے — طول کھینچیگا مسیحا مرا آزار بہت

ق

محفل غیر ہی پہلو سے سرک کر بیٹھو — غلبہ شوق کا ہوتا ہے تجھے یار بہت

سیکڑون یار ملین گے جو وفادار ہین ہم — مال اچھا ہی ہمارا تو خریدار بہت

عشق کچھ آپ پہ موقوف نہین خوش رہیے — ایک سے ایک زمانہ مین طرحدار بہت

طرف غیر سے پھیر رخ ابرو کو ادھر — ایک جانب کو کساتے نہین تلوار بہت

خوب سا دیکھ لے جی بھر کے چمن کو بلبل — یاد آئیگا قفس مین تجھے گلزار بہت

مدد ای عشق چڑھائی ہی جفا کارون کی — تن تنہا ہی دل زار ستمگار بہت

غزل ۹۶	نہ کیا فائدہ پرہیز دوا نے کیون رند تمتو آگے سے ہی کچھ ہو گئے بیمار بہت	اسیر

چشم عشاق سی پنہان ہو نظر کی صورت — وصل سے جان چراتی ہو کمر کی صورت

رنگ فق صبح کو کیون ہو نہ سحر کی صورت — پھرتے ہین شام سے شب بھر وہ قمر کی صورت

ہون وہ بلبل کہ جو صیاد نے کاٹے مرے پر — گر گئے پھول ہر اک شاخ سے پر کی صورت

جھانک کر روزن دیوار سے وہ تو بھاگے — رہ گیا کھول کے آغوش مین در کی صورت

کون کہتا ہے ملے خاک مین آنسو میرے — چھپ رہے گرد یتیمی مین گہر کی صورت

پڑ گئین کچھ جو ہری گرم لہو کی چھینٹین — اڑ گئے جوہر شمشیر شرر کی صورت

تیرہ ہی وادی غربت مین بنے گی اللہ — اور کوئی نظر آتی نہین بسر کی صورت

آفت آغاز جوانی ہی مین آئی مجھ پر — بجھ گیا شام سے دل شمع سحر کی صورت

دہن یار کی توصیف کڑی منزل ہے — چست مضمون کی بندش ہے کمر کی صورت

نوبہار چمن عمر ہے عجب روز افزون — بڑھتی جاتی ہے گرہ دل کی ثمر کی صورت

ہون بگولے کی طرح سے مین سراپا گردش — رات دن پاؤن بھی چکر مین ہین سر کی صورت

دل شکستہ مین وہ ہون خط جو کبوتر کو دیا — گر پڑا اڑتے ہی ٹوٹے ہوئے پر کی صورت

ہوش اڑتے تھے تو اڑتے تھے خبر وصلت سے — نیند کیون اڑ گئی آنکھون سے خبر کی صورت

چمن دہر سے کیون قطع نہ ہو نخل مراد — پتا پتا نظر آتا ہے تبر کی صورت

جھک گیا بار محبت کے اٹھانے کے لیے — ابھی کچھ بھی نہ جھکی تھی مرے سر کی صورت

دیکھتے ہی مجھے جو رنگ کیا قاتل نے — تیغ ابرو بھی چلی تیر نظر کی صورت

باندھ رکھے کے گرہ مین کہ بہت ٹوٹی ہے — آبرو ہے جو خداداد گہر کی صورت

رات دن کعبۂ دل مین ہے بتون کا مجمع — کیا سے کیا ہو گئی اللہ کے گھر کی صورت

اس نزاکت پہ مین سو جان سے صدقے قاتل — ہاتھ مین تیغ لچکتی ہے کمر کی صورت

طرفہ آنکھون کو دکھاتی ہے تماشا تری بزم — پتلیان دوڑتی پھرتی ہین نظر کی صورت

شہپر شوق ہی کافی ہے کبوتر کیسا
اڑ کے نامہ مرا پہونچیگا خبر کی صورت

عمر گذری ہی مری وادی غربت میں بکس
ابتلک یاد ہی کچھ کچھ مجھے گھر کی صورت

غزل ۹۷ — داغ

قبر میں چین سے یاروں کی گذرتی ہی امیر
پاؤں پھیلائے ہوے سوتے ہیں گھر کی صورت

ہے طرفہ تماشا سر بازار محبت
سر بیچتے پھرتے ہیں خریدار محبت

اللہ کرے تو بھی ہو بیمار محبت
صدقے میں چھٹیں تیرے گرفتار محبت

ابرو سے چلے تیغ تو مژگان سے چلے تیر
تعزیر کے ہوکے ہیں خطاوار محبت

اسواسطے دیتے ہیں وہ ہر روز نیا داغ
اک درد کے خوگر ہوں بیمار محبت

ہے گور الٰہی قفس تنگ سے کیا کم
مر کر بھی تو چھوٹے نہ گرفتار محبت

کچھ تذکرۂ عشق رہے حضرت ناصح
کانوں کو مزا دیتی ہے گفتار محبت

دل بھول نجائے کسی مژگان کی کھٹک کو
کچھ چھیڑ رہے ای خلش خار محبت

جو چارہ گر آیا مری بالین پہ یہ بولا
اللہ کو سونپا تجھے بیمار محبت

ثابت قدم ایسے رہے الفت میں ہوگے
تھا ہمکو تہ تیغ بھی اقرار محبت

خسرو سے جو چاکر ہیں تو محمود سے بردے
اللہ رے اللہ رے سرکار محبت

واعظ کی زبان پر تو وہ کلمے ہیں کہ گویا
بخشے ہی نجائینگے گنہگار محبت

غزل ۹۸ — کیف

دیکھا ہے زمانے کو تو ان آنکھوں نے ای داغ
اس رنگ پہ اس ڈھنگ پر انکار محبت

فصل گل میں ہے جو جوبن پہ بیابان کی صورت
اپنے سینے سے لگاتا ہوں چمن کی صورت

ضبط گریہ کا اشارہ جو کروں آنکھوں کو
خشک ہو جائیں ابھی چاہ ذقن کی صورت

ہجر مین سانپ کا ہین ہی مجھے بیتاب بتا
کاٹے کھاتی ہی جوانان چمن کی صورت

کیا عجب ہجر مین سو جاؤن ہلین جو سپرے
نرم تکیہ ہو اگر اُنکے بدن کی صورت

خط مشکبون سے ہین یہ یار تیرے دونو گال
ایک سورج گہن اک چاند گہن کی صورت

لاکھ ہنستا ہون مین آنسو سے بھرے آتے ہین
کبھی چھپتی ہی نہین رنج و محن کی صورت

کیون نہ مردے کا یقین ہو شب غم مین مجھپر
چاندنی نے مجھے گھیرا ہی کفن کی صورت

مرد میدان ہین تو میدان مین سر پھینک گئے
منہہ چھپا اپنا نہ گھونگٹ مین دلہن کی صورت

تجھسے کیونکر نہ گنہگار محبت کا بنین
قد و گیسو مین تیرے دار و رسن کی صورت

کوچۂ یار مین نالون کی صدا آتی ہے
بولتی ہے یہ زمین رات کو رن کی صورت

ڈھیلے دو چار نظر آتے ہین نرگس کی جگہ
ہاے کس آنکھ سے دیکھون یہ چمن کی صورت

بیٹھین ہم شہر مین اپنے تو خوشی ایسی ہو
عید کا چاند ہو یاران وطن کی صورت

داغ دل میرا وہ سورج ہے کہ جسکے اوپر
انگلیان سیکڑون اٹھتی ہین کرن کی صورت

سنگ لیلی کو سکھا دے ادب اتنا کوئی
دیکھکر قیس کو بھاگے نہ ہرن کی صورت

غزل ۹۹ — تسلیم

کیف پیری مین قیامت ہی ہوس دنیا کی
دیکھنا صبح کو اچھا نہین زن کی صورت

میرے پہلو مین ہے وہ رشک قمر آج کی رات
جا دل غیر مین او داغ جگر آج کی رات

خنجر ہجر عزیزان نے گلا گھونٹا ہے
کیسے خاموش ہین مرغان سحر آج کی رات

وصل مین دیدۂ غماز کا ہوتا ہی گمان
بند کیونکر نکرون روزن در آج کی رات

اپنے غمخوار بھی بالین پہ نہین قسمت سے
بیکسی کس سے کہون درد جگر آج کی رات

مین نے سمجھا تھا کہ ہوا دن بھی وہ آئے بھی مگر
چارہ گر کسکو ہے امید سحر آج کی رات

روز سنتا ہون تقاضائے اجل کے طعنے　　مجھکو مرجانے دے اے درد جگر آج کی رات

کچھ اجل سے گلۂ روز مصیبت کر لون　　اتنی فرصت دے مجھے درد جگر آج کی رات

صبح ہونے دو ملا بیگانہ آنکھیں وہ شوخ　　اور مہمان ہے عنایت کی نظر آج کی رات

ہان وہی پھر خلش ہی غم کہ ذرا دل بہلے　　شغلہ کوئی تو ہونا یہ سحر آج کی رات

غزل ۱۰۰	آہ کیا نالہ و فریاد و فغان کیا تسلیم ایک مین ہم سے نہین پاتے ہین اثر آج کی رات	یوسف

بہت پھیلا ہے آزار محبت　　مسیحا تک ہین بیمار محبت

یہی ہی نغمۂ بلبل کے معنی　　نہو کوئی گرفتار محبت

بھرا ہی دامن دل خار غم سے　　رہے آباد گلزار محبت

خدا محفوظ رکھے دوستون کو　　نہو دشمن کو آزار محبت

دل عشاق سنتے ہین ہزارون　　بہت ہی گرم بازار محبت

عیان ہے حال دل چہرے سے آہ　　کہین چھپتے ہین آثار محبت

فلک ہاتھ سے جسکے ہو گیا خم　　اٹھایا ہم نے وہ بار محبت

نہین بچتی ہی اس سے جان ہرگز　　بلائے جان ہی آزار محبت

بڑے ہشیار سمجھے تھے حضرت دل　　ہوے کیونکر گرفتار محبت

نہین انسان پہ موقوف یوسف
ملایک ہین گرفتار محبت

غزل ۱۰۱	ردیف تائے ہندی	[illegible]

مین یون ہوا عقوبت قاتل سے دل اچاٹ — ہو جسطرح کوئی کسی مشکل سے دل اچاٹ
باہم ہوے قصور نگاہون کے لطف مین — افسردہ ہین مزاج ہوا دل سے دل اچاٹ
حسرت مری گلوے بریدہ کی کم نہین — قاتل ذرا نہوا ابھی بسمل سے دل اچاٹ
اب ہم نہ آئینگے کبھی مثل شرار شمع — جاتے ہین ہو فا تری محفل سے دل اچاٹ
نازک دماغ ہون نہ لحد پر چڑھاؤ گل — ہونے لگا ہجوم عنادل سے دل اچاٹ
مشتاق مرگ ہون مجھے سر ہے وبال دوش — پہرا ہو نہین تغافل قاتل سے دل اچاٹ
پروانہ وار اور کہین دل جلائین گے — اوشمع رو ہوا تری محفل سے دل اچاٹ
خدمت گذاریون مین کمی کونسی ہوئی — کسواسطے ہو عاشق بیدل سے دل اچاٹ

غزل ۱۰۲	ہے حسب حال مصرع اشرف نسیم کے اوشمع رو ہوا تری محفل سے دل اچاٹ	آتش

دو ٹکڑے کر چکی تری تیغ دو سر کی چوٹ — سر کو جھکا کے چل چکی قاتل کمر کی چوٹ
آزار عشق سے یہ ہوا ہون نہین ناتوان — پتھر کی چوٹ ہے مجھے گلبرگ تر کی چوٹ
درد اسکو ہوگا سنکے مری آہ دردناک — جس دل نے کھائی ہو دلگی ترچھی نظر کی چوٹ
بدبین کو اپنی بزم مین اے بت جگہ نہ دے — پتھر کو توڑتی ہے یہ کافر نظر کی چوٹ
مشتاق درد عشق جگر بھی ہے دل بھی ہے — کھاؤن کدھر کی چوٹ بچاؤن کدھر کی چوٹ
ہٹتا ہے آہ سرد سے یون اپنے دل مین درد — پردا ہوا مین دکھتے ہی جیسے نشتر کی چوٹ
بدتر نہین ہے غم سے غم فرزند سے کوئی — دل کو نصیب ہو نہ الٰہی جگر کی چوٹ
صدمہ فراق کا نہو مشتاق وصل کو — اسکی عوض لگی اسی تیغ دو سر کی چوٹ
سودائے عشق ہو نہ تمہارے دماغ مین — آتش ٹھہانے دیتی ہے انسانکو سر کی چوٹ

غزل ۱۰۳ رند

جاتا ہے ہر قدم دم قیس حزیں الٹ
پردہ شتاب لیلی محمل نشیں الٹ

یوں یک بیک نقاب کو رخ سے نہیں الٹ
دہشت سے ہی نجائے مرا دم کہیں الٹ

در پہ سے آکے میرا مسیحا جو پھر گیا
آنکھیں گئیں دم نفس واپسیں الٹ

ماہ چہاردہ شب یلدا میں ہو عیاں
بالوں کو اپنے چہرے سے اے مہ جبیں الٹ

اقرار وصل کر کے اب انکار ہی عبث
منکر نہو زبان نہ اسے نازنیں الٹ

مار سیاہ زلف سے اے دل پناہ مانگ
یہ سانپ تجھکو ڈس کے نجائے کہیں الٹ

تیغ نگاہ ناز جو اسے عاشقو چلے
تم دیکھنا صفیں کی صفیں سینے دیں الٹ

نکلی جو جان حسرت دیدار یار میں
آنکھوں کی پتلیاں دم آخر گئیں الٹ

برگشتہ یار ہو گیا مجھ راست باز سے
قسمت کسیکی جائے نہ یوں ہمنشیں الٹ

بسمل تڑپ کے خون کی چھینٹیں اڑا چلے
دامن سمیٹ اپنا کہ اب آستیں الٹ

ہو کر دوچار چشم فسوں ساز سے مرے
گر سحر سامری ہو تو جاوے وہیں الٹ

وہ خواب ناز میں ہے چل آہستہ اے نسیم
آنچل نہ روے یار سے جاوے کہیں الٹ

معدوم ہووے نام ونشان شاعری کا رند
طبقہ زمین شعر کا جاوے کہیں الٹ

غزل ۱۰۴ داغ

قدم قدم رہ الفت میں میں نے کھائی چوٹ
کہ راہبر کی بھی ٹھوکر سے مجھکو آئی چوٹ

لگا جو میں در دلدار پر تو اٹھ نہ سکا
بڑا ہی کام کیا میرے کام آئی چوٹ

بتوں کے دل میں لگی میری آہ تو تاثیر
اچٹ کے مجھکو لگی میں نے جب لگائی چوٹ

شراب ناب سے تھی [illegible] میں نشہ
[illegible] کے محتسب سنگدل نے کھائی چوٹ

ادب سے جھک کی چلا راہ عشق میں ایسا
کہ سر سے سر نے مری ٹھوکر و نسے کہائی چوٹ

سلام میں نے کیا رکھ کے ہاتھ سینے پر
وہ جانتے ہیں مجھے دیکھکر چھپائی چوٹ

نشان پاے صنم سنگ راہ ہوتے ہیں
وہ ناتوان ہوں کہ نقش قدم سے کہائی چوٹ

جب پہنے ہاتھ کی تجھسے نہ اٹھ سکی فرہاد
حریف ہو کے اٹھائے گا کیا پرائی چوٹ

غزل ۱۰۵	پہ بعد مرگ رہا درد کا اثر اے داغ کہ استخوان مرے کہا کہ جہان نے کہائی چوٹ	کیفہ

کہوں میں کسطرح سے ترا اعتبار جھوٹ
اک سچ اگر زبان پہ ہے تو ہزار جھوٹ

کرتا ہے آدمی کو بہت بیوقار جھوٹ
چھڑا دے تجھسے ہے مرے پروردگار جھوٹ

حق حق نہ کسطرح سے کہوں اے ستمگر ال
سچ کا تو اعتبار نہیں در کنار جھوٹ

چھپتا ہے اس صنم سے کہیں عشق ساختہ
بیٹھے سے کوئی خاک بتائے بچار جھوٹ

کیونکر یقین ہو ترے دہان و کمر کا یار
ثابت کیا ہے میں نے ترا لاکھ بار جھوٹ

حق حق رہے زبان پہ منصور کی طرح
بولے نہ دار پر بھی ترا جان نثار جھوٹ

عاشق کو روتے دیکھ کے وعدہ وفا کیا
جھوٹے آتے آج جا کے وہ دریا کے پار جھوٹ

اللہ جانتا ہے جو بندے بتوں کے ہیں
بولیں نہ مر کے بھی وہ میاں ہزار جھوٹ

سچ مچ کیا جو وعدہ وصل آج یار نے
منہ سے نکل گیا مرے بے اختیار جھوٹ

غزل ۱۰۶	لاتا یقین نہ سیٹھ کے اقوال و فعل کا گفتار اسکی جھوٹ ہے سب کاروبار جھوٹ	تسلیم

کیا رنگ نقاب رخ سے صنم الٹ
موسیٰ کی طرح جائیگا سینے میں دم الٹ

[illegible]
نالوں سے آسمان و زمین دینگے ہم الٹ

کافر سیاہ زلف رخ پاک سے ہٹا — دیکھین خدا کے گھر کو حجاب حرم الٹ

میرا فسانہ صفحۂ کونین مین نہین — گردون نہ ہو سر و مہ سکے ورق عالم الٹ

ہوجائے اپنی تاب نظر کا بھی امتحان — اچھا یہی سہی تو نقاب ای صنم الٹ

گردش کمان کی رہنے دو افتادہ خاک پر
تسلیم کو نہ صورتِ نقشِ قدم الٹ

غزل ۱۰۷	ردیف الثاء	مومن

اظہار شوق شکوہ اثر اُس سے تھا عبث — یعنی کہا کہ مرتے ہین تم پر کہا عبث

ای مہروش یہ حسن تو ہرگز نہ چھپ سکے — چلون تو کیا ہی پردے کا بھی چھوڑنا عبث

امید عدل بھی تو نہین روز حشر مین — ہم سے وفا ہے زندگی بیوفا عبث

جس غم مین مر رہے تھے وہ غم ہی نہین ملا — افسوس مر کے سمجھے کہ جینا ہی تھا عبث

ای روز حشر کچھ شب ہجران بھی کم نہین — بدنام ہو جہان مین تیری بلا عبث

گو چارہ ساز حضرت عیسیٰ ہی کیون نہ ہون — گر درد عشق ہے تو امید شفا عبث

ہرگز نہ رام وہ صنم سنگدل ہوا
مومن ہزار حیف کہ ایمان گیا عبث

غزل ۱۰۸		نسیم

گلرخون کی ہی ہوس اہ دل ناشاد عبث — ہے ہوائے چمن عالم ایجاد عبث

سنگ دل موم نہ ہونگے یہ ہوس بیجا ہے — نالہ بیفائدہ ہے شورش فریاد عبث

دوستی کرتے ہین اُس سے جو محبت رکھے — اُس ستم پیشہ کی ای دل ہے تجھے یاد عبث

کیا ہو امید وفا ایسے ستمگر سے بھلا — حال سنکر مرا کہتا ہے وہ جلاد عبث

تو بتا چشم فلک کا نہیں جو ہونگا عزیز
تا گلو تیغ نہ آئیگی کہ مر جاؤنگا

ای صبا خاک مری کرتی ہی برباد عبث
زور بازو مجھے دکھلاتا ہی جلاد عبث

غزل ۱۰۹ — آتش

خوبرویوں سے تمنائے وفا حیف نسیم
دل لگایا تو ہے اب شکوۂ بیداد عبث

دل میں گھر کر کے منہ آنکھوں سے چھپاتے ہو عبث
ناز و انداز سے باہر ہوے جاتے ہو عبث

چوٹی ایڑی سے مری جان بڑھاتے ہو عبث
بوٹے سے قد کو یہ شاخ اور لگاتے ہو عبث

ای بتو تمکو بھی دعوی الوہیت ہے
توڑ کر دل کو نئی کعبے کو جو ڈھاتے ہو عبث

عاشقوں سے نہیں کیا سجدہ ادا ہو سکتا
داغ پیشانی زاہد کو لگاتے ہو عبث

خانۂ منزل دنیا ہے سرائے فانی
اس خطر گاہ میں تم چھاونی چھاتے ہو عبث

بوسہ لیتا ہوں تو کہتا ہی وہ رشک یوسف
گرگ کی طرح سے پھاڑے مجھے کھاتے ہو عبث

مرد تلوار کے آگے سے کہیں ہٹتے ہیں
ہمکو ابرو کے اشاروں سے ڈراتے ہو عبث

شاعرو ذکر دہان و کمر یار نہو
شعر مخفی ہیں زباں پر نہیں لاتے ہو عبث

غزل ۱۱۰ — وزیر

سایہ ساں لگ چلو آتش نہ بہت یار سے تم
دشمنو دوست کی آنکھوں میں سماتے ہو عبث

بھولے تم حرف وفا کیا باعث
ہائے خط بھی نہ لکھا کیا باعث

کس مسلمان کو بتو قتل کیا
کرتے ہو شکر خدا کیا باعث

ہی خدا تو رگ جاں سے بھی قریب
کیوں وہ بت دور رہا کیا باعث

یار کیا تیغ بکف پھرتا ہی
سر مرا اس نے لگا کیا باعث

یاں تو پیغام اجل آ پہونچا
واں سے قاصد نہ پھرا کیا باعث

کھول دی زلف سیہ کیا اُسنے / دن شب تار ہوا کیا باعث
بوسۂ خال ذقن مانگا تھا / داغ دل تو نے دیا کیا باعث
کیا پڑھایا اُسے کچھ غیروں نے / خط ہمارا نہ پڑھا کیا باعث
سر پہ آسا ہوں سیہ بختی سے / پھر ہیں نظروں سے گرا کیا باعث
اے جنون وشت میں کانٹوں نے مجھے / پاؤں پڑ پڑ کے رکھا کیا باعث

غزل ۱۱۱ — رند

جب گئے نالے زمین کانپ اٹھی
آسمان گر نہ پڑا کیا باعث

جستجو ہے شاہد مقصود ہی اے دل عبث / توڑ کر جان کو نکر تو سعی لاحاصل عبث
تیغ ابرو کے اشارے میں ہی کام اپنا تمام / تیز کرتا ہی چھری میرے لیے قاتل عبث
دسترس جب دامن قاتل تلک ممکن نہیں / ہاتھ پاؤں مارتا ہی خون میں اے بسمل عبث
اُسکے کشتوں میں نہیں کرتا مجھے کوئی شمار / خون لگا کر میں شہیدوں میں ہوا شامل عبث
ہاتھ دھوئے جان سے بیٹھے ہیں کوچے میں ترے / آستینوں کو چڑھائے پھرتا ہی قاتل عبث

غزل ۱۱۲ — اسیر

زہر ہی کھانا پڑا آخر فراق یار میں
سبزہ رنگوں پر ہوے اے رند تم مائل عبث

گریہ بے سود ہی نالۂ دل ناشاد عبث / داد رس کوئی نہیں شکوۂ بیداد عبث
بندہ ہوں تیری محبت کا [illegible] / بند کرتا ہی قفس میں مجھے صیاد عبث
داد بھی دیگا وہی جسنے یہ کی ہی بیداد / دوڑتی پھرتی ہی ہر سو مری فریاد عبث
عمر رفتہ [illegible] سے نہیں کچھ حاصل / [illegible] گئے کرتے ہیں ہم یاد عبث
سنگ در و دل عشاق [illegible] / [illegible] کے ہو مجھسے ہی فریاد عبث

بال بال اسکا گرفتار بلا ہوتا ہے
بندۂ عشق کو سب کہتے ہین آزاد عبث

جان دی کام مین معشوق کے سب کچھ پایا
کون کہتا ہی کہ تہی محنت فرہاد عبث

غزل ۱۱۳ — داغ

انبیا تک رہے پابند شریعت کے اسیر
ظاہری قید سے گھبراتے ہین آزاد عبث

اب سے ہماری توبہ کی جو وفا کیا عبث
عجز و نیاز عشق ہیچ خواہش و التجا عبث

میری صدا سی پیشتر آتی ہی یہ ندا کہ بس
باب قبول بند ہی مانگتے ہو دعا عبث

سنتے ہی میرا حال دل بول اٹھے یہ چارہ گر
موت کی کیا دوا کرین موت کی ہی دوا عبث

وان خط شوق ہی مرا کاغذ عشق بنگیا
کاٹ کے حرف مدعا اسنے بنا دیا عبث

مطلب قبول تو یہی لطف اثر حصول ہو
لوگ اخیر وقت مین مانگتے ہین دعا عبث

مجھکو سنا کے جب کہا ہمسے کوئی وفا کرے
کہنے کو تھا بجا درست منہ سے نکل گیا عبث

عشق مین تیری فتنہ گر رنج اٹھائی اسقدر
تکیہ کلام ہے مرا کوئی کرے وفا عبث

صدمۂ انتظار کو کچھہ تو قیام چاہیے
روز جزا سے پیشتر آئی مری قضا عبث

غزل ۱۱۴ — کیف

عشق کیا ہی کرتے ہین یون ہین ہزارون مرتے ہین
داغ کی جان و مال کو روتے ہین آشنا عبث

بت گئے چھوڑ کے کعبے کو کدھر کیا باعث
آج سونا نظر آتا ہی یہ گھر کیا باعث

میرے دل پر نہین کرتے ہو نظر کیا باعث
تمنے کیون باندھے ہین اس تیر کو پر کیا باعث

اشک عشاق تو دوزخ کو بجھا دیتے ہین
دلکے جلنے کا ہی پھر دیدۂ تر کیا باعث

کوئی ذرہ نہوا افشان کا کمین چوٹی مین
دوہری تیری ہوئی جاتی ہی کمر کیا باعث

کوسے قاتل مین مرا دل نہ ہوا ہو زخمی
لوگ دوڑے ہوئے جاتے ہین ادھر کیا باعث

پاؤن پڑ پڑ کے جو کہتا ہون کبھی وصل کو مین — آپ شرما کے جھکا لیتے مین سر کیا باعث
وصل مین ہاتھ لگاتا ہون تو وہ کہتے ہین — خیر ہی کیون پڑے آتے ہو ادھر کیا باعث
قبر مین مجھکو اتارا تھا بہت چپکے سے — ہوگئی جلد فرشتون کو خبر کیا باعث
غم نہین اسکو اگر تیرے پریشانون کا — ہوگئی بال سے باریک کمر کیا باعث
آنکھ لڑنے مین نہ یون دیکھتے تھے آئینہ — آپ سے لیتے ہین اب سینہ پہ سپر کیا باعث
وصل مین نیند ہی یا خواب اجل ہی یارب — اُنکے زانو پہ جھکا جاتا ہے سر کیا باعث

غزل ۱۱۵	حال دنیا سبب تنگ دلی ہی ای کیف باندھ ہون غنچے کی طرح گانٹھ مین زر کیا باعث	اسیر

زندگانی بے جوانی ہی عبث — بے جوانی زندگانی ہی عبث
خود اگر جلتا ہی پروانہ جلے — شمع روشن پانی پانی ہی عبث
ای خضر جی کر بہت کرنا ہی کیا — حرص آب زندگانی ہی عبث
گور مین کچھ ساتھ جانیکا نہین — دولت دنیاے فانی ہی عبث
دیکھکر وہ گل کبھی ہنستا نہین — چہرہ اپنا زعفرانی ہی عبث
جلوہ دکھلانا تمہین منظور ہی — چپ رہو یہ لن ترانی ہی عبث
پڑ گئے شوق کے چلے سو یار — عذر لنگ و ناتوانی ہی عبث
بوسہ لیتے ہو اگر دل سے صفا — ظاہری شیرین بیانی ہی عبث
کیا گنہ میرا ہی کیا میرا قصور — اسقدر نامہربانی ہی عبث
مے کے پینے سے ہوا مجکو خمار — محتسب کو سرگرانی ہی عبث
مرد کو زر مرغ بے پر ہی اسیر — مفلسی مین زندگانی ہی عبث

غزل ۱۱۶	ردیف الجیم	مومن

ہو نہ بیتاب دا تمہارا آج — ناز کرتی ہے بیقراری آج

اسکے شکوہ سے ہے اثر ظاہر — کچھ تو کہتی ہے آہ و زاری آج

اک نئی آرزو کا خون ہوا — ہم ہیں اور تازہ سوگواری آج

بیکسی کیوں ہے نعش پر مجمع — کیا ہوئی تو مری پیاری آج

مومن اس بت کو دیکھ آہ بھری
کیا ہوا لاف دینداری آج

غزل ۱۱۷		نسیم

پیا جام مے چشم بتاں آج — ہوے پیرانہ سالی میں جواں آج

عدم ہے میرا لاشہ کاہشوں سے — کہیں ڈھونڈو مزار بے نشاں آج

اثر لینے لگا بوسے دعا کے — کہ تھا مطلوب اک غنچہ دہاں آج

چمن میں شیریں ہوا مرجھا چلے پھول — چلو پوچھیں مزاج باغباں آج

کھنچی شمشیر ہاں خالی نجا سے — یہ دولت ہو نصیب دشمناں آج

نگاہوں سے جہاں ہوتا ہے زخمی — لگاتی ہیں وہ تیر بے کماں آج

نسیم اپنے کلام پاک سے ہے
بہار گلشن ہندوستان آج

غزل ۱۱۸		وزیر

ہوا کیا دل میں خون آرزو آج — کہ خوں آلودہ ہے اشک تو آج

ہوئی قاتل سے بہ بند سبب گفتگو آج — کریں زخم دہن کو میں رفو آج

بتوں کو امتحاں کا پاس ہے منظور — خدا رکھے ہماری آبرو آج

ہر اسرار دار مین لٹکا کے خوش ہے / ثمر لایا ہی نخلِ آرزو آج
لہو مین اشکِ خون نہلا رہی ہین / لیا کیون نام قاتل کی وضو آج
جو کچھ ہونا ہی فردائے قیامت / دکھا دے دو قدم بس چل کے تو آج
دہانِ زخم کو سینا نہ تھا ہاے / ہوئی قاتل سے قطعِ گفتگو آج
ہر بسمل یار رہے جانے سے پہلے / اجل رکھ لی ہماری آبرو آج
زبان تیغ سے پوچھا تو ہوتا / زیادہ کل سے ہی دردِ گلو آج
حنائی پاؤن ہین کس کے گلِ نو / ہوائی خاک مین مہندی کی بو آج

غزل ۱۱۹	تمہارا سر لیے ہو کیون خاموش بیٹھے ہوئی موقوف کس سے گفتگو آج	صبا

دل ہی غذاے رنج جگر ہی غذاے رنج / پیدا کیا ہی ہمکو خدا نے براے رنج
آدم سے باغِ خلد چھٹا ہمسے کوی یار / وہ ابتداے رنج ہی یہ انتہاے رنج
سب دوست اپنے حال مین ہین آپ مبتلا / کس سے کہون مین کون سنے ماجراے رنج
ہم بارِ عشق کے متحمل نہو سکے / بس دل پکڑ کے بیٹھ گئے جو وہ اٹھاے رنج
اچھے یہ قہقہے نہین عاشق کے حال پر / دیکھو ہنسی ہنسی مین کہین ہو نجاے رنج

غزل ۱۲۰	اندھیر صدمۂ شبِ فرقت ہے اے صبا آندھی چراغِ جان کے لیے ہی ہواے رنج	امیر

مجنون کی قبر سے جو اٹھا ہی غبار آج / گذرا ادھر سے کیا کوئی محمل سوار آج
حسرت سے بعدِ مرگ بھی آنکھین کھلی رہین / سمجھے تھے ہم تمام ہوا انتظار آج
روتا ہی باغبان درِ گلشن پہ زار زار / شاید چمن سے ہوتی ہی رخصت بہار آج

قاتل نے ہاتھ روک لیا کیا غضب کیا
مایوس ہو گیا دل امیدوار آج

تڑپا رہی ہے ہجر میں لذت وصال کی
کل پی تھی جو شراب ہے اسکا خمار آج

قدموں پر اسکے ہمکو تڑپ کر گرا دیا
کیا کام آ گیا ہے دل بیقرار آج

منظور کسکا قتل ہے تیغ لگا دے نہ
پھر کسکے کشتہ ہوے بار بار آج

گرم خرام رات کو ہوگا لحد پہ یار
ہر نقش پا بنے گا چراغ مزار آج

حوریں جنان میں بیٹھی ہیں دامن سمیٹ کر
اٹھا ہے کسکی خاک سے یارب غبار آج

غزل ۱۲۱	رہ رہ کے ہچکیاں مجھے آتی ہیں کیوں امیر کرتے ہیں یاد کیا وہ مجھے بار بار آج	داغ

آیا ہے جھوم جھوم کے ابر بہار آج
توبہ کو خشت خم سے کروں سنگسار آج

بیوقت کی چڑھی ہے نہ ہوگا اتار آج
ہوتے ہیں تیرے مست کوئی ہوشیار آج

اے بیخودی وہ آئیں تو میں آپ میں نہ آؤں
وہ بھی تو میری طرح کریں انتظار آج

ناصح نے میرا حال جو مجھسے بیان کیا
آنسو نکل پڑے مرے بے اختیار آج

کل جائیگا پیامبر اپنا بیان پہ شوق
خط کے جواب کا ہے ہمیں انتظار آج

غزل ۱۲۲	اے داغ دھن بندھی ہے تجھے کوئے یار کی کمبخت موت ہے ترے سر پر سوار آج	کیفی

جز خموشی ہے آہ بے اثر کا کیا علاج
جز قفس ہے طائر بے بال و پر کا کیا علاج

بال بڑھنے کی دوائیں ڈھونڈنا اچھا نہیں
کیجیے گا آپ پیرانی کمر کا کیا علاج

خشک آنسو کر دیے ہم نے آتش رخسار سے
یار کو سوجھا ہے میری چشم تر کا کیا علاج

جز قضا آئے تو عشاق کے بالیں پہ کون
کر سکے شیریں کی کوئی درد سر کا کیا علاج

اسکے شور بے محل نے کر دیا ہی دق ہمین
وصل کی شب مین کرین مرغ سحر کا کیا علاج

اسطرح ناسور بھی بہتے ہوے دیکھا نہین
ہی یہی رونا تو ایسی چشم تر کا کیا علاج

جانہ پہنا دین ہمسے نہ کچھ بھی ہو سکا
اسطرف تو چھٹ گئے مر کر اودھر کا کیا علاج

انکا جوڑا کھولکر تکیے سے الجھا او بچے
وصل کی شب ہمنے سوچا ہی سحر کا کیا علاج

بندھین چھٹ جائین کیون بلکے سے ہمدم نام سے
ہاتھ خالی پاؤن شل ایسے سفر کا کیا علاج

غزل ۱۴۳ — تسلیم

کیسے ہو کیونکر نہ مجھکو وحشت ہجران تسلیم
شق ہو پتھر جس نظر سے اس نظر کا کیا علاج

وصل کی شب الٹے شکوے تو زبان پر لا نہ آج
او بت کافر خدا کو مان ہمسے کھلوا نہ آج

اے دل کم حوصلہ کیون چھیڑنے سے رو دیا
ناز بھی کیا بار احسان تھا کہ جو اٹھا نہ آج

جی بھر آتا ہی رو لینے دے دم بھر ہجر مین
ناصح مشفق مجھے ہٹکر تو سمجھا نہ آج

مرکے بلبل کو ملی ہی قید ظالم سے نجات
اب نہ گلچین کا خطر صیاد کا دھڑکا نہ آج

کھل گئین آنکھین سرشک گرم کی تاثیر سے
عالم رویا مین لکھی جو کعبہ کا پروانہ آج

کھل گئی بہا گئی دل کی شگاف زخم سے
قطرۂ خون سمجھے تھے سو وہ بھی کچھ نکلا نہ آج

بیخبر سمجھا مجھے یا لن ترانی کم ہوئی
کچھ تو پردہ تھا جو اس بت نے کیا پردا نہ آج

جو کیا سب یاد ہی تحریر کی حاجت نہین
نامۂ اعمال دیکر کیجیے رسوا نہ آج

غزل ۱۴۴ — اسیر

طرح مین بھی اک غزل تسلیم لکھنا چاہیے
خامۂ جادو بیان کو روکنا اصلا نہ آج

کیون نہو ہمسے نگاہ یار کج
کون سی ہوتی نہین تلوار کج

واہ کیا سیدھی عدم کی راہ ہی
اک سر مو بھی نہین زنہار کج

کیا کجی ہے طبع جانان کو پسند
زلف کج رفتار کج دستار کج

دور گردون کی ہے کیا ہمکو خبر
نقطہ کیا جانے کہ ہے پرکار کج

ٹھہری ٹھہری رہتی ہے ہمسے وہ زلف
جسطرح ہے سانپ کی رفتار کج

شبۂ محراب مین سجدے کیے
دیکھکر وہ ابروے خمدار کج

منزل مقصود کو پہونچینگے ہم
راہ الفت کی نہین زنہار کج

جلد گر پڑتا ہے سر قصر حباب
لبکہ ہے سر موج کی دیوار کج

ایکدم مین ہیچ ہوتی ہے فنا
اسقدر لازم نہین رفتار کج

راست بازون سے اسیر اسکو ہے ضد
عقل الٹی ہے تو فہم یار کج

ردیف جیم فارسی

غزل ۱۲۵　　درد

آئیے کسواسطے اے درد میخانے کے بیچ
اور ہی مستی ہے اپنے دل کے پیمانے کے بیچ

آئینہ کی طرح غافل کھول چھاتی کے کواڑ
دیکھیو تو ہے کون یاری تیرے کاشانے کے بیچ

جو مزے ہین جرگہ مین سو ہمسے پوچھا چاہیے
کون جانے آہ کیا لذت ہے مرجانے کے بیچ

پیچ و تاب [illegible] دل صد چاک مین
زلف الجھی ہے کسو کی [illegible] شانے کے بیچ

بخت خواب آلود نے میری سلایا اسکو درد
[illegible] نکلا تہا جی افسون مین جب افسانے کے بیچ

غزل ۱۲۶　　میر حسن

پنجۂ شانہ سے تو زلف گرہ گیر نہ کھینچ
دل سے دیوانے کے [illegible] زنجیر نہ کھینچ

ہمتو سمجھے نہین تا شام وہ آئے ہی تو کیا
اے دل تنگ سحر [illegible] شب تا شیر [illegible]

مرتے ہیں اب ہجر میں ہے نہ آرام وصل میں	کمبخت دل کو چین نہیں ہے کسی طرح
لگتی ہیں گالیاں بھی تری منہ سے کیا بھلی	قربان تیرے پھر مجھے کہہ دے اسی طرح
معشوق اور بھی ہیں بتا دے جہان میں	کرتا ہے کون ظلم کسی پر کسی طرح

غزل ۱۱۳۲

ہوں جان بلب بتان ستمگر کے ہاتھ سے
کیا سب جہان میں جیتے ہیں مومن اسی طرح

ذوق

ٹھہری ہے انکے آنے کی یان کل پہ جا صلاح	ای جان بر لب آمدہ اب تیری کیا صلاح
اے شیخ ہم سے کہتے ہیں خرابات میں ہم	تقوی کجا و زہد کجا و کجا صلاح
اس معاملے سے ترا کیا معاملہ	کس بد صلاح نے تجھے دی یہ لا صلاح
رہتا ہے اپنا عشق میں یوں دل سے مشورہ	جس طرح آشنا سے کرے آشنا صلاح
زاہد یہ کیا کہا کہ نہ مل ان بتوں سے تو	دیتا ہے کوئی ایسی بھی مرد خدا صلاح
کرتی خراب اسکو ہے تیر نگاہ مست	جسکو کہ دیکھتی ہے نکو کار و با صلاح
منظور گر ہو قتل مرا غیر سے نہ پوچھ	ہرگز صلاح نیک نہیں کیا پوچھنا صلاح
ٹلتا ہے آسمان و زمین کے ملا نہ تو	اس مہوش سے ملنے کی ٹھہری صبح و مسا صلاح

غزل ۱۱۳۳

اے ذوق جا نہ ہوش و خرد کی صلاح پر
دے عشق جو صلاح وہی ہے بجا صلاح

نسیم

بہاتی ہے جسے دلبر عیار کی طرح	بیہوش ہوں میں نرگس بیمار کی طرح
کہتے ہیں مجھکو دیکھ کے غش کی خبر ہے	کیوں چپ کھڑے ہو سامنے دیوار کی طرح
اتنے دراز ہیں گیسوے دلربا	گھٹتے نہیں کبھی شب بیمار کی طرح
اے روزن دریچہ جانان قصور کیا	کیوں گھورتا ہے چشم ستمگار کی طرح

غزل نمبر ۱۵۱

کچھ حال اپنا کہہ تو ہوا کیا تجھے نسیم
کرتا ہے آہیں کس لیے بیمار کی طرح

خلیل

بتوں کا داغ غم اللہ رے قمر کی طرح
کہ ہے چراغ سے دل اہل فلسفوں گہر کی طرح

ترا نظارہ کروں کیا کہ پردۂ غفلت
پڑا ہے آنکھ پہ اپنے یہ تیرے در کی طرح

گزشت سے عشق کے گھبرا کے یار کہتا ہے
کٹے یہ رشتہ کہیں عاشقوں کے سر کی طرح

جب اس سے کہتا ہوں انکو ملال ہوتا ہے
وہ حال سنتے ہیں میرا بری خبر کی طرح

ہمیشہ جا کے پھر آتی ہے آہ بے تاثیر
در قبول سے مایوس نامہ بر کی طرح

تلون اپنا دکھاتے ہیں جب وہ عاشق کو
تو اپنے قول سے پھر جاتے ہیں نظر کی طرح

تلاش یار میں گھر سے جدا میں نکلتا ہوں
قدم کو رکھتا ہوں منزل پہ میں نظر کی طرح

ہوا ہے شوق جو مجھ ناتواں کو قوت دے
جہان کا قصد کروں جا پڑوں نظر کی طرح

نہ اٹھ سکیگا کبھی بار نازنیں کا
ہماری طبع سے ہر بار کس تری کمر کی طرح

وہ رشک باغ جو گلشن میں بے نقاب ہوا
گلوں کا رنگ اڑا بلبلوں کے پر کی طرح

خیال یار جو آئے تو کون مانع ہے
کھلے ہیں دیدۂ حیران سخی کے در کی طرح

بغل میں بیٹھے دل کی طرح سے ہر جا
میں پاؤں پڑتا ہوں اٹھے نہ در دستی کی طرح

سوای ذات خدا کس سے دیجیے تشبیہ
لطیف شی نہیں کوئی تری کمر کی طرح

تمام عمر کٹی حسرت شہادت میں
کفن بدوش رہا روز میں سحر کی طرح

جو دست دیا میں پہنچیں تو فیض بخشی کر
نہ ہاتھ پاؤں ہلا نخل بے ثمر کی طرح

کمال عشق جو افتادگی کی دے ترغیب
پڑے رہیں پاؤں پہ قاتل کے خون کی طرح

جو راز عشق کو منظور اپنی شہرت ہو
بغیر پر کے اڑے خلق میں خبر کی طرح

خیال اس صنم خوش جمال کا ہر دم — دلوں میں رکھتے ہیں زاہد خدا کے ڈر کی طرح

غزل ۱۳۵ — رند

بخیل بحر جہان میں صفا کی دولت سے
گرہ میں رکھتے ہیں خشک آبرو گہر کی طرح

کام آخر ترے بیمار کا ہے تا دم صبح — اول شام نکلتا ہے یگا دم یا دم صبح

عالم نور کے نظارے کی حسرت ہی رہی — طالع خفتہ نے اک دن نہ جگایا دم صبح

قبلہ رو ہاتھ اٹھا مانگ دعائے شب وصل — کرتے ہیں باب اجابت کو ملک وا دم صبح

منتظر آنے کا تھا تیرے جو اے وعدہ خلاف — ٹکٹکی در کی طرف شام سے تھی تا دم صبح

سو رہا نشہ کے عالم میں جو تجھکو ہمراہ — بدگمان میری طرف سے ہوا کیا کیا دم صبح

اے نسیم سحری خواب سے بیدار نہ کر — بد مزاجی کا نہو اسکو بہانا دم صبح

مغتنم جان شب وصل شراب پی لے — پھر نہ ساقی ہے نہ ساغر ہے نہ مینا دم صبح

غزل ۱۳۶ — امیر

یار کے کان کا جھمکا مجھے یاد آیا رند
چرخ پر دیکھا اگر عقد ثریا دم صبح

آزمانا دل کو صاحب آزمانے کی طرح — کر دئیں تم تو بدلتے ہو زمانے کی طرح

درد دل اول تو وہ عاشق کا سنتے ہی نہیں — اور جو سنتے ہیں تو سنتے ہیں فسانے کی طرح

ناوک انداز نگہ اچھی نہیں یہ تاک جھانک — اڑ نہ جائے دیکھنا کوئی نشانے کی طرح

بادہ خوار و مجھکو کیا خورشید محشر کا ہو خوف — چھا رہا ہے ابر رحمت شامیانے کی طرح

جب کبھی آتا ہے دلمیں تیری چوٹی کا خیال — چوٹ پڑتی ہے جگر پر تازیانے کی طرح

چشم فتان اسسے کہتی ہے اگر ارشاد ہو — ہم ابھی نیرنگ دکھلائیں زمانے کی طرح

ایکبار اے برق تکلیف اور کر جھگڑا مٹے — پھونک دے مجھکو بھی میرے آشیانے کی طرح

تم تو آتے ہی قیامت کرتے ہو صاحب بپا
دل میں آتے ہو تو آ کر گھر میں آنے کی طرح

ای جنون اب وہی دکھلا کوئی عالم وسیع
تنگ ہے مجھ پر یہ عالم قید خانے کی طرح

در سے کعبے کے نہیں اٹھتا اپنا سر
آستانے ہی کچھ تیری آستانے کی طرح

چار دن گذرے کیسی طرح آشیان ای عندلیب
ڈالیو اب کاٹ دین دن آشیانے کی طرح

او کمان ابرو ادھر بھی سر سری کوئی نگاہ
ہر کسے مشتاق ہم بھی ہیں نشانے کی طرح

غزل ۱۳۷ — داغ

کیسے بیدرد اس زلف کے ابتلا میں ہیں اسیر
حال بیماروں کا سنتے ہیں فسانے کی طرح

پکارتی ہے خموشی مری فغان کی طرح
نگاہیں کہتی ہیں سب راز دل زبان کی طرح

چھڑا دے قید سے ای قید ہم اسیرون کو
لگا دے آگ قفس کو بھی آشیان کی طرح

کبھی تو صلح بھی ہو جائے رند و زاہد میں
الٰہی شیخ بھی میخوار ہو مغان کی طرح

جلا کے داغ محبت نے دل کو خاک کیا
بہار آئی مرے باغ میں خزان کی طرح

حیا نے روک لیا جذب دل نے کھینچ لیا
چلے وہ تیر کی صورت کھنچے کمان کی طرح

جناب خضر ہیں وہ مردہ دل کہ جنکو یہان
ملی ہے مرگ بد سمجھا وہ جاودان کی طرح

تلاش یار میں چھوڑی نہ سر زمین کوئی
ہمارے پاؤں میں چکر ہے آسمان کی طرح

جو سمجھے خضر تو تو قول شہید الفت کو
گرہ میں باندھ رکھے عمر جاودان کی طرح

سنی جو حضرت زاہد سے وصف جنت کی
تو صاف پھر گئی آنکھوں میں اس مکان کی طرح

جھکی ہی جاتی ہے کچھ خود بخود حیا سے وہ آنکھ
گری ہی پڑتی ہے بیمار ناتوان کی طرح

یہ سد راہ ہوا کس کا پاس رسوائی
رکے ہوئے ہیں مرے اشک کاروان کی طرح

ادائے مطلب دل ہے سکھ جائے کوئی
انہیں سنا ہی دیا حال داستان کی طرح

غرض ہین اُسی دہن زخم کے لئے کیا کیا
جو چوسے تیر کے پیکان کو زبان کی طرح

یہ دل ہے آپکا گھر ہے شوق سے لیکن
شکیب و راحت و صبر و قرار و جان کی طرح

قیامت آئی شب وصل پھر سے گھر کے پاس
رقیب نے اُسے آواز دی اذان کی طرح

شب اُسکی بزم مین تھا شمع پر بھی رشک ہمین
کہ سچ مین شعلے کو گلگیر نے زبان کی طرح

مجھے یہ حکم ہے زنہار تم نکرنا عشق
نصیحتین بھی وہ کرتے ہین امتحان کی طرح

رہم نے ضعف کے صدقے بٹھا دیا ایسا
ٹلے نہ در سے ترے سنگ آستان کی طرح

کچھ اُسنے کہنے کو بیٹھے تھے ہم کہ خلوت مین
رقیب آ ہی گیا مرگ ناگہان کی طرح

شکستہ بال ہون وہ مرغ ناتوان و ضعیف
کہ مین تو مین نہ اُڑے میرے آشیان کی طرح

بچھوڑ صید محبت کو خاک پر صیاد
اسے بھی ڈال دے تو دوش پر کمان کی طرح

زبان خار ہوئی تر ہماری وحشت سے
کہ چھالے پھوٹ بہے چشم خونفشان کی طرح

غزل ۱۳۱ — داغ

خدا قبول کرے داغ تم جو سوے عدم
چلے ہو عشق بتان لیکے ارمغان کی طرح

دل تڑپا سینے مین دم کی طرح
ٹوٹ گیا تیری قسم کی طرح

تم رہے دل مین رہو دم کی طرح
دم نہیں حسرت و غم کی طرح

خامہ گر ضعف سے ہین انگلیان
چلتی ہین کاغذ پہ قلم کی طرح

کوچۂ دشمن کو وہ جنت کہین
مٹ گیا باغ ارم کی طرح

میری وفا بھی عجب استاد ہے
تم کو سکھاتے ہی ستم کی طرح

جب یہ کہا مرتے ہین کہتے ہین وہ
مر نہ ملنے اہل عدم کی طرح

غیر کے آگے وہ مرے حال پر
شفقت بھی کرتے ہین ستم کی طرح

غزل ۱۳۹ — داغ دریار ہے کعبہ اگر / بچ نہ گئے حسد حرم کی طرح — تسلیم

پاؤں پڑتا ہوں نہیں دامنگیر / گلے لپٹا ہو گریبان کی طرح

خانہ برباد تو ہونے دے جنوں / خاک اڑاؤنگا بیابان کی طرح

نجم اغیار بھی آیا ہمراہ / گور میں داغ عزیزان کی طرح

گلشن دہر میں پھرتی ہے صبا / آگے لے سرو ساماں کی طرح

پوچھتے کیا ہو مری ہستی کو / کچھ نہیں آنکے پیمان کی طرح

ناامیدی مجھے تو ہی اکدن / داغ دیجائیگی مہمان کی طرح

جا کے پھر یار نہیں آنے کا / عمر بھر عمر گریزان کی طرح

شب فرقت میں اداسی بھی ہے / ناز اٹھواتی ہے مہمان کی طرح

بے اثر ہے مرا ہنسنا رونا / غنچہ و شبنم بستان کی طرح

جاتے ہیں سوے عدم دنیا سے / ہو گرفتار پشیمان کی طرح

روز وعدہ کی گھڑی ہے ابدی / نہیں کٹتی شب ہجران کی طرح

دلربا ہے مری شوریدہ سری / آئی زلف پریشان کی طرح

فکر تسلیم ہے دشوار پسند / خاطر ناظم شروان کی طرح

غزل ۱۴۰ — ردیف خای معجمہ — نسیم

نہیں جلاؤ کی کچھ آتش سرخ / شہیدوں کے لہو [illegible]

دیکھا نہ کسی طرف اٹھا کے حیا سے
جادو کو کیا نرگس جادو نے نظر بند

ہے مشت پر سوختہ پہونچین گے قفس کو
تو سایۂ گیسو کے مجھے صیاد نظر بند

ای سوزش سینہ مجھے وہ سینۂ کباب دے
کھولے تری گرمی سے وہ گھبرا کے کمر بند

غزل ۱۴۵ — ذوق

کیا حضرت مومن کہین کعبے کو سدھارے
سنسان ہے دیر کس لیے کیون آج ہے در بند

کیا آئے تم جو آئے گھڑی دو گھڑی کے بعد
سینہ مین ہوگی سانس اڑی دو گھڑی کے بعد

کوئی گھڑی اگر وہ ملائم ہوئے تو کیا
کہہ بیٹھینگے پھر ایک کڑی دو گھڑی کے بعد

او لعل لب کے بوسے لیے ہمنے اس قدر
سب اتر گئی مسی کی دھڑی دو گھڑی کے بعد

کل اس سے ہمنے ترک ملاقات کی تو کیا
پھر اس بغیر کل نہ پڑی دو گھڑی کے بعد

پروانہ گرد شمع کے شب دو گھڑی رہا
پھر دیکھی اسکی نعش پڑی دو گھڑی کے بعد

کیا جانے دو گھڑی وہ رہے ذوق کس طرح
پھر تو نہ ٹھہرے پاؤن گھڑی دو گھڑی کے بعد

غزل ۱۴۶ — نسیم

سنا ہے کیا تمہین بیمار ناتوان فریاد
کہ دل سے اٹھ نہین سکتی ہے تا زبان فریاد

فلک تو کیا ہے لب عرش تک پہنچیگی
مین ناتوان ہون نہین ہے مری ناتوان فریاد

بہت دنون مین ہمین آج نیند آئی ہے
نہ کر ہزار یہ زور سے نوحہ خوان فریاد

کبھی تو جذب محبت اثر دکھائے گا
کبھی تو لائیگی انکو کشان کشان فریاد

خیال کاکل شبرنگ سے یہ حال ہوا
ہر ایک دہن سے نکل کر ہوئی دھوان فریاد

یہی ہے ای فلک پیر صورت انصاف
سنین وہ نغمۂ مطرب کرون مین یان فریاد

یقین ہے کہ دکھائے نسیم کچھ تاثیر
بچائیگی ہی عاشق کی رائگان فریاد

حسن غمزے کی کشاکش سے چھٹا میرے بعد	بارے آرام سے ہین اہل جفا میرے بعد
شمع بجھتی ہے تو اسمین سے دھوان اٹھتا ہے	شعلۂ عشق سیہ پوش ہوا میرے بعد
خون ہے دل خاک مین احوال بتان پر یعنی	انکے ناخن ہوے محتاج حنا میرے بعد
در خور عرض نہین جوہر بیداد کو جا	نگہ ناز ہے سرمے سے خفا میرے بعد
ہے جنون اہل جنون کے لیے آغوش وداع	چاک ہوتا ہے گریبان سے جدا میرے بعد
کون ہوتا ہے حریف مے مرد افگن عشق	ہے مکرر لب ساقی مین صلا میرے بعد
غم سے مرتا ہون کہ اتنا نہین دنیا مین کوئی	کہ کرے تعزیت مہر و وفا میرے بعد

غزل ۱۴۷ — آتا ہے بیکسی عشق پہ رونا غالب / کسکے گھر جائیگا سیلاب بلا میرے بعد — ناسخ

آپ مجھسے ہو ہمکنار قاصد	کرون مین تجھکو پیار قاصد
آنکھون سے نکالون پاؤن سہلا	گر کوئی چبھا ہو خار قاصد
مکتوب نہین یہ شعر تحریر	ہے خنجر آبدار قاصد
گر جان ہی دون تجھے تو کم ہے	ہون سخت مین شرمسار قاصد

غزل ۱۴۸ — ناسخ یہی تجھسے پوچھتا ہے / کیسا ہے مزاج یار قاصد — آتش

تا چند کرون سینے مین مین آہ و فغان بند	کبتک ہے اس گھر مین الٰہی یہ دھوان بند
اس قلزم ہستی مین ہین وہ گوشہ نشین ہم	دن رات رہا مثل حباب اپنا مکان بند
ہم الفت دین ہی اسے ہم لذت دنیا	وہ کنج ہے دل جسمین ہے نقد دو جہان بند
منھ دیکھتا ہون یار کا کچھ کہہ نہین سکتا	آنکھین تو کھلی ہین مری لیکن ہے زبان بند

گردش جو ہی قسمت کی سو موجود ہی یان بہی — گو شیشۂ ساعت مین ہی ترے ریگ روان بند

پہرتا ہی یہ کوئی تو ترے کوچے مین شبگیر — تا صبح نہین ہوتی ہی آواز سگان بند

غزل ۱۴۹	قسمت مجھے کیون گنبد افلاک مین لائی آتش خفقانی کو قیامت ہی مکان بند	وزیر

وصل مین رفتار معشوقانہ دکہلاتی ہی نیند — آج کن اٹکھیلیون سے آنکہون مین آتی ہی نیند

عین بیہوشی ہی ہشیاری نہ سمجھا چاہیے — اہل غفلت کی تو بیداری بہی کہلاتی ہی نیند

گرد مین لیلیکے کہتے ہین شب فرقت جسے ہم — کسطرح ای خفتگان خاک آ جاتی ہی نیند

انکی فرقت مین نہ پوچھو سرگذشت خواب چشم — آجکل پائے نگہ کی ٹھوکرین کہاتی ہی نیند

سبزۂ خوابیدۂ گلشن کا جب آتا ہی ذکر — تب قفس مین کوئی دم بلبل کو آجاتی ہی نیند

فرقت دلدار مین سونے کو مرنا کہتے ہین — عاشقون کو خواب مرگ ایسی ہی کہلاتی ہی نیند

نیند کو بہی نیند آجاتی ہی ہجر یار مین — چہوڑ کر بے خواب مجہکو آپ سو جاتی ہی نیند

فرقت دلدار مین جو رات بہر آئی نہ تہی — وصل مین آتی ہوئے آنکہون مین شرماتی ہی نیند

منتظر رکہتی ہی نخرے کرتی ہی آتی نہین — او بہت ترساتی ہی فرقت مین ترساتی ہی نیند

گرمیِ سوز جگر بیتاب کر دیتی ہی جب — ٹہنڈی سانسین ایسی بہرتا ہون کہ آجاتی ہی نیند

واہ ری تاثیر الفت بل بے فرط اتحاد — غش پہ غش آتے ہین مجکو جب انہین آتی ہی نیند

سوتے ہو تو چشم بد دور آنکہین رہتی ہین کہلی — فتنۂ بیدار کیا ایسی ہی کہلاتی ہی نیند

غزل ۱۵۰	ہجر مین سونے کی ایسی ہی تمنا اے وزیر دیکہتا ہون اسکو حسرت سے جسے آتی ہی نیند	[illegible]

کہلی ہی کنج قفس مین مری زبان صیاد — مین ماجرائے چمن کیا کرون بیان صیاد

جہان گیا مین گیا دام لیکے وان صیاد
پھرا تلاش مین میری کہان کہان صیاد

دکھایا کنج قفس مجکو آب و دانے نے
وگرنہ دام کہان مین کہان کہان صیاد

اجاڑا موسم گل ہی مین آشیان میرا
الٰہی ٹوٹ پڑے تجھپہ آسمان صیاد

عجیب قصہ ہی دلچسپ اک حکایت ہے
سنا دونگا گل و بلبل کی داستان صیاد

خبر نہین کسے کہتے ہین گل چمن کیسا
قفس کو جانتے ہین ہمتو آشیان صیاد

اداس دیکھ کے مجکو چمن دکھاتا ہے
کئی برس مین ہوا ہی مزاجدان صیاد

رہی نہ قابل پرواز بال و پر میرے
قفس سے اڑکے مین اب جاؤنگا کہان صیاد

قفس کو شام سے لٹکا کے فرش خواب کے پاس
سنا کیا مری تا صبح داستان صیاد

کریگا یاد مرے زمزمون کو بعد مرے
ہون چند روز ترے گھر مین میہمان صیاد

ستم زیادہ نکر حکم دے رہائی کا
پکارتے ہین گرفتار الامان صیاد

چمن مین رکہا نہ بلبل کا نام تک باقی
خدا کرے یونہین ہوجائے بے نشان صیاد

مین جھانکتا نہین چاک قفس سے بھی گل کو
نہووے تا مری جانب سے بدگمان صیاد

پرون کو کھول دے ظالم جو بند کرتا ہے
قفس کو لیکے مین اڑجاؤنگا کہان صیاد

در قفس بھی کھلے گا تو اب نجاؤنگا
یقین نہووے تو کر میرا امتحان صیاد

مرے بیان کو سن سنکے کانپ اٹھا
غضب یہ ہی کہ سمجھتا نہین زبان صیاد

غزل ۱۵۱

فریب دانہ نکہاتا مین زنہار اے رند
نکرتا دام اگر خاک مین نہان صیاد

امیر

ہجر مین مجھکو کب جو آتی ہی تو لگ جاتی ہے نیند
آنکھ کر پلکون کے پلکوسون اٹھا لیتی ہے نیند

درد دل کہتا ہون جب رات کو تھکتے ہین وہ
ختم کیجیے یہ کہانی اب ہمین آتی ہے نیند

ایک دم کو تو کرم فرما اگر ہو ہجر میں
اے اجل دیکھوں تو پھر کیونکر نہیں آتی ہے نیند

ڈھونڈتی پھرتی ہیں [illegible] جو آنے ہمیں
موت کو ہمراہ لے لیتی ہے جب آتی ہے نیند

چشم ہیں [illegible] ہم سے [illegible] کی طرح
کیا ہجوم رنج ہے آنے نہیں پاتی ہے نیند

تفرقہ ہے [illegible] اب تو نوجوانی تک ترک
رات کے جاگے ہوئے کو جب آ جاتی ہے نیند

عین غفلت میں ہیں خوش [illegible] اہل جہاں
جیسے بستر پر لیٹے ہیں لڑکوں کو آ جاتی ہے نیند

سخت جاں ہوں ہجر میں پڑتی ہے کب تیغ اجل
یوں اچٹ جاتی ہے وہ جیسے اچٹ جاتی ہے نیند

ہیں تو کیا محفل میں آ سکے جا کے سو جاتے ہیں [illegible]
ہم بستر پا کے کیسے پاؤں پھیلاتی ہے نیند

ہجر میں آرام کیسا ہم ہیں شب بیدار میں
کام کیا راحت کا کیوں تکلیف فرماتی ہے نیند

ہجر جاناں میں جو سو غم دوں سے آتی ہے امیر
خفتگان خاک کی صورت سلا جاتی ہے نیند

غزل ۱۵۲		داغ

ناکام جاوداں کی مجھے آرزو پسند
گم کردہ کارواں کی مجھے جستجو پسند

اے غم معاف کر کہ یہ حصہ ہے عشق کا
مہمان کو نہ آئیگا جھوٹا لہو پسند

خاموش سنتی رہتی ہے پہروں شب فراق
تصویر یار کو ہے مری گفتگو پسند

زاہد بڑی کریم ہے پیر مغاں کی ذات
واں [illegible] ہیں وضو ہے وضو پسند

آفت ہے محتسب کی نظر سے خدا بچائے
ٹوٹا صراحی سے اگر آیا سبو پسند

جی چاہتا ہے روز بدل جائے روزگار
مٹ جائے وہ زمانہ جسے آئے تو پسند

آنسو گرا جو آنکھ سے تقدیر نے کہا
ملتے ہیں دیکھنا خاک میں لوگ آبرو پسند

بدنام کر دیا ہے تمہیں عشق غیر نے
اب ہو گیا خطاب تمہارا عدو پسند

گل شمع کا بنے تری محفل میں سب ہیں
آیا نہ ایک کا بھی ہمیں رنگ و بو پسند

حسرت کا یہ مزہ ہے کہ دل مین خلش رہے		نکلی ہوئی ہمین تو نہین آرزو پسند

غزل ۱۵۳	پہرون پڑھی ہے حضرت داؤد پر درود جب آگیا ہے داغ کوئی خوش گلو پسند	کیفؔ

مرا دل ہی ایسا مصیبت پسند | کیا خوبرویوں نے مروت پسند
نہ کسطرح ہو کنج تربت پسند | سدا تخلیے کی ہے صحبت پسند
کیا تم کو وقت مصیبت پسند | نہ کیون ہو فلاطون کی حکمت پسند
چل آہستہ آہستہ اے باد صبح | ابھی سو گیا ہے وہ راحت پسند
دیا بوسہ جب منہ بنا کر دیا | نہین بیدلی کی سخاوت پسند
کہین تو جھکے یہ سر پر غرور | فقط اس لیے ہے عبادت پسند
شکوؤن کا نشتر لگا کبھی | مین ہون مجنون اذیت پسند
دہن کا تھا مضمون جس شعر مین | کیا اس صنم نے بدقت پسند
کھلا نخل طوبی کی تعریف سے | بہت نفس پرور ہین جنت پسند
جہان جمع ہو جائین دو چار دوست | وہی بے تکلف ہے صحبت پسند
چھپاؤن نہ سینے مین کیونکر اسے | مرا دل ہی انکے نہایت پسند
وہ ہے کون تیرے سوا دوسرا | کرے جسکو ہر دیکھ خلقت پسند
خوش آئین نہ کیونکر مرے دلربا طفل شکل | انہین کمسنون کی ہے صحبت پسند
اٹھانے مجھے پھول دشوار ہین | نہین اسقدر بھی نزاکت پسند

غزل ۱۵۴	نہ ہوتی جو اسمین شراب طہور نہ لگتا کبھی کیف جنت پسند	تسلیمؔ

ہنس کو بہاتے ہیں موتی کبک کو اخگر پسند
یہ مثل سچ ہے جہان میں ہر طبیعت ہر پسند

بوئے گل ہوں مجھکو کچھ قید تعلق سے معاف
غیر بربادی نہیں باغ جہان میں گھر پسند

سچ تو یوں ہے اسمین جائے ناامیدی ہے نہیں
آپ کو میرا دل پُرداغ ہو کیونکر پسند

دیکھکر غمگین و تیرے ہین صدقے ہو اپنے بخت کے
آنکھ ہے تیر تڑپنا او دل مضطر پسند

چشم تر ہو جبہ آنسو ضبط کر لیتی نہیں
کیا کرے آوارگی اولاد کی مادر پسند

چھوڑ پہلو کو مرے جا تجھکو راحت ہو جہان
یہ نہیں جتیا بیان تیری دل مضطر پسند

اہل رفعت کو دکھواز نیست ظاہر شوق
چرخ کو با انیمہ ہے نیلگون چادر پسند

ہم گنہگاروں کو بس ہے عذر بخشش کے لیے
ایک ہی سجدہ جو ہو جائے دم محشر پسند

غزل ۱۵۵

شکر کر تسلیم ہاتھ آئے اگر نان جوین
یہ وہ نعمت ہے جسے کرتے تھے پیغمبر پسند

یوسف

عاشقوں کو ہوئی وہ زلف گرہ گیر پسند
یہ وہ ہیں شیر کہ آئی جنہیں زنجیر پسند

دل مرا پھینک دیا غیر کے دل کے آگے
خاک ٹھہری ہے ترا وہ بت بے پیر پسند

آبرو وہ ہے جو ہو حشر کے دن اے منعم
ہمکو دنیا میں نہیں عزت و توقیر پسند

کیوں نہ معشوق زمانہ رہیں چلنے پھرتے
جسمیں روغن نہو کیا آئے وہ تصویر پسند

منہ چڑھاتے ہو کوئی بات جو میں کرتا ہوں
لوٹے جاتے ہو یہ ہے غیر کی تقریر پسند

کھیل طفلی سے ہے اس ترک کو عشاق کشی
جب کھلونے لیے کی پہلے ہی شمشیر پسند

اثر عشق سے عاشق کی نہیں تم آگاہ
مجبور ہو جائے جو ہو نالۂ شبگیر پسند

کام آئیگی مری سحر بیانی پس مرگ
قبر میں ہوگی فرشتوں کو بھی تقریر پسند

ہم جوانوں کی ستانے سے بھلا کیا حاصل
اسقدر ظلم ہے کیوں اے فلک پیر پسند

کوچۂ یار میں مدفن بنے یا صحرا میں
دیکھیے کونسی جا کرتی ہے تقدیر پسند

خشر ہوتا نہیں دیدار کے ہم ہیں مشتاق
کچھ بھی پروا ہے تمہیں کتنے ہو تاخیر پسند

فلسفی کے نہیں ہم قول کے پیرو یوسف
ہمکو تقدیر کے آگے نہیں تدبیر پسند

ردیف دال ہندی

غزل ۱۵۶ — اسیر

خنجر قاتل کو اتنا روانی پر گھمنڈ
سخت کم ظرفی ہے اک دو بوند پانی پر گھمنڈ

شمع کو مانند کیا آتش زبانی پر گھمنڈ
صورت پروانہ کر سوز نہانی پر گھمنڈ

ہے اگر شمشیر قاتل کو روانی پر گھمنڈ
بسملوں کو ہے اپنی سخت جانی پر گھمنڈ

ناز اٹھانیکا ہے اسکے حوصلا ہے جان زار
اب تلک تجھکو ہے زور ناتوانی پر گھمنڈ

نوبت شاہی سے آتی ہے صدا شام و سحر
اور کرلے چار دن اس دار فانی پر گھمنڈ

دیکھ او ناداں کہ پیری کا زمانہ ہے قریب
کیا لڑکپن ہے کہ کرتا ہے جوانی پر گھمنڈ

چار ہی نالے ہمارے سنکے چپکی لگ گئی
تھا بہت بلبل کو اپنی خوش بیانی پر گھمنڈ

عفو کے قابل مرے اعمال کب ہیں اے کریم
تیری رحمت پر ہے تیری مہربانی پر گھمنڈ

شمع محفل شامت آئی ہے تری خاموش ہو
دل جلوں کے سامنے آتش زبانی پر گھمنڈ

عاشق و معشوق اپنے اپنے عالم میں ہیں مست
واں نزاکت پر انہیں یاں ہے ناتوانی پر گھمنڈ

تو بھی کلمہ تراشیدہ کے چھوڑوں اے صنم
زاہدوں کو [illegible] تسبیح خوانی پر گھمنڈ

گور میں کہتی ہے عبرت قیصر و فغفور سے
کیوں نہیں کرتے ہو اب صاحب قرانی پر گھمنڈ

ہے یہی تاثیر آب خنجر جلاد میں
چشمۂ حیواں نہ کر تو اپنے پانی پر گھمنڈ

غزل ۱۵۷	حالی پدر اجداد و آبا کے تفاخر کیا امیر ہین وہ نادان جنکو ہے قصے کہانی پر گھمنڈ	کیفت

بلبل قفس سے چھوٹ گئے تو آشیان نہ ڈھونڈ
وہ پھول خاک ہوگئے وہ بوستان نہ ڈھونڈ

کھانی ہون تجھکو میوۂ جنت جو بعد مرگ
دنیا کی نعمتون کا مزہ اے زبان نہ ڈھونڈ

بے یار دو جہان مین نہین چین ای مسیح
ہم جستجو یہان نکرین تو وہان نہ ڈھونڈ

مثل خلیل کھانا اکیلے تو کوئی شے
ہان غم اگر نصیب ہو تو مہمان نہ ڈھونڈ

شاہ و گدا میان کفن دونون ایک ہین
کمل جو ہے تلاش ملے سینیان نہ ڈھونڈ

کنعانیون کو رتبۂ یوسف کہان نصیب
خوشبو ہر ایک پھول مین ای باغبان نہ ڈھونڈ

دشمن سے بچگیا تو اجل سے مفر کہان
اس گنبد سپہر مین جائے امان نہ ڈھونڈ

ای نالۂ رسا تو پہونچ گوش یار تک
تحت الثری نہ ڈھونڈ پرے لامکان نہ ڈھونڈ

سرخی نہ آئیگی مرے چہرہ پہ ای طبیب
یہ کشت زعفران ہے یہان زعفران نہ ڈھونڈ

کہلائے حق شناس جو رتبہ شناس ہو
ہر سنگ راہ مین تو نشان تبان نہ ڈھونڈ

بے عشق یار دیر و حرم کا نہ قصد کر
گمراہ ہو سکے راہ مین سنگ نشان نہ ڈھونڈ

روشن کیا ہے [illegible] تو نے چراغ تخیل
راحت سوائے خانۂ پیر مغان نہ ڈھونڈ

غزل ۱۵۸	ردیف ذال معجمہ	ذوق

خرد و قتل سوا [illegible] شکن کا کاغذ
ہے [illegible] روح کو آزادی تن کا کاغذ

کیا کرو خانہ [illegible] کا کوئی دعوی ملک
نام پر کسکے ہے اس قصر کہن کا کاغذ

یون اسیران قفس تک کوئی پہونچا گل تر — جیسے غربت مین شگفتہ ہو وطن کا کاغذ
مہر وہ کرتا ہی نامے پہ مجھے آتی ہی رشک — ہائے یون چوسے لعاب اُسکے دہن کا کاغذ

غزل ۱۵۹ — نسیم

ذوق دل سوختہ دیوان لکھے اپنا خاک
متحمل نہین گرمئ سخن کا کاغذ

چاہیے سب سے حسینون کا ہوا اچھا تعویذ — تیرے بازو پہ بندھے مس قمر کا تعویذ
جو کہون وہ نکرین عذر و قابل آسمین — دوستو لاؤ جو میرے لیے ایسا تعویذ
جو ارادے ہین طبیعت کو وہ سب ہین معلوم — کہتے ہین ہنس کے نہ باندھینگے یہ تیرا تعویذ
یہ تو اک پارۂ دل ہی جو مرے ہاتھ مین ہے — بدگمانی سے اسے آپ نے سمجھا تعویذ
عوض ظلم کوئی رحم بھی کر اے گلچین — قبر بلبل پہ ہو برگ گل تر کا تعویذ

غزل ۱۶۰ — ناسخ

دہی باندھے جو ذرا داغ چھپانیکو نسیم
میرے بازو پہ مرے یار نے سمجھا تعویذ

قابل نامۂ محبوب کہان یان کاغذ — ذرزری مین نہین ممکن ہی زرافشان کاغذ
میرے مکتوب کو تم پھاڑ کے پھینکا نکرو — کہ اٹھا لیتے ہین رستون سے مسلمان کاغذ
پردۂ چشم حقیقت مین ہی یا پردۂ دل — گرچہ ہی دید[illegible] کو نامۂ جانان کاغذ
لگ گئی پیٹھ مری ہجر مین یون بستر سے — جسطرح وصلی مین کاغذ سے چپان کاغذ

غزل ۱۶۱ — آتش

صورت برگ خزان دشت جنون مین ناسخ
میرے دیوان کے رکھتے ہین پریشان کاغذ

زور بازو ہی تو بازو کا مین سمجھا تعویذ — بس ہی انسان کو تقدیر کا لکھا تعویذ
دشمن و دوست پس مرگ بنینگے نگین — نقش حب کا ہی مری سنگ لحد کا تعویذ

دل سے دشمن سے رہی جنگ ہمیشہ درپیش | نہ زرہ پہنی کبھی مین نے نہ باندھا تعویذ
مجھکو تکلیف نہ کیونکر کرین اُن آنکھون کے جام | ہوے سر ابر سیہ برق ستمگر تعویذ

غزل ۱۶۲ — امیر

نہیں ٹلتی کسی صورت سے بلاے مُبرم
ڈھونڈھے کس واسطے آتش کوئی گنڈا تعویذ

کیا روکے قضا کا وار تعویذ | قلعہ ہے نہ کچھ حصار تعویذ
یان جیب کے تو پانچ چار تعویذ | وان نقش لگے ہین ہزار تعویذ
دونون سے نہ درد دل مٹایا | گنڈے کا ہے رشتہ دار تعویذ
پی جائینگے گھول کر کے اب | ہے نقش نہ خاکسار تعویذ
اے ترک ٹلین بلائین سر سے | اک تیغ کا خط ہزار تعویذ
اکسیر کا نسخہ اسکو سمجھون | لکھوے جو ترا غبار تعویذ
ہے مار سیاہ اسکی چوٹی | ہے سانپ کا زرنگار تعویذ
قاتل نے لکھا جو کوئی پرزہ | سمجھا مین جگر فگار تعویذ
کیون رشک سے دل جلے نہ میرا | ہو اُس سے جو ہمکنار تعویذ
بازوی صنم کہان تو | اللہ رے ترا وقار تعویذ
کھلکے وہ شہ آئے فاتحہ کو | دیکھا جو سر مزار تعویذ

مجمع ہے امیر کی لحد پر
میلے کا ہے اشتہار تعویذ

غزل ۱۶۳ — داغ

ہین میرے گلے کے ہار تعویذ | اک درد جگر ہزار تعویذ
کھینچی ہین زمین پر لکیرین | یون لکھتے ہین خاکسار تعویذ

دشمن مرے زہر گھولتے ہین — اور مونس و غمگسار تعویذ
قرطاس فلک جو مجکو ملتا — لکھتا پئے حبّ یار تعویذ
پردے مین قبا کی ہے تصویر — سینے پہ ہے آشکار تعویذ
آیا دم نزع بھی جو قاصد — لیجائیگا خط یار تعویذ
دیکھا نہین نقش دل سا کوئی — چلتا ہوا سحر کار تعویذ
جوڑا جو کھلا تو کھل پڑا دل — ہم سمجھے تھے اے نگار تعویذ

تسخیر پری کے واسطے داغ
لکھتا ہون مین بار بار تعویذ

غزل ۱۶۴ — **کیف**

پھر بہار آئی غذا کی نعمتین کیا کیا لذیذ — سونگھیے گل پیجیے مے کھائیے میوا لذیذ
بوسۂ سیب ذقن بھی یار کا دلواے گا — صبح اٹھکر روز کھلواتا ہے جو کھانا لذیذ
خوبرویون سے نکو نکر نیک سیرت خوب ہون — پھول کیا کیا بدمزا ہوتی ہین پھل کیا کیا لذیذ
کر رہا تھا اسطرح اک تارک لذات آج — [illegible] سے نظر آیا غم فردا لذیذ
کچھ نہ پچھئے حوران جنت چاہیے — لیجیے بازار ہستی سے کوئی سودا لذیذ
خون دل پینے کی [illegible] — کیا غذا [illegible] لذیذ

سچ تو یہ ہے لذت [illegible]
آج تک کھایا نہین [illegible] لذیذ

غزل ۱۶۵ — **تسلیم**

ہاے ملّانے یہ کیسا لکھا الٹا تعویذ — غیر کو [illegible] کیلیے جو باندھا تعویذ
بھیجون کیا خط کہ عدو بغض و عداوت کیلیے — خون سے میرے کبوتر کے لکھیگا تعویذ
آئے وہ دوڑ کے جب دیکھنے سنکر تب یاب — ہوگیا دل کے لیے دل کا تڑپنا تعویذ

کاٹ لینے دو گلا تم شوق سے گھبراؤ ہو / بلکہ رقص نیم بسمل کا تماشا دیکھکر

ق

سب تمہارے رہنمان نظر ہمین تھے ناصح نپوچھ / کیا کہون ہمین عشق ہوا کیا سوچکر کیا دیکھکر

جب نقاب اُٹھی مری آنکھون پہ پردہ پڑ گیا / کچھ نہ سوجھا عالم اُس پردہ نشین کا دیکھکر

دشمنی دیکھو کہ تا الفت نہ آجائے کہین / لے لیا منھ پر دوپٹہ حال میرا دیکھکر

کر دیا خاک آپکو اُس بت کے در پر ہای ہای / جل گیا جی لاش کو مومن کی جلتا دیکھکر ؂

غزل ۱۹۸ — ذوق

کل گئے تھے تم جسے بیمارِ ہجران چھوڑکر / چل بسا وہ آج سب ہستی کا سامان چھوڑکر

جب چلا وہ مجھکو بسمل خون مین غلطان چھوڑکر / کیا ہی پچھتاتا تھا مین قاتل کا دامان چھوڑکر

سرد مہری سے کسیکے آگئے ہی دل سرد تھا / بیانسے ہٹ جا دھوپ ہے ابر باران چھوڑکر

دیکھیے کیا ہو کہ ہے اب جان کے پیچھے پڑی / دلکو اے کافر تری زلفِ پریشان چھوڑکر

اے دل اُسکے تیر کے ہمراہ سینے سے نکل / ورنہ پچھتائیگا تو یہ ساتھ نادان چھوڑکر

سُرخ جیسے پان دیکھلے زاہد جو دندان پر ترے / اُٹھ کھڑا ہو ہاتھ سے تسبیحِ مرجان چھوڑکر

گر خدا دیوے قناعت ماہ یکہفتہ کی طرح / دوڑے ہی ساری کبھی آدھی نہ انسان چھوڑکر

ہووے میرا ہی لہو مانی جو لب اُس شوخ کے / کھینچے تو شنگرف سے خونِ شہیدان چھوڑکر

مین وہ ہون گمنام جب نقش نگین نام آیا مرا / رہ گیا بس نقشِ قدرت جگہ دان چھوڑکر

اہلِ جوہر کو وطن مین رہنے دیتا گر فلک / لعل کیون اس رنگ سے آتا بدخشان چھوڑکر

شوق ہے اسکو بھی طرزِ نالۂ عشاق سے / دمبدم چھوڑی ہے منھ سے دودِ قلیان چھوڑکر

دل تو لگتے ہی لگیگا حوریانِ عدن سے / باغِ ہستی سے چلا ہون ہای پریان چھوڑکر

گھر سے بھی واقف نہین اُسکے کہ جسکے واسطے / بیٹھے ہین گھر بار سب ہم خانہ ویران چھوڑکر

وصل مین گر ہو دی مجہکو رویت ماہ رجب — روی جانان ہی دیکہون مین تو قرآن چہوڑکر

غزل ۱۶۹ — اندنون گرچہ دکن مین ہی بڑی قدر سخن / کون جاے ذوق پر دلی کی گلیان چہوڑکر — نسیم

عضو تن میرے دہکتے رہے اخگر ہوکر
پرورش روح نے پائی ہی سمندر ہوکر

مختصر ہوگئے دکہا لطف درازی ہی شب
میری آغوش مین آجا شب محشر ہوکر

کیسا پایا قفس تنگ الہی توبہ
طائر روح رہا جسم مین بے پر ہوکر

ہاتہ بڑہ بڑہ کی پڑی پر نہ جہری قاتل
رہ گئے زخم جگر حد مقدر ہوکر

روح بہی کوئی دلہن تہی کہ مرے قالب سے
منہ چہپائے ہوے نکلی تہ خنجر ہوکر

غیرت آتی ہی شب ہجر مین مرنے سے مجہے
بیچ دیتی ہی اجل طعنۂ دلبر ہوکر

پڑ گئی حیثیت تو اتنا نہ خفا ہو واعظ
مہر رہیگی تری آغوش مین دختر ہوکر

خواہش وصل سے خط پڑہتے کو قاتل نہ ملا
بیٹہے الفاظ سے الفاظ مکرر ہوکر

موت شرما گئی کیونکہ مجہے دیتی سے
صاف پہر جاؤنگا مین وعدہ سے ابتر ہوکر

آب شمشیر سے محروم نہ رکہہ ای قاتل
سوکہے جاتے ہین لب زخم مرے تر ہوکر

تہنیتین کرتے ہین آئی نہین اللہ اللہ
نیند بہی یار ہوئی آنکہہ سے باہر ہوکر

مضطرب تہا دم تجویز مصور صانع
رہ گیا مصرع ابرو جو مکرر ہوکر

ذبح کے بعد بہی کم حسرت دیدار نہو
گہورتے رہے قضا دیدۂ جوہر ہوکر

بوسے گر ہمنے لیے ہین تو دیے ہی تجہکو
چہٹ گئے آپکے احسان سے برابر ہوکر

سر کٹا کر تجہے دکہلائینگے جلوے قاتل
شمع بنجائینگے ہم قامت بے سر ہوکر

گلخنی کبہی بستر پہ بسر کی ہی نسیم
شکل خم مثل سبو صورت ساغر ہوکر

جب گھر بنا لیا ترے در پر کہے بغیر
جانیگا اب بھی تو نہ مرا گھر کہے بغیر

کہتے ہین جب رہی نہ مجھے طاقتِ سخن
جانون کسیکے دلکی مین کیونکر کہے بغیر

کام اُس سے آ پڑا ہے کہ جسکا جہان مین
لیوے نہ کوئی نام ستمگر کہے بغیر

جی مین ہی کچھہ نہین ہے ہمارے وگرنہ ہم
سر جاے یا رہی نہ رہین پر کہے بغیر

چھوڑونگا مین نہ اُس بتِ کافر کا پوجنا
چھوڑے نہ خلق گو مجھے کافر کہے بغیر

مقصد ہی ناز و غمزہ ولی گفتگو مین کام
چلتا نہین ہی دشنہ و خنجر کہے بغیر

ہرچند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو
بنتی نہین ہے بادہ و ساغر کہے بغیر

بہرا ہون مین تو چاہیے دونا ہو التفات
سنتا نہین ہون بات مکرر کہے بغیر

ظفر	غالب نکر حضور مین تو بار بار عرض ظاہر ہے تیرا حال سب اُنپر کہے بغیر	غزل ۱۷۰

دفورِ گریہ نے چشم پر آب کے اندر
دکہایا ہمکو سمندر حباب کے اندر

نگاہِ مست مین ساقی کے ہی جو کیفیت
بھلا کہان ہی وہ مستی شراب کے اندر

برنگ شعلۂ فانوس ہو نہ پوشیدہ
تمہارا عارضِ روشن نقاب کے اندر

ذرا بچشم حقیقت ہو گرم نظارہ
وہی ہی ذرّے مین جو آفتاب کے اندر

اگرچہ صاف ہی دل سادہ لوح پر لیکن
جو دیکھا ہمنے نہ دیکھا کتاب کے اندر

کہان ہی سینے مین پیکان کہ وہ ٹوٹا ہی
چھپا ہوا دل پر اضطراب کے اندر

ناسخ	ہمارے آنسوؤنمین یون ہی رازِ عشق ظفر کہ جسطرح سے ہو خوشبو گلاب کے اندر	غزل ۱۷۱

نہین ہی سبزۂ خط عارضِ محبوب پرفن پر
ہوئے ہین جمع پروانے یہ آکر شمع روشن پر

کیا کیون عشق ابرو چھوڑ کر جاؤن حرم سے | نہیں شمشیر قاتل یہ وبال اسکا ہی گردن پر
نگاہ کر آنکھ نظارہ میں نہ کر سکتا ہیں ور | گمان ہی چشم دربان کا در جانانگی روزن پر

میں وہ شوریدہ سر دیوانہ تھا جو بعد مردن بھی | چڑھا جاتے ہیں پتھر لوگ آ کر میری مدفن پر
خبر ہی جان تن کی صید گاہ عشق میں کسکو | جگر ہی محو ناوک پر نظر ہی ناوک افگن پر

رہا جو زندگی بھر عشق مجکو خوش نگاہ ہو نگا | چڑھا جاتے ہیں آہو اپنی آنکھیں تیر افگن پر
تجھی سی عشق ہی سو دیکھتا ہی تیری صورت کو | عبث باندہی ہی تہمت بت پرستی کی برہمن پر

گرہی تہے ایک دن دو چار آنسو چشم جانان سے | بجائی سبزہ نرگس پہولتی ہی میرے مدفن پر
تصور بعد مردن بھی جو ہی اک روئے تابان کا | تو گنبد کی عوض ہی برج خورشید اپنی مدفن پر

نہیں اس خوف سی ہوتا میں قتیل غیر پر راضی | نہ لگ جائی کہین اسکا لہو قاتل کے دامن پر
ہمارا ہی نہ زخم کے نظارہ کی کتاب ہے اسکو | تو اہی جراح پہلے باندہ پٹی چشم سوزن پر

ہوا ہون صدمہ بیداری شبہای ہجران سے | کبھی سبزہ بھی خوابیدہ نہو گا میری مدفن پر
ہمارے ہاتھ سے دامن جھٹک کر تو گیا جس دم | گریبان آرہا بس ایک ہی جھٹکی میں دامن پر

تری چلمن تو ہی فانوس تو ہی شمع کافوری | گرین کیونکر نہ پروانے ہزارون تیری چلمن پر
تپ غم سے ہوا یہ حال ہی اے تیری فرقت میں | کہ گندہ ضعف سی طوق گران ہی میری گردن پر

غزل ۱۵۲ — آتش

اگر ہوتا ہی اک دانہ بھی اسمین میری قسمت کا
فلک بجلی گرا دیتا ہی ناسخ میرے خرمن پر

دم نکلتا ہی نگاہ چشم مست یار پر | نشہ کا ڈورا بلائی جان ہی اس تلوار پر
خوشنما ہی چہرہ محبوب پر زلف سیاہ | عالم اک کہلاتی ہی کالی گھٹا گلزار پر
چھیڑ سکتا ہی کوئی ابرو کو شانہ شل زلف | ہاتھ پھر سکتا ہی تیغ تیز کی کب دھار پر

کھینچتا ہے آپکو دور استغنا کیون آفتاب	سایہ کیا سورج مکھی کا ہے کسی رخسار پر
کیا کرون پست و بلند راہِ الفت کا بیان	جا بین اک پاؤن ہے اک پاؤن ہے تلوار پر
صرصری سمجھو نہ سیری آہ کیا ہے سرکشو	پھونک ہی دیگی گریگی جب یہ بجلی خار پر
شرم سے وہ سر نہ گئین آنکھین جیسی کی جھکی نہین	رات بھاری ہو گئی ہے صرف بیمار پر

غزل ۱۷۳	خود غلط ناحق ہوئے تعلّی انا الحق سے ہلاک جو رکب منصور بن سکتا ہے کھنچکر دار پر	خلیلی

جبین پہ غصے سے پڑ گئی چین پھر الین آنکھین بھوین چڑھا کر

دہن کا بوسہ جو اُسسے مانگا بگڑ گئے صاف منہ بنا کر

بسر کی عصیان مین عمر ساری بتون سے در پردہ دل لگا کر

الٰہی توبہ الٰہی توبہ گناہ کیے مین چھپا چھپا کر

کسی طرح سے نہ کی صفائی خجل ہوئے آئنہ دکھا کر

ملایا مٹی مین سادہ رونے کدورتون کو بڑھا بڑھا کر

مگر تصور بتون کا دل مین محل تو بہ سے کچھ جدا کر

خلیل کعبے مین [illegible]

سوالِ دیدار پر صنم نے سنائی پہ سون ہی لن ترانی

کیا ہے ہمسنگ طور ہمکو [illegible]

الٹتی ہے پاؤن سے یہ ہر دم الجھتی ہر سوت [illegible]

اسیر زنجیر خود ہوے ہو تم اپنی زلفین بڑھا بڑھا کر

بلا ہے سایہ بھی ان بتون کا خدا بچا سے ہر اک بشر کو

پری کو دیوانہ چٹکیوں میں بناتے ہیں یہ اٹھا اٹھا کر

ہوئی ہو مدت میں وصل کی شب نہ حشر تک ہو سحر خدایا
گلوں میں آہیں جھکا کے سر کو خدا سے تو اے صنم دعا کر

بتوں کو بھی بد نہ کہیے واعظ خدائی گر آپ جانتا ہے
نکال حرف دوئی نہ منہ سے خدا خدا کر خدا خدا کر

کبھی جو صید افگنی میں اسکا مزاج شوخی پہ آگیا ہے
بھگا دیا ہے غزال صحرا کو اسنے آنکھیں لڑا لڑا کر

پڑے ہیں کیسے جہان میں غافل برنگ عمر رواں نہ ٹھہرے
کہاں گئے بے خبر ہیں اکثر سفر کی منزل میں خوف کھا کر

کبھی جو اس بت کو وصل کی شب کیا ہے ایما ہے بادہ خواری
کہا کہ بس بس بہک نہ اتنا خدا کا ڈر بندۂ خدا کر

حجاب بیجا ہے وصل کی شب نقاب اُلٹئے شراب پیجے
ہماری سنئے کچھ اپنی کہیے لپٹئے اب مجھ سے منہ ملا کر

حسینوں میں حسن مثل جوہر گلوں میں بو سنگ میں ہے آتش
کیا ہی عالم کو تو نے حیران ہر اک میں جلوہ دکھا دکھا کر

دل حزیں نالہ کش ہو کیونکر کہ محو ہے چشم سرمگیں کا
ہمارا ناقوس اے برہمن ہوا ہے خاموش سرمہ کھا کر

قریب ہے اب جو مرگ ایدل رہے نہ داغ الفت بتان کا
سنا ہے سوتے ہیں لوگ اکثر چراغ جلتا ہوا بجھا کر

عجب طرح کا ہی خواب شیرین کہ نام رکھا ہے مرگ جسکا
کبہی نہ چونکا عدم مین کوئی جگایا شاہ نہ ہلا ہلا کر

دل پر آتش کو آپ میرے نکال دین زلف پر شکن سے
نہ رکھیے ہندو کے خزانے مین تو خزانا ہوا چھپا کر

چمک ہے دانتون کی اس پری کی مثال برق تجلیٔ طور
چراغ خجلت سے گل ہوا جب دکھائی بتیسی مسکرا کر

جہان ہندوستان مین تو نے بہت سی کی سیر بت پرستی
خلیل کعبہ مین چلکے یان سے بس اب کوئی دن خدا خدا کر

غزل ۱۷۴ خلیل

ظلم کرتا ہے حسن یار بلا کو ہو کر	دل لگی سب کو ہے تمسا اگر کہتی ہو کر
اپنی ہستی کو مین رو رو کے مٹاتا ہون ہو	ابر کسطرح فنا ہوتا ہے اشک ہو کر
آپڑی جب کمر یار پہ وہ زلف سیاہ	گم ہوا زلف مین وہ تار کمر ہو ہو کر
شل ہوئے ہاتھ میرے پر وہین ابر دماغ	عشقبازونکے اثر آئی ہین گلو ہو کر
نقش پر بھی دکھائی وہ اگر منہ اپنا	گر پڑون پاؤن پہ مین سایۂ گیسو ہو کر
گہورتا ہون جو مین حسرت سے پسینہ چشمونکو	بہاگ جاتے ہین مجھے دیکھکے آہو ہو کر
آنکھین آہن کی تلی رہتی ہین جو شہر نرگی	حوصلہ شیر کا رکھتے ہین یہ آہو ہو کر

غزل ۱۷۵	کوئی بلبل نہ کسی پھول کا شیدا ہو خلیل گل کے پردے مین رہے وہ نہ اگر لو ہو کر	وزیر

ذرا تو دیکھ لے وہ ہمکو آ کر	کوئی دم اور بھی اے دم وفا کر

اگر پوچھے وہ بربادی ہماری
صبا کہدیجیو کچھ خاک اڑا کر

ہزاروں ہوگئے ٹکڑے گریبان
چلے اس نازنین سے دامن اٹھا کر

جو کہتا ہون ترا بیمار ہو مین
تو کیا کہتا ہی کچھ اپنی دوا کر

مین وہ بیمار ہون برگشتہ طالع
اجل پھر جائیگی بالین تک آ کر

گریبان صبح محشر نے کیا چاک
قیامت کی ہی کیا قامت دکھا کر

جو وان کا چھوٹ کے جانا یاد آیا
تو کیا رونے لگے ہم منھ چھپا کر

یہ یاد آئی ہی کسکی اچھلا پاہٹ
جو گر پڑتی ہی بجلی تلملا کر

جو یاد آیا ہمیں محراب ابرو
کئی سجدے کئے سر کو جھکا کر

نہین اٹھنے کے قاتل کی گلی سے
کہ ہم بیٹھے ہین سر سے ہاتھ اٹھا کر

ترا گیسو بہت بل کر رہا ہی
بگاڑا تو نے ظالم سر چڑھا کر

مین یہ سمجھا دعا دیتا ہی مجھکو
لگا جب کوسنے وہ ہاتھ اٹھا کر

غزل ۱۷۶

ذرا اب تابکجا بت پرستی
کسی دن تو بھلا یاد خدا کر
شاد

ٹپکتی حسرتین چشموں سے ہین اشک رواں ہوکر
نکلتے ہین دلی ارمان مرے منھ سی فغان ہوکر

یہ نرمی سخت گیروں مین گئی رطب اللسان ہوکر
بسر کی عمر بھر بتیس دانتوں مین زبان ہوکر

خموشی مانع گفتار ہی قفل دہان ہوکر
اشاروں سے سخن کرتا ہون گونگے کی زبان ہوکر

بہم نظارہ بازی ہو جو بدنامی سے ڈرتی ہو
اک آئینہ رہی دو ہو کی ٹٹی درمیان ہوکر

یتیمان ازل پہونچے نہ ایام جوانی کو
پھرے کوئی نہ طفل اشک مردم نوجوان ہوکر

وہ مجنون ہون ٹھہرتا ہون جو سایہ مین درختون کے
ٹپکتے ہین ثمر شاخون سے سنگ کودکان ہوکر

غزل ۱۷۸ رند

تو گرفتار قفس آمادہ ہین فریاد پر	ناگوار اگر نہ گذرے خاطر صیاد پر
عیش مین مشغول ہی شیرین تو کیا حسرت کیجیے	کام اپنا کر چکا تیشہ سر فرہاد پر
مر کے چھوٹینگے قفس سے اُڑ کے جاینگے کہان	قابل پرواز اب اپنی ہین صیاد پر
آسمان ناحق کفن تونے دیا مرنے کے بعد	تہمت خلعت لگی مجھ عور مادر زاد پر
کوے الفت مین نکرنا داد خواہی کا خیال	یان زبان کے کاٹنے کا حکم ہی فریاد پر
مرگ غربت مجھکو بہتر ہے وطن کی موت سے	رونے والا کون ہے مجھ خانمان برباد پر

غزل ۱۷۹	خود فراموشی کے عالم مین ہی از خود رفتہ ہر الغرض بھولا ہوا ہے رند تیری یاد پر	امیر

نہ کور باطن ہوا ے برہمن ذرا تو چشم تمیز وا کر
خدا کا بندہ بتون کو سجدہ خدا خدا کر خدا خدا کر

جو اُٹھ کے پہلو سے انجمن مین وہ دور بیٹھے ہین مجھسے جا کر
تڑپ نے درد جگر کے دل کو ٹپک دیا ہے اٹھا اٹھا کر

ہوا سوا ہمکو جوش وحشت چمن مین روز بہار جا کر
گلون نے ہنس ہنس کے مار ڈالا رو یا غنچون نے مسکرا کر

وہ مست ہین ہم کہ پاؤن اپنے ٹکے ہین عرش برین جا کر
کبھی جو چوکھٹ پہ میکدے کے گرے ہین نشہ مین لڑکھڑا کر

قدم کو لغزش زبان کو لکنت ہی رعشہ ہاتھون کو سر کو جنبش
کدھر گئی ہاے نوجوانی ان آفتون مین ہمین پھنسا کر

جو آنکھ کھولی تو کچھ نہ دیکھا سحر کو سن سان سب سرا تھی
ہوا ہے میرا ابیون سے آشنا کہ ساتھ لیٹے مجھے جگا کر

نہ بھول اس زندگی پہ غافل نہیں ہے کچھ اعتبار اسکا
کہ راہ لیگی یہ اپنی اکدن عدم کا رستہ تجھے بتا کر

چمن ہے کشتوں کا تیرے مدفن یہ لالہ و گل نہیں شگفتہ
صبا نے گویا کہ تربتوں پر چراغ روشن کیے ہین لا کر

نہین ہے کوئی جہان مین باقی چلیگی اب تیغ ناز کسپر
مگر ترے قتل گہ مین لائین مسیح مردے جلا جلا کر

اسیکا ہے رنگ یاسمین مین اسیکی بو باس نسترن مین
جو کھٹکے پتا بھی اس چمن مین خیال آ وا زِ آشنا کا

جو آئنہ ہو تو ٹوٹ جائے جو آنکھ ہو وہ تو پھوٹ جائے
خدا نہ منہ تیر کا دکھائے فروغ عارض ترا دکھا کر

سخن وروں سے معاملے مین سواے ذلت حصول کیا ہے
چمن مین بیٹھے جو ہمسے بلبل تو ہنس پڑین پھول کھلکھلا کر

یہ کسکی تیغِ جفا کا یارب ہر ایک دلپر ہے رعب غالب
ہلال کی ہے خمیدہ گردن سپہر چلتا ہے سر جھکا کر

شبیہ مد نظر ہے کسکی کہ کوئی پوری نہین اترتی
مٹا دیے صانع ازل نے ہزار دن نقشے بنا بنا کر

جواب رکھتی نہین ہین اپنا فسون گری مین تمھاری آنکھین

فریب دیتے ہیں اک جہان کو سنئے شنئے شعبدے دکھا کر
عبث ہی مغرور تجھکو نخوت نہیں غریبوں کو تیری پروا
خدا ہی ہر مور ناتوان کا جو تو سلیمان ہے تو ہوا کر
یہ ظلم سارے ہیں چند روزہ ہی ایک دن انتقام کا بھی
امیر حام گرم کرلیں فقیر کا جو پڑا اجلا کر
خیالِ گیسو میں دل ہمارا جو آج کی شب الجھ رہا ہے
کہاں سے لایا ہے پالا آہی یہ گھر میں کالی بلا لگا کر
خدا ہی باندھے ہوا کچھ ایسی کہ دل ہو اس گرم خو کا پانی
کیا ہے لوگوں نے آگ اسکو لگا لگا کر بجھا بجھا کر
عیاں جو سرخی شفق کی دیکھی ہمارے دلکو ہوا یہ دھوکا
ترے شہیدوں نے ترک گردن ہو ہی شغل لہو لگا کر
نکیر و منکر جو آئینگے اب تو راہ بھولیں گے سب یقیناً
ہماری تربت پہ اقربا نے کیا ہے اندھیر خاک اڑا کر
نبی نے چھوڑا جہاں میں قرآن نہ سمجھے کوئی تو خود دینا کی
قصور رہبر کا ہے ہو جو اندھا گئے خضر راستہ بتا کر
طبیب سے کوئی جا کے کہدے دوا کی ہی فکر تجھکو بیجا
یہ درد دل ہی علاج کیسا خبر ہے کچھ ہوش کی دوا کر
بجا ہی چاہ ذقن کو تیرے کہے اگر خلق چاہ زمزم
حریف جیتے ہیں آکر اسی کنوئے میں نہا نہا کر

بہار آئی چمن مین ساقی ہمین بہی کر دور جام سے خوش
نسیم گلشن لٹا رہی ہے گلون کو کیا کیا ہنسا ہنسا کر
رقیب نے تیرے گہر سے ہمکو صنم نکالا اگر نکالا
زمین پہ آئے جنان سے آدم فریب شیطان سے چلا کر

غزل ۱۰۰	امیر میری رگ گلو کو یہ تیغ قاتل کی آرزو تھی ملے وہ آکر جو بعد مدت تو خوب روئے گلے لگا کر	داغ

وہ نازک کہ جامے سے باہر نکلکر
تھکے اسطرح جسطرح کوئی چل کر

رکھون کا ٹکر ہاتھ قاصد کے دلپر
کہ آئے کہین چار باتین سنبھل کر

مری تشنگی دیکھکر روز محشر
چھلک جائیگا آب کوثر ابل کر

محبت نے جب کی مری دستگیری
مقدر نے رو رو دیا ہاتھ مل کر

خدا اٹھنے دیا دل نے اوس انجمن سے
کیا قصد سو بار زانو بدل کر

لکہا خط مین جب انکا انقاب مین نے
قلم حرف مطلب پہ آیا بہسل کر

مرے دل کو باتون مین بہلائے رکھنا
قیامت کریگا یہ فتنہ مچل کر

ہوے ایک دیر و حرم کے مسافر
کچھ اس راہ چلکر کچھ اوس راہ چل کر

رہ عشق کی ٹھوکرین ہمسے پوچھو
کہ سنبھلے ہین گر گر گرے ہین سنبھل کر

شب ماہ کا لطف اے شیخ جب ہے
کہ ہالہ بنے تیری پگڑی اچھل کر

گناہون سے میری یہ کانپے فرشتے
کہ اعمال نامہ لکھا خط بدل کر

غزل ۱۰۱	ہوئی بے اثر سعد وفہری تبون کی نہ ٹھنڈے ہوے حضرت داغ جل کر	کیف

دربار آج گو ہے ترا زور و شور پر — آئیگا کل کوئی نہ لب مرگ گور پر
کندہ کیا ہے ہمنے یہ رستم کی گور پر — مغرور آدمی نہو بازو کے زور پر
اللہ رے عشق دید رخ یار دیکھنا — آنکھیں چڑہا دین قیس نے لیلے کی گور پر
بہجائینگے گنہ خس و خاشاک کی طرح — بحر کرم ترا ہے بہت زور و شور پر
نعمت سے تیری سیر قوی و ضعیف ہین — یکسان تری نظر ہے سلیمان و مور پر
محشر مین یہ کہونگا خدائے کریم سے — کیا کیا گنہ کیے تری رحمت کے زور پر
وہ پہول بہی جنہین کہ نزاکت سے بار تہے — کانٹے کمر کمر ہین پڑے انکی گور پر
اپنا مآل کار ہمین یاد آگیا — بہولے سے پڑ گیا جو کبہی پاؤن گور پر
روتے ہین میری قبر پہ آکے خوبرو — پژمردہ پہول ہوتے ہین چڑہ چڑہ کی گور پر
وہ دن کی زندگی ہی بسر کر ملاپ سے — جاتا ہی کون بعد فنا کسی کی گور پر
وہ دیو کیا ہوے وہ پریزاد کیا ہوے — چیونٹی ہی اب نہین ہی سلیمان کی گور پر
آتے ہی خط کے آپ تو جوبن سے ڈہل چلے — اب بل کریگی زلف دوتا کسکے زور پر
ہی حیف مین چشم یار سے دل کیجیے طلب — تہمت لگائیے اسی شاہین چور پر
واعظ مجہے تو بادہ کشی سے نہ منع کر — کی ہی حرام آگ کسی نے چکور پر

تسلیم	صدہا عزیز سیکڑوں احباب مر گئے ای کیف چل کے روئیے کس کس کی گور پر	غزل ۱۰۲

یہی رہتا ہی دل مین دل سمجہکر — مٹایا مجہکو بیجا اصل سمجہکر
یہ تلچہٹ اور ہم قدرت خدا کی — ذرا اے ساقیے محفل سمجہکر
ہر اک ذرہ ہی چشم قیس لیلی — اٹہا تا پردہ محمل سمجہکر

ہر روح کو ہوس کہ نہ چھوڑے بدن کا ساتھ
غربت پکارتی ہے کہ غافل وطن کو چھوڑ

کہتی ہے بوے گل سے صبا آ کے صبحدم
اب کچھ ادھر ادھر کی ہوا کھا چمن کو چھوڑ

تلوار چل رہی ہے کہ یہ تیری چال ہے
او بت خدا کے واسطے اس بانکپن کو چھوڑ

بندہ ترا ہوا ہے خدا کو وہ چھوڑ کر
اے بت امید خیر نہ رکھ برہمن کو چھوڑ

عریان محض مجھکو نہ کر کچھ خدا سے ڈر
چادر تو اے فلک کوئی میرے کفن کو چھوڑ

یاں سواے حق ہے کسی کا کہاں وجود
باتیں خودی کی خوب نہیں ما و من کو چھوڑ

راحت سے بیٹھ کوچۂ محنت سے ہاتھ اٹھا
اے دل ہوا سے زلف شکن در شکن کو چھوڑ

بسمل کو تیری تیغ سے کرتی ہے کیا جدا
دولہا سے کہہ رہی ہے قضا اس دلہن کو چھوڑ

غزل ۱۹۶

شاعر کو فکر شعر میں راحت کہاں امیر
آرام چاہتا ہے تو مشق سخن کو چھوڑ

کیفیت

ہفت آسمان ہو نہیں سکتے نظر کی آڑ
سینہ ہوا ہے تیر سے کیونکر جگر کی آڑ

داغوں نے یوں چھپائی دل زار کی بہار
بیٹھے ہوں جسطرح کمین میں بشر کی آڑ

دیوار بن کے درمیان میں ہیں گرد ملال کی
ہم ہیں ادھر کی آڑ تو وہ ہیں ادھر کی آڑ

مردوں کے واسطے ہے یہ ٹیکا کلنک کا
گھونگٹ ہو عورتوں کا جو نہیں سپر کی آڑ

ٹلنے کی جا نہیں تو تا بہ سحر مرا
منظور ہے جو آپکو اپنی کمر کی آڑ

پائے مجھے نہ موت بھی ہو ناتوان ہوں
حائل ہو درمیان میں جو پتلی کمر کی آڑ

پردے میں عاشقوں کے نہاں ہو دیا ہے سر
[illegible] کی آڑ

غزل ۱۷۷ مومن

ہے چشم بند تو بھی ہی آنسو رواں ہنوز
جی سرد ہو گیا ہی ولے دل تپاں ہنوز

مرہی گئے جدائی مین پردہ نشین کے پر
آیا نہین زبان پہ درد نہان ہنوز

ہم تیرہ بخت خاک مین بھی مل گئے ولے
کچھ کم نہین غبار دل آسمان ہنوز

روز جزا ہے قتل کا انکار کر کہ ہین
دامن پہ تیرے خنجر لہو کے نشان ہنوز

یان اپنا انکی چاہ مین مرنا یقین ہوا
وان اور ہی کسی کا ہے ... گمان ہنوز

مومن تو بند توڑ کے جو ہے ... ہنوز
دل سے نہین گیا ہے خیال بتان ہنوز

غزل ۱۷۸ مومن

ہجران کا شکوہ لب تلک آیا نہین ہنوز
لطف وصال غیر نے پایا نہین ہنوز

ای جذب دل وہ شوخ ستمگر تو یکطرف
پیغام لیکے بھی کوئی آیا نہین ہنوز

یہ اہتمام جور سے کیا تو نے ای فلک
انداز غفلت اس سے اٹھایا نہین ہنوز

واعظ ہمارے سامنے کرتا ہے وصف حور
سمجھا ہی اسنے جلوہ دکھایا نہین ہنوز

ہین خون گرفتہ یار و شفاعت سے فائدہ
صید اجل کسی نے چھوڑا یا نہین ہنوز

کیا سوز رشک کی دل اغیار کو خبر
دوزخ نے کافرون کو جلایا نہین ہنوز

ایسے ستم کیے کہ مرا جی بٹھا دیا
ہر چند سر فلک نے اٹھایا نہین ہنوز

ناصح رقیب سے ہی یہ آموز ترکین
پر مین نے تیرا حال سنایا نہین ہنوز

کیونکر مجھے گناہ زلیخا یقین آئے
دامن کو تیرے ہاتھ لگایا نہین ہنوز

انکی وہ فور عشق ستم مین ہے گفتگو
مومن وہ لب پہ ہائے خدایا نہین ہنوز

غزل ۱۸۹ غالب

نہ گل نغمہ ہون نہ پردۂ ساز
مین ہون اپنی شکست کی آواز

ہون گرفتارِ الفتِ صیاد
ورنہ باقی ہے طاقتِ پرواز

وہ بھی دن ہو کہ اُس ستمگر سے
ناز کھینچون بجاے حسرتِ ناز

مجھکو پوچھا تو کچھ غضب نہوا
مین غریب اور تو غریب نواز

اسد اللہ خان تمام ہوا
اے دریغا وہ رندِ شاہد باز

غزل ۱۹۰ آتش

جوش و خروش پر ہے بہارِ چمن ہنوز
پیتے ہین نوجوان شرابِ کہن ہنوز

برسون سے رو رہا ہون شب و روز متصل
رستے ہین مدتون سے مرے زخمِ تن ہنوز

رخسارِ یار پر نہین آغاز خط ہوا
دیکھا نہین ان آنکھون نے سورج گہن ہنوز

انجام کار کا نہین آتا خیال کچھ
غربت مین بھولے بیٹھے ہین یادِ وطن ہنوز

عالم اُن ابروؤن کی کجی کا جو ہے سو ہے
بل کھا رہی ہے زلفِ شکن در شکن ہنوز

غزل ۱۹۱ صبا

نچلا تو رہ کبھی فلکِ پیر چار روز
غمزے کی سے نہ اشترِ بے مہار روز

ہر روز عید نیست کہ حلوا خورد کسے
اے دل کجا حلاوتِ وصلِ نگار روز

کھاتے ہین داغ ہم چمنِ روزگار سے
لالے کی طرح پیتے ہین خونِ بہار روز

منظور کیا ہے صانعِ قدرت کو دیکھیے
بن بن کے کیون بگڑتے ہین نقش و نگار روز

ایما ہی عاشقون سے یہی چشمِ یار کا
وہ ترک ہی نہین جو نہ کھیلے شکار روز

مجھ رند کو بہت ہے یہ پھبتی کلال کی
مسجد مین جاے زاہدِ شب زندہ دار روز

غزل 192	اک دن ضرور گل ہی صبا شمع زندگی لایا جو آندھیاں یوں ہی دل کا غبار روز	امیر

کیا ہوش ربا ہیں تری تلوار کے انداز
سیکھی ہے یہ شاید تری رفتار کے انداز

اک جلوہ میں غش کر گئے ای حضرت موسے
ہوتے ہیں یہی طالب دیدار کے انداز

طوبی کے تلے برسوں ہی فردوس میں بیٹھے
پائے نہ ترے سایۂ دیوار کے انداز

کیا ناز ہیں صاحب تمہیں یکتاے جہاں ہو
دیکھو تو ذرا اور بھی دو چار کے انداز

بوسہ کوئی مانگے تو نہیں کہتے ہیں ہنسکر
انکار میں بھی صاف ہیں اقرار کے انداز

جب چوکڑیاں بھرتے ہوئے جاتے ہیں آہو
یاد آتے ہیں مجھکو تری رفتار کے انداز

انصاف تو فرمائیے کیونکر میں اٹھاؤں
ہر بار کے یہ ناز یہ ہر بار کے انداز

آنکھیں تہ خنجر بھی ہیں دیدار کی طالب
دیکھو تو ذرا طالب دیدار کے انداز

گھبرا کے مسیحا جو چلا ہے سوے گلشن
اچھے نہیں کچھ نرگس بیمار کے انداز

کس شوق سے ملتا ہے گلے خنجر قاتل
ظالم کی کھنچاوٹ میں بھی ہیں پیار کے انداز

غزل 193	کہتی ہے امیر اس سے اجل میری سرہانے اچھے نہیں عیسیٰ ترے بیمار کے انداز	داغ

جو دکھاؤ بھی نہ دیکھوں رخ پر حجاب ہرگز
یہ وہ آنکھ ہے کہ دیکھا نہیں جسنے خواب ہرگز

مرے کثرت گنہ کی کوئی حد نہیں رہی ہے
نہ غم عذاب مجھکو نہ غم حساب ہرگز

وہ ہی تیرا مصحف رخ اگر اسکو دیکھ پائیں
تو یہ کافر کتابی نہ چھوئیں کتاب ہرگز

اگر آپ مول لیتے تو تمیز نشہ ہوتی
ملے مفت کی جو زاہد وہ نہیں شراب ہرگز

نہ مزاج یار بدلا نہ مرا نصیب پلٹا
نہیں ای فلک ہمیشہ تجھے انقلاب ہرگز

میری مرنے سے ہی وہ خوش ہوا
جی گیا یون ہین رائگان افسوس

شکوۂ آزار ہجر کا جو کرون
سنکے کہتا ہے وہ کہ ہان افسوس

گل و داغ جنون کھلے ہی تھے
آگئی باغ مین خزان افسوس

کشتۂ روز ہجر کا اوسکے
مرگ کرتی ہے ہر زبان افسوس

بیوفائی ہوئی وفا کا سبب
غیر سے ہے وہ بدگمان افسوس

مرگ پر اپنی ناتوان کی ترے
دل سے آیا نہ تا زبان افسوس

موت بھی ہو گئی ہے پردہ نشین
راز رہتا نہین نہان افسوس

غزل ۱۹

تھا عجب کوئی آدمی مومن
مرگیا کیا ہی نوجوان افسوس

نسیم

کل چھری پائین گے جلتے ہین اسیران قفس
دیکھو مہمان قضا رات کو مہمان قفس

دے کہین رخصت فریاد انہین ای صیاد
تنگ آئے ہین بہت ہمبستہ مرغان قفس

لوریان گود مین لیکر جو قضا نے دی ہین
پاؤن پھیلائے ہوئے سوتے ہین مرغان قفس

مژدۂ چاک قفس کیا ہے اسیرون کے لیے
آنکھہ کھولے ہوئے بیٹھے ہین نگہبان قفس

برگ گل فرش قفس چاہیے کرنا صیاد
جی کو بہلاتے یون ہین کاش اسیران قفس

چھوڑ دے توڑ کے بازو کہین باہر صیاد
تنگ آتا ہے اٹھاتا نہین احسان قفس

مخلصی پا کے فراموش کیا مجھکو آہ
یاد آیا نہ احبا کو مین مہمان قفس

نیند آجائے اجل کی مرے افسانے سے
تا قیامت نہ کھلی چشم نگہبان قفس

غزل ۲۰

رنج عشرت سے نہین کم جو ہون احباب نسیم
مغتنم جان تو یہ صحبت یاران قفس

ناسخ

فصل گل مین گھر مرا ہوتا ہی ویران ہر برس
ایجنون آباد کرتا ہون مین زندان ہر برس

پھول لاتے ہین برابر سب گلستان ہر برس
پر ہماری داغ حسرت ہین دو چندان ہر برس

کیا گرہ دینے مین نادانی سے کرتی ہین خوشی
فی الحقیقت ہوتی ہی کم عمر انسان ہر برس

چھپتے جاتے ہین ستارے جسطرح سے صبحدم
کم ہوے جاتے ہین یا ہیچ مین دندان ہر برس

کب ہو لالہ مجھ بیابان مرگ کی تربت کے گرد
کرتی ہی فصل بہاری یہ چراغان ہر برس

ہون برہنہ جس روش فصل خزان مین ہر شجر
فصل گل مین ہم بھی ہوجاتی ہین عریان ہر برس

غزل ۲۰۱	استقدر جوش جنون ہوتا ہے ای ناسخ مجھے آپ اپنے سے مین ہوتا ہون گریبان ہر برس	ناسخ

شہر مین گھر تھا کسی لیلی ادا کے گھر کے پاس
دشت مین بستر ہی اپنا قیس کے بستر کے پاس

ایک مین جان سوختہ رہتا ہون عریان ای جنون
پیرہن خاکستری ہی ورنہ ہر اخگر کے پاس

حسن کی طینت مین بھی داخل کیا صانع نے عشق
داغ اسود ہی نہان تل سی لالۂ احمر کے پاس

کیون مشقت سے بناتا آئنہ فولاد کا
واقعی ہوتا دل روشن جو سکندر کے پاس

ترک کفر آسان ہی کب مین زاہد کسطرح
آستین مین لیکے بت جاتے تھی پیغمبر کے پاس

تفرقہ جبتک نہین اضداد باہم ایک ہین
شیشہ بھی مثل شرر پنہان ہی ہر پتھر کے پاس

کسطرح افسوس آہ آتشین سے پھونکدون
ہی رقیب دیو سیرت اس پری پیکر کے پاس

دور بھاگے تجھکو لشکر کیون نہ تنہا چھوڑکر
ٹھیری ہی کب فوج انجم خسرو خاور کے پاس

غزل ۲۰۲	روک ناسخ کو نہ ای رضوان در فردوس پر بندۂ شیر خدا ہے جائیگا قنبر کے پاس	آتش

ذرۂ خورشید ہو پہونچے جو در یار کے پاس
سایہ بنجاے ہما لوٹ کے دیوار کے پاس

کوچۂ یار مین سایہ کی طرح رہتا ہون
در کے نزدیک کبھی ہون کبھی دیوار کے پاس

مجھکو دربانی کی خدمت ہو تو اے پایۂ ناز
سایہ کو آنے ندون مین تری دیوار کے پاس

کار زنجیر جو ان گیسوے پیچان سے ہوا
رہ نسکے بیٹھ کے آزاد گرفتار کے پاس

پھر گیا منہ تری ابرو کی طرف سے انکا
سینہ کو کھول کے جاتے تھے جو تلوار کے پاس

خلیل	ایڑیان شوق شہادت مین کہانتک رگڑ دون اب تو جلاد کو بھجواؤ گنہگار کے پاس	غزل ۲۰۲

ہو چکی اپنی رسائی اُس پری پیکر کے پاس
گھر وہ ہوتا ہے اپنا مدعی کے گھر کے پاس

کان کا موتی نہین ہے گیسوے دلبر کے پاس
ہے ید بیضا کلیم اللہ کا اژدر کے پاس

چھینکر دل کردیا برباد زلف یار نے
مال یغما کب رہا کرتا ہے غارتگر کے پاس

سبزۂ خط لب دلبر کا نظارہ کیا
خضر پیغمبر کو دیکھا چشمۂ کوثر کے پاس

میکشی کو جس جگہ بیٹھا وہ دریا نوش ہون
رکھ لیے سب سائے تلگون کے گھڑے بھر بھر کے پاس

پردہ پوشی خاک سے کرتے ہین اپنی دلجلے
پھر نہ کسنے دیکھا پیرہن اخگر کے پاس

اسکو برق طور مین سمجھا ید بیضا اُسے
کان کی بجلی جو چمکی کان کے گوہر کے پاس

بہر زینت صاف دل ہوتے نہین ممنون غیر
تیغ خورشید فلک جاتی نہ صیقلگر کے پاس

متصل اُس چشم جادو کے نہین زلف رسا
ہے عصاے موسی عمران ہی افسونگر کے پاس

یون عروس معنے تازہ ہو مجھسے بیحجاب
بے تکلف جسطرح ہوتی ہے زن شوہر کے پاس

دردمندون کی جو غمخواری مری طینت مین ہے
بیٹھتا ہون شیشہ مین شکل پری [illegible] کے پاس

رند	لاکھ ترغیب رجوع غیر دین مجھکو خلیل ہو نہین مومن تنگ ہے جانا مجھے کافر کے پاس	غزل ۲۰۳

باغبان کیسی بہار آئی چمن مین اس برس
تا کمر برگ خزان ہین تا بزانو خار و خس

کس پری کے سلجھے سلجھے بال یاد آئے مجھے
دم مین سو سو مرتبہ الجھے مرے تار نفس

میری خاموشی سے عزت آہ و نالہ کی رہی
کس سے مین فریاد کرتا کون تھا فریاد رس

خانۂ صیاد مین ہی حکم نالہ یا نہین
مجھکو بھی تبلا دو وہان کی رسم مرغان قفس

قلب جنکا نور عرفان سے منور ہو گیا ق
چشم باطن سے برابر دیکھتے ہین پیش و پس

کیون نہ روئین ڈہانک کر منھ ہائے اپنے حال پر
پھنس گئے ظالم کے پھندے مین نہین چلتا ہے بس

آپ اڑ کر آئے تھے واللہ ہم تو دام مین
کھینچکر لائی نہ تھی کچھ آب و دانہ کی ہوس

کیا تمنا تھی ہوا کیا حیف ہے افسوس ہے
کون اب فریاد سنتا ہے بجز فریاد رس

مطلب ما از اسیری صحبت صیاد بود
ہمرہان رفتند و ماندیم تنہا در قفس

غزل ۲۰۵ — بے شفقت آستان یار کب ملتا ہے رند / پا بمردی کر جو دامان تک پہنچتا ہے دسترس — امیر

جاتا ہون اسلیے صنم بیوفا کے پاس
پہونچا جو اسکے پاس وہ پہونچا خدا کے پاس

یون دل مرا ہے اس صنم بیوفا کے پاس
جسطرح آشنا کسی ناآشنا کے پاس

تلوار کے تو دور سے کتنے لگائے وار
جبڑا و کوئی ہاتھ چھر لگا بھی آ کے پاس

سنبل کو چھیڑ کر جو پریشان کر دیا
کیا بوئے زلف یار بھی تھی کچھ صبا کے پاس

انصاف کر کہ ہجر مین کیونکر مین جاندان
قاتل کمان ہین تیری ادا مین قضا کے پاس

مرنے کی آس بھی نہ رہی عاشقون کو اب
جب پوچھیے قضا کو ہے انکی ادا کے پاس

رہتے ہین ہاتھ باندھے ہوئے گلرخان دہر
یارب ہے کس غضب کا فسون اس حنا کے پاس

نقارہ چاہتے ہین ہم حسن و عشق کا
آئینہ دیکھتے ہین وہ مجھکو بٹھا کے پاس

آئی قضا جو حسرت پابوس ہین تو خیر
تمنا ہزار کاش ترے نقش پا کے پاس

بولا وہ بت سرہانے مرے آکے وقت نزع
فریاد کو ہماری چلے ہو خدا کے پاس

غزل ۲۰۶

پیچھے پڑا ہے انکی گیسو کے دل امیر
جاتا ہے دوڑ دوڑ کے یہ خود قضا کے پاس

داغ

کیا بمروت خلق ہے سب جمع ہین بسمل کے پاس
تنہا مرا قاتل رہا کوئی نہین قاتل کے پاس

کیونکر دکھاؤن حال دل اسکو بٹھا کر دل کے پاس
نخوت سے جو بائین طرف بیٹھے اس سائل کے پاس

کوسون کی دوری یہی ہے معشوق و عاشق مین گر
لیلی رہے محمل نشین مجنون رہے محمل کے پاس

نالہ ابھی نکلا نہین لب سے کہ آپہونچا اثر
جاتے ہین ارباب کرم خود دوڑ کر سائل کے پاس

رہبر نے راہ عشق مین برسون دیے چکر مجھے
ظالم سے جب پوچھا کہا اب آگئے منزل کے پاس

مین اپنی آنکھین ڈھانک لون مین ہاتھ سے اپنے
ڈرتے ہو کیون آکر سنو کچھ پردہ حائل کے پاس

پیر مغان جو تجھکو دی آنکھین سے بھی مجکو ملے
زاہد تجھے لایا ہون مین کس مرشد کامل کے پاس

بحر محبت جوش مین کیا مین کرون تو تشنہ ہون
دم ٹوٹ جاتا ہے مرا آتا ہون جب ساحل کے پاس

باہم ہین یکجا رہین یکرنگ ہو کر حسن و عشق
خال سویدا ہو مرا رخ پر تمہارے تل کے پاس

کب ناخن تدبیر سے کھلتی ہے قسمت کی گرہ
کیا کام ایسے ہاتھ کا اس عقدہ مشکل کے پاس

ہان ہی ہوس ہمت کہ ہے دست ادب دامن تلک
ہان ہی طپش جرأت کہ ہون اک جست مین قاتل کے پاس

کیا آتش حسرت کے دن وہ شعلہ زن ہے داغ غم
جلکر پھپھولے پڑ گئے جب ہاتھ آیا دل کے پاس

کیا زیر تیغ امتحان خاموش ہے میری زبان
خنجر ہی چل نکلا جہان دم بھر رہا قاتل کے پاس

دریائی الفت مین ملے کیا جانے آگے کیا بلا
چین جبین یار ہے جو موج ہے ساحل کے پاس

قربان جاؤن یاس کے یہ کیا ملی دنیا ملی
اک دولت جاوید ہے اک سلطنت محمل کے پاس

چھینٹے دیے ہین قیس نے اشکون سے اپنے سربسر
اڑ کر غبارِ کاروان پہونچا ہی جب محمل کی پاس

غربت مین عادت ہو گئی صحرا نوردی کی مجھے
کترا کے پھر جاتا ہون مین آتا ہون جب منزل کی پاس

ہی تجھکو بعدِ امتحان کیون دمِ جراٰت کا گمان
یہ دل سے اپنے دور رکھ رکھا نہین کچھ دل کی پاس

نالون کے ناوک ہین وان آہون کے چلتے ہین خدنگ
ترکش مین قاتل کی نہین جو تیر ہین بسمل کی پاس

دیکھی ہی اُس مہتاب مین نورِ تجلی کی جھلک
برسون کیا ہی امتحان آئینہ رکھکر دل کی پاس

مجنون تری تقدیر سے ناقے کی ہین شب خیزیان
لیلی کھڑی ہی منتظر کچھ دیر سے محمل کی پاس

غزل ۴۰۷ — تسلیم

دیکھے ہین حسن و عشق کے ہمنے نرالے شعبدے
موسی کی جو مٹھی مین تھا وہ داغ نکلا دل کے پاس

ہٹ نکر دستِ جنون کیا ہی پیراہن کے پاس
دھجیان ہو کر گریبان آچکا دامن کے پاس

خاک تو پہونچیگی اڑ کر دامنِ گل تک کبھی
بلبلِ بیکس کو گلچین دفن کر گلشن کے پاس

مر کے بھی خالی نہوگا پہلوِ تربت مرا
بیکسی رویا کریگی بیٹھ کر مدفن کے پاس

رشک آتا ہی کہ ہمخلوت ہون تم سے آپ سے
اور ہم دیدار کو ترسین کھڑے ایمن کے پاس

حسن روز افزون کا پردہ پردہ کر سکتا نہین
نور چھن آتا ہی جب آتے ہو تم چلمن کے پاس

غزل ۴۰۸ — یوسف

کیا پتا تسلیم اپنا گھر ہی سرما رہا
دہوپ مین ہمکو ملینگے آتکو گلخن کی پاس

لیجیے نالے وہ جاکر یار کی محفل کے پاس
تو بھی آوے وہ فریادی ہماری دل کے پاس

یون جگر کا انروزون ہے اپنے دل کے پاس
جسطرح بسمل تڑپتا ہو کوئی بسمل کے پاس

قتل گہ مین مجرمون کی جب لگی ہونے پکار
ہم جھپٹ کر سب سے پہونچے بیشتر قاتل کے پاس

اسقدر غفلت نہین اچھی کسیکے حال سے
آ مری جان بیٹھ کوئی دم تو میری دل کے پاس

عرض کرتا کسطرح شوق شہادت راہ میں
جب ہوئی ملٹھیر خنجر بھی نہ تھا قاتل کے پاس

برمحل ٹھیرا ہی کتنا غنچۂ پیکان یار
اک شگوفہ اور پہولا داغہائی دل کے پاس

کم سنی اسکی دلیجانیکا باعث ہو گئی
گر پڑا تیورا کے وہ قاتل بھی مجھ بسمل کے پاس

ناقۂ لیلی کا کیا پردہ ہوا سے اٹھ گیا
تھا بھلا جنگا ابھی تو ساربان محمل کے پاس

کوچۂ دلدار میں بھی تشنۂ دیدار ہین
ہم سنا کرتے تھی ہوتا ہی کنوان منزل کے پاس

آنکھ بھر کر جسکو دیکھا اوسکو زخمی کر دیا
تیر رہتے ہین چڑھے جب کیسے قاتل کے پاس

دل مرا بھر دے کبھی تو سکھائے داغ سے
کبتلک خالی رہی جھولی تری سائل کے پاس

جسکو جی چاہیگا میرا شوق سے دیدونگا دل
آپ کچھ بیٹھے نہین رہتے ہین میرے دل کے پاس

چلدیے احباب آخر مجکو بیکس چھوڑ دے
قافلہ سے چھٹ گئے ہم راہ مین منزل کے پاس

دیکھ لو دونون کو پڑھ کر کسمین تی ہی تڑپ
چھوڑدو دونون کبوتر کوئی میرے دل کے پاس

اہتمام غیر ہی دل سمجھتا ہے مرا
ہائے جاؤن کسطرح اس دل کی محفل کے پاس

طالب بوسہ ہی اک بت طالب دنیا نہین
ہی خدا کی فضل سے سب کچھ تیرے سائل کے پاس

لٹتے جانان دیکھتے ہی دور سے ہوش اڑ گئے
دل سا وہ تھا ہمارا لٹ گیا منزل کے پاس

کس لیے کرتے ہو یون خنجر سے سینہ چاک چاک
دوسرا کیا ڈھونڈتے ہو دل ہمارے دل کے پاس

آج کل یوسف کا چمکا ہی ستارہ بخت کا
رات بھر رہتا ہی اتو اس مہ کامل کے پاس

غزل ۲۰۹	ردیف شین معجمہ	مومن

کل دیکھ کر وہ عذار آتش
کیا کیا ہی جلی ہی یار آتش

پہونکا تپ غم نے جی کو نکلے
ہووے نہ مقابل تف دل
ہاں سیر دکہا لگا کہیں تو
اُف ری تپ گر سینے محبت
دل کو مری پوجے گبر جسکو
تونے تو وہاں لگائی مہندی
مت آئیو میری خاک پر تو

دل سے کے تری اب بخار آتش
بھڑکاوے کوئی ہزار آتش
ای نالۂ شعلہ بار آتش
اس نام پہ جان نثار آتش
سجدے کرے بار بار آتش
یاں دل میں لگی نگار آتش
برسے ہے سر مزار آتش

غزل ۲۰

پڑہتا ہوں کہیں غزل جو مومن
لگ اُٹہتی ہے ایکبار آتش

نسیم

صاف طینت کو کدورت ہے بدن کی خواہش
جو کہ معدوم ہیں انکی ہے طلب لا حاصل
پڑ گئے دیدۂ گلستان سے ابہی سے لالے
داغ ہیں دل میں نہیں سیر گلستان کی ہوس
صورت اشک سفر کردہ ہوں آوارہ مزاج
خوب لپٹا ہے لحد سے پس مردن لاشہ

روح ہیں وہ ہوں نہیں ہے جسے تن کی خواہش
نہ کمر کی ہے تمنا نہ دہن کی خواہش
رنگ دکہلانے لگی سیر چمن کی خواہش
باغبان تجہکو مبارک ہو چمن کی خواہش
نہ پہر آنے کی ہوس ہے نہ وطن کی خواہش
جسطرح ہوتی ہے دلہا کو دلہن کی خواہش

غزل ۲۱

فائدہ کیا ہے عبث ہرزہ کلامی سے نسیم
کیجیے اور طرف حسن سخن کی خواہش

ظفر

بہولا نہ تجہے یہ کبہی اس یاد کو شاباش
ہر روز ستم تازہ ہے ہر روز نیا ظلم

شاباش ہمارے دل ناشاد کو شاباش
ای شوخ ستمگر تری ایجاد کو شاباش

گویائی اگر ہووے لب زخم جگر کو
اتنا کہے اس خنجر بیداد کو شاباش

المنت للہ کہ ہوئی اتنی تو تاثیر
کہتے ہین وہ سنکر مری فریاد کو شاباش

مرغ چمن قدس کو اس دام سے کیا کام
پر کھینچ ہی لایا مجھے صیاد کو شاباش

کیا طرز وفا عشق سے سیکھا ہی دلاورا
شاباش تجھے اور ترے استاد کو شاباش

آسان نہین سنگ پہ سر مار کے مرنا
کیا کام کیا عشق مین فرہاد کو شاباش

غزل ۲۱۲	ہین لاکھون خیالات مین فکر سخن اپنا تیری ظفر اس طبع خداداد کو شاباش	ناسخ

مثل غنچہ جو خفا ہو کے تو ہوگا خاموش
مر کے ہو جائین گے ہم ای گل رعنا خاموش

شب فرقت مین مچا لیجیو غل میری طرح
ای موذن ہی شب وصل خدارا خاموش

وہ نہین آتے تو مانند چراغ مردہ
شب تاریک مین بیٹھا ہون اکیلا خاموش

ضبط ظاہر مین ہی باطن مین مگر نالان ہون
دل دریا مین ہی سوزش لب دریا خاموش

مرنے سے پہلے جو مرنا ہو تو سن لے تدبیر
بیٹھ رہ چپکے کسی کونے مین ہو جا خاموش

غزل ۲۱۳	قیس نالان جو ہوا ہمنے ظرافت سے کہا ہو گیا ہے جرس ناقۂ لیلے خاموش	آتش

جلا مین شمع کے مانند بستر خاموش
تمام عمر کٹی قصہ مختصر خاموش

جبین کے نور سے اسلام یان ہویدا ہی
رہین گے مجھکو نکیرین دیکھکر خاموش

نہین قرار زمانے کو ایک حالت پر
جو دوپہر ہو ہمین نالان تو دوپہر خاموش

جنون ہمین بھی ہوئی زائل نہ مجھسے دانائی
رہا مین عالم وحشت مین بستر خاموش

چمن مین کونسا غنچہ نہین شگفتہ ہوا
ہمارا غنچہ دہن کیون ہی اسقدر خاموش

ہوئی ہے قاتلِ عالم صباحتِ رخِ یار
چراغِ زیست کو کرتی ہے یہ سحر خاموش

نہ رات ہی مجھے سوجھی نہ چاندنی کی گھات
پھرا کیا پسِ دیوار بیٹھ کر خاموش

روانہ ہوتا ہے پہلو سے پچھلے پہر سے یار
چراغِ صبح سے کرتا ہوں بیشتر خاموش

کمندِ زلف کا ٹوٹے نہ تار اے شانہ
رہا بہت ہیں گلا گھونٹ گھونٹ کر خاموش

غزل		
غزل	نہ چھیڑ تو شعلہ ہوئے میان یار آتش کسی نے دیکھی ہے معشوق کی کمر خاموش	خلیل

الٹتی ہے صفِ عاشق نگاہ کی گردش
فلک کا دور ہے چشمِ سیاہ کی گردش

پڑا جو اس میں ہوا وہ غریقِ بحرِ فنا
بھنور ہے چشمِ بتِ رشکِ ماہ کی گردش

جواب خط نہیں ملتا خراب پھرتا ہے
لکھی ہے طالعِ قاصد میں راہ کی گردش

ہمیشہ وصل کا اقرار کرکے پھرتے ہیں آپ
زبان میں بھی ہے گویا نگاہ کی گردش

دلِ خراب کی سرگشتگی نہ پوچھ اے یار
بتاؤں کیا میں جہانِ تباہ کی گردش

جہان میں واسطے کم مایہ کے ہے آسائش
کہ مثلِ بحر کے دیکھی نہ چاہ کی گردش

اثر دکھائے تو عالم میں حشر برپا ہو
تمہاری جنبشِ چشمِ نگاہ کی گردش

الٰہی خیر ہو پھرتا ہے گھر میں خنجر لے کے یار
کہ نحس ہوتی ہے عقرب میں ماہ کی گردش

غزل		
غزل ۱۲۱	تمام شوخیِ چشمِ بتاں سے ہوں میں خراب بلا سے جان ہے سفید و سیاہ کی گردش	صبا

کرم بہت رکھتا ہے دل کو ترچھی نگاہ بیجا خوش
نگہ کیا سو بار تو شاید کیا ایکبار خوش

ہے تیری ہر بات کا انداز اے دلدار خوش
بندشِ دستار خوش رفتار خوش گفتار خوش

ہے یہ کیفیت کی جا ہنستا ہے ساغر جام سے
گریۂ مینا یہ ہوتے ہیں جو ہم میخوار خوش

اس مرقع مین عجب نقشہ ہی دیکھو جس طرف — صورتین دس ابلیس ناخوش ہین جو ہین دو چار خوش

چار سو برپا ہی غل فصل جنون کا جوش ہے — اینڈتے پھرتے ہین دیوانے سر بازار خوش

بی تکلف اس سی ہو کر کیون نہون محظوظ ہم — توڑ کر پرہیز ہوتا ہی بہت بیمار خوش

چھوڑدون مین ہم فقیرون کی بسر ہو جائیگی — اپنے محلون مین رہین ای آسمان جاہ دار خوش

انسے ملتے ہو تو پھر بندی سے ماننا کیا ضرور — خوش رہین اغیار سی آپ آپ سے اغیار خوش

خانۂ تن مین نہ کیون پھڑکے ہمارا مرغ روح — خاک ہو کنج قفس مین بلبل گلزار خوش

حیف کی جا ہی تری کوچے مین ہم غمگین ہین — دیر مین ہین گبر خوش مسجد مین ہین دیندار خوش

غزل ۲۱۲	اپنے مذہب مین کسیکا بھی نہین دل توڑتے ای مسیحا کیون ہون نہ ہمسے کافر و دیندار خوش	رند

فصل گل ہی کو بکو چلا رہے ہین میفروش — بادۂ رنگین بیاد ساقی کوثر بنوش

کبتلک انکی رسائی ہو کمر تک دیکھیے — کاکل مشکین تری آ لگی ہین تا بدوش

نالۂ بلبل پر لٹاتا ہی چمن کو باغبان — جھولیان بھر بھر کے لاتا ہی نسیم گل فروش

اک صراحی دار گردن کا تصور جو رہا — لب ہی اپنے سدا رنگ لب ساغر خموش

روی رنگین بھی بہار حسن سے گلزار ہی — چشم نرگس ہے وہین غنچہ ہی گل ہین انکی گوش

قاتل اب تاخیر کیا ہی حکم ہو جلاد کو — کب سے میدان شہادت مین کھڑی ہین سرفروش

بس بہت رسوا ہوی اب خاک کا پیوند کر — ہم گنہگارون کا پردہ رکھ لی تو اے پردہ پوش

عیش کر لو نوجوانو ورنہ جاتا ہی شباب — اور ہی دو چار دن مہمان فصل نائو نوش

غزل ۲۱۳	حشر کو جام مئے جنت پلانا یا علے ساقی کوثر ہی تو اور مین ہون رند بادہ نوش	امیر

اُسے جو ڈھونڈ لیے بیٹھے بھٹا سے ملتا ہے
نہ یہ کہ منتظر ہے گم کردہ راہ کی گردش

اُٹھے نہ خنجر کے پہلو سے آپ کیا جانیں
کسی غریب خراب و تباہ کی گردش

نہ اور بھول گئے یوں ہی سیر گھر جانے آئیں
مگر نصیب ہے ... آئی ... کی گردش

حصول محفل رندان سے کیا ہوا انکو
مگر حباب شکستہ سپاہ کی گردش

اگر یہی ہے نزاکت تو وقت نظارہ
نہ لے آڑ سے تمھیں دیکھو نگاہ کی گردش

یہ دل تو کیا ہے کہ طوف حرم کو جلوہ دے
مژہ کی جنبش کافر نگاہ کی گردش

جنھیں فیض سخن ہے عالم میں ہیں وہ سرگرداں
یہ دیکھو آسمان سے مہر و ماہ کی گردش

زمین و چرخ کوئی دم میں ہیں تہ و بالا
یہی ہے جو تمھاری نگاہ کی گردش

اشارے کرکے ملا مجھ سے وہ روز حساب
مری نظر میں ہے چشم گواہ کی گردش

غزل ۲۱۹	پھرینگے داغ نہ دہلی کے دن یقین مانو نہیں ہے چرخ میں دولاب چاہ کی گردش	تسلیم

بت ہون نہیں کہنے کو ہی مجھکو دہن کی خواہش
ورنہ حاجت نہ زبان کی نہ سخن کی خواہش

چھٹ کے صیاد سے گلشن کو نجا ای بلبل
دیکھ پھر دام میں لائے نہ چمن کی خواہش

شکل تصویر خیالی ہوں جہاں میں پس مرگ
نہ لحد کی مجھے پروا نہ کفن کی خواہش

چارہ گر تو نہ مداوا میں کمی کر آ کے
جو لکھا بخت کا جو چرخ کہن کی خواہش

شاکی ہی مر مٹے ہم وقت جفا سے پہلے
مل گئی خاک میں سب چرخ کہن کی خواہش

بوئے گل مجھکو بنایا ہے مقدر نے مرے
پیرہن کی نہ تمنا نہ بدن کی خواہش

صفت گرد ہوں یکساں ہے مجھے رنج و نشاط
نہ کبھی شکوۂ غربت نہ وطن کی خواہش

عمر ہوتی تھی اگر کنج قفس میں آخر
اٹھی کیوں دی مرے اللہ چمن کی خواہش

آگ بجھائینگے کیا خاک لکھیں ہم تسلیم
خط میں اونکو جگر سوختہ تن کی خواہش

غزل ۲۲ ردیف صاد مہملہ مومن

روز ہوتا ہی بیان غیر کا اپنا اخلاص
چشم بد دور تمھین ہمسے کبھی ہی کیا اخلاص

غیر کرتا ہی بیان مجھسے تو مین کہتا ہون
یار ہے اب تک تو نہین تجھسے ذرا سا اخلاص

غیر سے لطف کی باتین ... چھیڑنے کو
دشمنی کہتے ہین جسکو وہ تمھارا اخلاص

ہم یہان سورۂ اخلاص کا پڑھتے ہین فسون
اور پڑھتا ہی وہان غیر سے اُسکا اخلاص

مجھسے ہین ورنہ رقیبون سے ہین سب کہدونگا
دشمنی انکی تری اور وہ بیجا اخلاص

جنبش لب کی تری پوچھنے کو کیفیت
تیرے بیمار سے کرتا ہی مسیحا اخلاص

اُس ستمگر نے بناوٹ کی لگاوٹ ہی کی
ہائے قسمت مرے کچھ کام نہ آیا اخلاص

بس قتیل آ مری خاطر سے ٹھہر جاتا نہین
ظالم آخر تجھے مجھسے کبھی تھا اخلاص

چاہتا ہی کہ دل اُس تنگ قبا سے ہٹ جائے
میرے ناصح کا ہی دنیا سے نرالا اخلاص

اب انھین لکھتے ہین ہم خط مین سراسر دشمن
جنکو لکھتے تھے سدا یار سراپا اخلاص

موت بھی آنہ پھری پاس ہمارے شب ہجر
سچ تو یہ ہی کہ برے وقت مین کیسا اخلاص

مومن اس زہد ریائی سے بھی کیا بہتر ہی
اُس بت دشمن ایمان سے ہمارا اخلاص

غزل ۱۲۲۱ نسیم

آ دکھاتی ہی بسمل کا ذرا رقص
کرتے ہین بس وہ بیچ ... قضا رقص

ہی خواہش تعلیم جو اتری ہی کمر سے
سیکھیگی قدم سے ترے کیا زلف دوتا رقص

وہ ناز اٹھاتے ہیں دم مرگ تمہارے ۔ لرزش ہے مقتول پہ کرتی ہے حنا رقص
پردہ نہ رہا کچھ تری بے پردگیوں سے ۔ کرنے لگی بیساختہ پابند حیا رقص
خود رفتگی کیفیت محبت سے خبر کیا ۔ ہر دور کے نزدیک ہے حال فقرا رقص
تخم خود و طبیعت کو نہیں عیش سے مطلب ۔ کیا دیکھنے آئیگا گرفتار قضا رقص
شب چادر مہتاب بچھاتی ہے سحر تک ۔ کرتی ہے بیابان میں لحد آکے صبا رقص
نالوں کی طرح سے دھوم زمین پر ہی نہیں کچھ ۔ ایوان فلک پر بھی ہے آہوں کا بپا رقص
جانباز وفا بعد فنا ہوتے ہیں زندہ ۔ ہے اسلیے بالائے مزار شہدا رقص

غزل ۲۲۳ — ناسخ

سو چند تو نسیم آئی کس لطف سے گذری
برسوں ہی سر شام سے تا صبح ہوا رقص

استغنا [illegible] فلک ہے سر گلزار مدام رقص ۔ کر رہا ہے [illegible] آرام رقص
سیکڑوں دل ہر دم کاکل پہ گئے ہیں ہر کچھو کر کے سما ۔ فتنۂ محشر وہ ہے جسکا رکھا ہے نام رقص
مرغ خوشخوان اس چمن کا ہوں کہ جسکے صحن میں ۔ آسمان اس دوستان کرتا ہے صبح و شام رقص
ہو گیا پیری میں عشق اپنا جوانی سے دو چند ۔ ہاتھ میں رعشہ سے کرتا ہے جو مے کا جام رقص
تو ہے وہ صیاد او ظالم کہ تجھکو دیکھکر ۔ کرتے ہیں بدلے تڑپنے کے اسیر دام رقص
گر عوض ناقوس کے جا کر میں اک نالہ کرون ۔ بتکدہ میں ہر طرف کرتے پھرین اصنام رقص

غزل ۲۲۴ — آتش

ناچنے گانے کو کیا رتبہ ہے اسکے سامنے
ہر سخن اپنا ہے ای ناسخ غنا ہر کام رقص

آفت جان ہے ترا ای سرو گل اندام رقص ۔ ساتھ ہر ٹھوکر کے کرتا ہے ہمارا کام رقص
کسطرح کرتا ہے ذلت کو گوارہ آدمی ۔ فی الحقیقت کچھ نہیں غیر خیال خام رقص

چہرۂ محبوب پر گیسو نہیں لہرا رہے
بت کے آگے کرتے ہیں کفار نافرجام رقص

اے دل پُرداغ بیتابی سے کچھ حاصل نہیں
ہو سکے طاؤس سے کب قابل انعام رقص

سینہ کوبی کی صدا ہے یہ کہ گھنگھرو کی صدا
بیقراری ہے تری یا اے دل ناکام رقص

ایک دن لایا تھا جام مے ترے ہونٹوں تلک
آج تک کرتا ہے یہ گردون مینا فام رقص

چشم راحت کا ہر ذلت سے خیال خام ہے
عمر بھر رقاص کو رکھتا ہے بے آرام رقص

اپنی صورت سامنے اپنی تماشا گاہ ہے
کیا سمجھکر یہ روا رکھتے ہیں خاص و عام رقص

میکدے میں چل کے سیر عالم نیرنگ کر
قلقل مینا ہے نغمہ اور دور جام رقص

غزل ۲۲۴	دل اسی پہلو میں آتش پیش از میں بیتاب تھا یہ وہی جا ہے جہاں ہوتا تھا صبح و شام رقص	ذوق

سب مذاہب میں یہی ہے نہیں اسلام میں خاص
کہ جہاں عام ہی ہوتا ہے وہاں عام میں خاص

ساغر دل کی نو واقف نہیں کیفیت سے
دیکھ عکس رخ ساقی ہے اسی جام میں خاص

خضر باتیں ہیں کہ ہے چشمۂ حیوان جان بخش
ہے یہی خاصیت اسکے لب دشنام میں خاص

شیخ صاحب کے ہیں نزدیک وہ خاصان خدا
خدمتی اسکے ہیں جو زمرۂ خدام میں خاص

کام دشوار ہے عاشق کا ترے ناکامی
کر دیا تو نے لگا اسکو اسی کام میں خاص

عشق کا جوش ہے جبتک کہ جوانی کے ہیں دن
یہ مرض کرتا ہے شدت انہیں ایام میں خاص

غزل ۲۲۵	ذوق اسمائے الٰہی ہیں سب اسم اعظم اسکے ہر نام میں عزت ہے نہ اک نام میں خاص	صبا

بزم جب سفاک میں ہوتا ہے نیا رقص
بسمل جب پھڑکتے ہیں تو کرتی ہے قضا رقص

آتی ہیں تماشے کے لیے خلد سے حوریں
کس وقت میں کرتے ہیں ترے دست حنا رقص

میرے دلِ بیتاب کو تسکین نہین دیتا — کہتا ہی وہ ظالم ابھی ہونے دو ذرا رقص
اللہ رے ترے کشتۂ بیداد کا رتبہ — جنت مین ہمین دیکھ کے حورون نے کیا رقص
کیا کیا ترے کوچے مین بگولے نہین اُٹھتے — اُڑ اُڑ کے کیا کرتی ہی خاکِ شہدا رقص
جو دیکھنا تھا دیکھ چکے بزمِ جہان کو — ای پیر فلک بیٹھ بھی جا تا بہ کجا رقص
اس فن کی حقیقت سے تم آگاہ نہین ہو — ای صوفیو اچھا نہین بے نازو ادا رقص

غزل ۲۲۶ — رند

چل ہند سے للہ صبا طوفِ حرم کو
کرتا ہی برہمن کی طرح دیر مین کیا رقص

میکدون مین کرتی ہین گر رند می آشام رقص — مسجدون مین کرتی ہین زاہد بھی صبح و شام رقص
لوگ قمارون کی اپنی سیر او صیاد دیکھ — مرغِ بسمل کیطرح کرتی ہین زیرِ دام رقص
ہو مہیا سازِ عیش او رد وہ نہو یادش بخیر — باغ مین کیا لطف دیتا ہے ساقیِ گلفام رقص
رقص کے معنی کھلے اُس بت کو رقصان دیکھکر — ناز کی رفتار کا رکھا ہے آشفتہ نام رقص

غزل ۲۲۷ — اسیر

کیف می مین رند طالب ہون اگر ہین رقص کا
ہاتھ پر ساقی کے تھرکے اور دکھاوے جام رقص

دل کو ہی زلفِ سیہ فام کی حرص — ورنہ کس مرغ کو ہی دام کی حرص
میری آنکھون کو ہے کانون کو — ہی ترے نامہ و پیغام کی حرص
ذوقِ دل ست مجھے رکھتا ہے — جم نہین ہون جو کرون جام کی حرص
باغِ عالم مین ہی عنقا کی طرح — بے نشانی مین مجھے نام کی حرص
ہی عجب وردِ محبت مین مزا — اس مرض مین نہین آرام کی حرص
نام محبوب رہے وردِ زبان — [illegible] کی ہی تو یہ ہی کام کی حرص

نظر آجائے جو وہ مصحفِ رخ
ہندوؤں کو بھی ہو اسلام کی حرص

خط کے لایا ہی وہاں سی پرزے
اُسپہ قاصد کو ہے انعام کی حرص

ابھی پختہ نہیں وہ سیبِ ذقن
کیجیے کیا طمعِ خام کی حرص

لبِ شیریں پہ ترے خط نکلا
اب نہ بوسے کی نہ دشنام کی حرص

عشق نے سب سے کیا بے پروا
ننگ کی ہے نہ مجھے نام کی حرص

خوش ہیں ہم جامۂ عریانی میں
کسکو ہے جامۂ احرام کی حرص

ہیچ ہے کشش ہے لبِ واعظ پر
دل میں پوشیدہ ہے مے و جام کی حرص

کیفیت	لیگئی ہند سے تا شام امیر ہمکو اُس زلفِ سیہ فام کی حرص	غزل ۲۲۸

فرقت میں دکھایا دلِ بیتاب نے کیا رقص
پہلو میں مرے شام سے تا صبح ہوا رقص

سودائے شہادت میں عجب حال تھا اُسکا
بسمل ترے کیونکر نہ کریں پیشِ قضا رقص

آواز نکلتی ہے گھنگھرو سے تمھارے
پامال یہ عشاق کی خاطر ہے بلا رقص

شاہوں کی بھی مسند پہ قدم پڑتے ہیں جا کر
جب جوش میں کرتے ہیں تمھارے فقرا رقص

آواز چلی آتی ہے رونے کی وہاں سے
جن محلوں میں آگے کبھی ہوتا تھا سدا رقص

دنیا میں ہر اک شخص کو ہے وجد کا عالم
اس بزم میں کرتا ہے ہر اک شاہ و گدا رقص

رخسار پر آجاتی ہے لہرا کے ہوا سے
کس ناز سے کرتی ہے تری زلفِ دوتا رقص

شعلہ نہیں ہلتا ہے نسیمِ سحری سے
اے شمع ترے سر پہ کرتی ہے قضا رقص

پیری میں جوانی سا کبھی عیش نہ ہوگا
دن کو نہ کبھی شب کی طرح دیگا مزا رقص

پھرتا ہے سدا آنکھوں میں اس بت کا تھرکنا
ہم [illegible] کا سدا رقص

غزل ۲۳۱ — یوسف

توڑ کر پائے طلب تسلیم بیٹھوں کس طرح
روز و شب بھڑکا رہی ہے دل کو میرے دل کی حرص

واعظو کیا پوچھتے ہو جام و مینا کے خواص
ایک نسخہ میں جمع ہو لکھو جو صہبا کے خواص

مرغ معنی کا نہیں آسان ہے کرنا شکار
طائر مضمون نو رکھتے ہیں عنقا کے خواص

جو سخن ہے وہ زیادہ ہے دُرِ شہوار سے
صاف ہیں طبع رواں میں ہے دریا کے خواص

حب کسے کہتے ہیں کہتے ہیں کسے تسخیر خلق
خلق کو اللہ نے بخشے ہیں دنیا کے خواص

وہ جدھر جاتے ہیں ہیں ہم بھی مثل سایہ ساتھ
نقش ہیں جیسے پڑے ہیں نقش کف پا کے خواص

مرد کو نامرد کرتی ہے یہ کیا بات ہے
کچھ سمجھ پڑتے نہیں اس زال دنیا کے خواص

خاک تھم سے رونے پہ مجنوں
رکھتے ہیں دل ان بتوں کے سنگ خارا کے خواص

قیس کی آغوش میں اک دو گھڑی لپٹا نہیں
ہیں سگ لیلی میں بھی گویا کہ لیلا کے خواص

کیا خبر بھی ہے یوسف کے اٹھ جائیں گے ہوش
فصل گل میں یوں بدل جائینگے صہبا کے خواص

غزل ۲۳۲ — ردیف ضاد معجمہ — مومن

ہاں ہاں کہا تھا بوسۂ زلف دو تا قرض
جاں اب تو نہیں حشر کے دن دینگے صبا قرض

سمجھینگے قیامت میں ستم پیشہ ہم قسمی
دیکھا نہ ادھر تو نے رہا خون بہا قرض

کیونکر نہ ستائے فلک ہم کو عدو کو و ہم داغ
مفلس کو جہاں میں کوئی دیتا ہے بھلا قرض

گر کہیے کہ کیوں لیتے ہو تم دل کو تو وہ شوخ
کس ناز سے کہتا ہے کہ یوں دیتے ہو یا قرض

کچھ دینے کا بھی دیکھ لو اے آہ تقاضا
کس پور پہ لیتی ہے تو تاثیر دعا قرض

افلاس سے کھایا کیے ہم سبز خطوں کا — افسوس کہیں زہر بھی ہمکو نہ ملا قرض
گن گن کے دیے داغ فلک نے مجھے گویا — آتا تھا یہ اسپر زر نایاب مرا قرض

غزل ۲۳۳ — ذوق

ہم قرض پہ نقدِ دل اُسے دیتے ہیں ہوس
جسنے نہ کبھی آج تلک لیکے دیا قرض

پر کترنے کو جو صیاد نے چاہی مقراض — ہاتھ ملتی تھی مرے حال پہ کیا ہی مقراض
بحر و بر میں نہیں کسکو ہوس قطع و برید — تا نشستِ شیر ہی خنجر دم ماہی مقراض
گل کترتی ہیں ہزاروں تری آنکھوں کا فر — ہے عجب طرح کی اک تیز نگاہی مقراض
کیا زباں چلتی ہے آپس میں ہم میں تو بولینگی — منہ میں لگے یہ زبان ہے کہ الٰہی مقراض
محضر خون جو مرا سر نکشتہ کیا — دیگی اس ظلم کی محشر میں گواہی مقراض
پاس کیا قطع تعلق میں کہ یکساں سمجھے — شیخ میں کسوت درویشی و شاہی مقراض

غزل ۲۳۴ — نسیم

رشتۂ عمر کیا قطع سراسر اے ذوق
کھو سکے شمع کے دل کی نہ سیاہی مقراض

ای دل سمجھ نہ پاس عزیز و یگانہ فرض — عاشق کے واسطے نہیں رسم زمانہ فرض
تدبیر بھی ضرور ہے تقدیر کے لیے — کرتو ابھی سے قتل عدو کا زمانہ فرض
ناصح کی پند طعنۂ احباب سن چکے — کرتے نہیں کسیکو ہم اپنا یگانہ فرض
کرنی پڑیگی خدمت صیاد عندلیب — دو دن کے واسطے نہ سمجھ آشیانہ فرض
رک جاؤ گفتگو میں نہ ہنگام بازپرس — عاشق کے قتل کا کوئی کرلو بہانہ فرض
زینت سے کیا غرض ہے بسر مرگ ہم نفس — چادر کی ہی ضرور نہ ہے شامیانہ فرض
کمل بہت ہے خلعت زرتار کر نہیں — محتاج پر نہیں ہے لباس شہانہ فرض

غزل ۲۳۶	وہ پاؤن ہین جو لین ترفض آسیا در با مرون بیا سانہ لون آب بقا قرض	ناسخ

دست خالی ہی ملا ہے ہمین ساغر کی عوض
پیتے ہین خون تمنا مئے احمر کی عوض

آتش گل کی بھی برداشت نزاکت سے نہین
سمجھے وہ شاخ نہین اخگر ہین گل تر کی عوض

گردش وادی غربت ہی مرے طالع مین
دیدۂ غول ہین شاید مرے اختر کی عوض

خط روانہ مین کرون جان رہے یا نہ رہے
مرغ جان لے کوئی صیاد کبوتر کی عوض

دانت اس بحر لطافت نے جو دیکھے اکدن
گوہر آئینہ مین پیدا ہوے جوہر کی عوض

سلطنت کی نہ طمع چرخ زبردست سے رکھ
کوئی سر سنگ نہ جڑ دے کہین افسر کی عوض

مر گئے صحن چمن دیکھ کے فرقت مین ہم
برگ گل لائے یہان کوئی شہپر کی عوض

رند میخوار بھی ہین شرع کے تابع زاہد
ہم ترا کاسۂ سر توڑینگے ساغر کی عوض

اس خرابات مین کم ظرف سے سائل کیا ہون
تم ہمین پیر مغان دیتے ہین ساغر کی عوض

ہین ترے دست حنائی ید بیضا سے زیاد
مچھلیان آگ مین رہتی ہین سمندر کی عوض

بحر کا دخل بحر یار نہین ہے مسکن
ہے یہان پردۂ دل سد سکندر کی عوض

خون فشان ہو جو مرا ابر مژہ دریا پر
سیپ مین دانۂ یاقوت ہو گوہر کی عوض

شکر افلاس مین عریان نہ کسی نے دیکھا
کاہش جسم نے پہنایا مجھے چادر کی عوض

وحشت غربت مین پھراتا ہی رہا جوش جنون
نیلا خانۂ زنجیر مجھے گھر کی عوض

غزل ۲۳۷	ناسخ اس گل کا مین دیوانۂ نازک دل ہون پھول اطفال لگائین مجھے پتھر کی عوض	وزیر

سبزۂ خط سے چھپا اور دو قار عارض	خضر آباد ہوا نام دیار عارض

ادھر ان خط سیہ ہوگا یہ بری مین سفید
صبح ہو جائیگی اک دن شب تار عارض

ای گلو کر نے ہو کیا حسن دو روزہ پہ غرور
عارضی ہے چمن رخ مین بہار عارض

دولت حسن پہ یہ خاک اڑا رکھی ہے
غازہ عارض پہ پڑا ہی وہ اسے غبار عارض

اس رخ صاف پہ کیا رومی مخطط رکھون
پھول سی گال مین چبھ جائینگے خار عارض

دولت حسن کا کوئی تو نگہبان ہوتا
زلف اور سیم بدن کیون ہوا مار عارض

صاف ہو آئینہ سان پھر خط شکین جائے
پھر جلب ہو مری اللہ تتار عارض

ہی کہان خط سیہ صدمے سو اسکے ہی کبود
سایۂ زلف نزاکت سے ہی بار عارض

ہی مری زلف سیہ و رخ آتش رنگ
رو نگلتے بھورے ہین عارض پہ شرار عارض

موج ظلمت گل ہی بنے بلبل گلفام
عندلیب دل نالان ہے شکار عارض

گل کھلائے ہین پسینے نے رخ رنگین پر
بھر دیا پھولون سے دامان بہار عارض

کیونکر ہی حسرت دیدار تجھے سمجھا ون
ہائے نظارہ نزاکت سے ہی بار عارض

نازجا نکرے خط سیہ رنگ صبح
دیکھنے والے ہین بہت لیل و نہار عارض

غزل ۲۲۳	کیا تجھے شک دہ سبطار رخصت نظارہ و زیر رنگ اثمار نزاکت سے ہی بار عارض	صبا

مکر و دغا ہی پیشۂ بتان زمانہ فرض
واجب ہے انکے دین مین حیلہ بہانہ فرض

بہلول کی طرح ہی خیال زمانہ فرض
ان احمقون سے ہی سخن ابلہانہ فرض

کشتی ہی روح جانب افلاک دیکھکر
اس ہفت خوان سی ہی گذر رستمانہ فرض

کیا اور تیر غم کے لیے کچھ ہدف نہ تھا
کیون کر لیا فقط مری دل کو نشانہ فرض

دل چاہیے ہی داغ محبت کی واسطے
سوداے عشق کو ہی سر عارفانہ فرض

غزل تسلیم ۱۴۲

آپ میں گم ہوں کسی کی جستجو سے کیا غرض
جب دہن تجھ سا ترا پھر گفتگو سے کیا غرض

دلِ مضطر بخلِ فلک کو حوصلہ جب تھا رہا
آرزو کشتی ہے مجھکو آرزو سے کیا غرض

ذکرِ کعبہ ہو کہ وصفِ دیر دونوں کو سلام
رند مشرب ہوں مجھے اس گفتگو سے کیا غرض

مانگے قاتل کی طلب محشر میں بولا زخمِ دل
میں تو راضی ہوں تمہیں میرے عدو سے کیا غرض

پُر تکلف شامیانہ گور پر بیکار ہے
لگ گئے جب خاک میں پھر آبرو سے کیا غرض

تہمتِ آلودگی سے پاک طینت آئینہ
چادرِ آبِ رواں کو شستشو سے کیا غرض

حاصلِ نظارہ ہے تیری تصویر سے پیشِ نظر
صورتِ آئینہ مجھکو روبرو سے کیا غرض

قتلِ شیریں پر ہے موقوف عاشقِ جانباز کا
تجکو میرے خون سے مطلب نہ عدو سے کیا غرض

غزل ۱۴۳ — یوسف

میں تو ہوں تسلیم شاگردِ نسیم دہلوی
مجھکو طرزِ شاعرانِ لکھنؤ سے کیا غرض

خالی ہے جام ہم تو نہیں جام سے غرض
ساقی کسے ہے یاں ہوسِ جام سے غرض

یہ ہی صدائے قلقلِ مینا بہار میں
ٹوٹیں وہ ہاتھ جنکو نہو جام سے غرض

تا حشر انکو سانپ لحد میں ڈسا کریں
جنکو نہیں ہے زلفِ سیہ فام سے غرض

کافی ہے یادِ زلف و رخِ یار کی ہمیں
فرقت میں کسکو ہے سحر و شام سے غرض

جلوے سے می جو پیتا ہوں کہتے ہیں شیخ جی
سچ ہے فقیرِ مست کو کیا جام سے غرض

جسواسطے پڑھا وہ ہوا تیر بے ہدف
نکلی ہزار بار ترے نام سے غرض

قاصد رقیب تو بھی کہیں بن نہ جائیو
کیوں پوچھتا ہے نکی ہے کیا نام سے غرض

آزاد مثلِ طائرِ بیت الحرام ہوں
مطلب قفس سے ہے نہ مجھے دام سے غرض

غزل ۲۴۶	سچ تو یہ ہے کہ اس بت کافر کے دور میں لافِ دگر ان مومن دیندار ہے غلط	نسیم

قاصد جو پڑھ چکیں وہ مرا ماجرائے خط
کہتا کہ اور آتا ہے اک خط قفائے خط

گم گشتگی کا حال جو لکھا تھا یار کو
وہ پڑھتے پڑھتے بھول گیا ماجرائے خط

افسانہائے ہجر کی طولانیاں نہ پوچھ
برسوں پڑھا کیے نہ ہوئی انتہائے خط

خط نامہ بر کو پھیر دیا اور یہ کہا
کہنا کہ ہم نے جان لیا مدعائے خط

نازک مزاج ہیں کہیں آزردگی نہ ہو
جلدی نہ کیجیو مرے قاصد برائے خط

تھا دھیان نامہ بر میں لگا وقت واپسیں
نکلا ہزار بار یہی منہ سے ہائے خط

آ جائے نامہ بر جو پس مرگ ہمنشیں
دینا مرے مزار پہ لا کر ہوائے خط

پڑھ کر وہ خط شوق مرا اٹھ کھڑے ہوئے
تعظیم خواستگار ہوا ماجرائے خط

غزل ۲۴۷	آخر نسیم نامہ و پیغام تا کجا بہتر یہ ہے کہ آپ چلو تم بجائے خط	ناسخ

تا کجا فرقت میں لکھیے ہائے خط
یا الٰہی جلد کوئی آ جائے خط

کچھ کہیگا اور کچھ لکھ دیگا حال
وہ نہ پڑھوائے کہیں لکھوائے خط

رٹ لگی رہتی ہے یہ ہر دم مجھے
نامہ بر دیجائے خط لیجائے خط

میرے بخت ایسے بھلا کب ہیں رسا
قاصد اسکو جو مرا پہنچائے خط

رات دن کرتا ہوں سو کاغذ سیاہ
ہو گیا ہے کیا مجھے سودائے خط

ہے یقین زندہ نہ پائے مجھکو ہائے
قاصد اس محبوب سے گر لائے خط

دیکھنا اقبال جب پہونچے قریب
نامہ بر کے ہاتھ سے گر جائے خط

درد دل لکھا ہی مین نے یکقلم — کیا عجب کھلتے ہی گر جلائے خط
رکھون ساقی نامہ اسکا نام مین — گر مرا ساقی مجھے بھجوائے خط

غزل ۲۴۸ — آتش

دوست میرا میرے پاس آتا ہی آپ
اب نہین ناسخ مجھے بھجوائے خط

نشۂ عشق کا اثر ہی شرط — لب خشک اور چشم تر ہی شرط
مست تیری مئے محبت کا — دین و دنیا سے بیخبر ہی شرط
صندلی رنگ سیکڑون معشوق — عشقبازی کا درد سر ہی شرط
زلف خوبان دراز لازم ہے — خال کوتاہ مختصر ہی شرط
گلشن عیش کے نظارے کو — مثل غنچہ گرہ مین زر ہی شرط
توبہ بھی گے توڑنے کے لیے — ساقیئے غیرت قمر ہی شرط
جھوٹے سچون کا دیتے ہین دھوکا — جوہری کے لیے نظر ہی شرط
یہ تمنا ہے بندگی تیری — اسقدر ہو کہ جسقدر ہی شرط
لب شیرین سے میٹھی باتین کر — زہر مین زہر کا اثر ہی شرط
عشق مین صبر کار مشکل ہے — دل کے خون کرنیکو جگر ہی شرط
عہد پیری مین روے رنگین دیکھ — سیر گلزار کو سحر ہی شرط
طور سے کیا کیا تجلی نے — حسن بے پردہ سی حذر ہی شرط

غزل ۲۴۹ — رند

معرکہ عشق کا بیان آتش
یا وہین پر تیغ زن کے سر ہی شرط

اب پسند آنے لگا اسکو ہمارا اختلاط — وصل کا دینے لگا کچھ کچھ سہارا اختلاط

ہنستے ہنستے ہوگیا ای گل گرد وہ بد دماغ
تاک کے رستے نکلجاویگا سارا اختلاط

جاکے گھر پیغام تک بھیجا نہ اُس دلدار نے
وہ پری رکھتی ہی منہ دیکھیگا سارا اختلاط

ہجر مین منہہ پیٹتا ہون ہاے جب آتا ہی یاد
بھولی بھولی باتین اور وہ پیارا پیارا اختلاط

آئیگا بعد میرے پاس پہلے مہربان
سو طرح کا دلپہ کر لیجے گوارہ اختلاط

باتین کرتے ہو تو پردہ پہلے اُٹھوا دیجیے
چڑھ ہی میری بندہ پرورِ نظارہ اختلاط

دل لگی مین کڑوے ہوتے ہین جو وہ ہر آ
اب شکر رنجی کا کرتا ہی اشارہ اختلاط

ہر گھڑی ہر وقت ہر دم ہی تصور آپ کا
بھولتا دل سے نہین صاحب تمہارا اختلاط

ہو نہ آزردہ اگر بوسہ لیا رخسار کا
اختلاطون مین ہی اک یہ بھی ہمارا اختلاط

غزل ۲۵	لاگ دل نے کی ہی پیدا شکل ہی اک بے تکے رند شیشۂ من میکند با سنگ خارا اختلاط	امیر

آیا ہی بندہ کے تیر مین مجھکو اُدھر سے خط
لکھنا پڑا جواب مین خون جگر سے خط

کرتا ہون مین تو روز روانہ اُدھر سے خط
لکھا نصیب کا نہین آتا اُدھر سے خط

مضمون اُسمین ہین کمر یار کے رقم
اتنا نہ باندھ کھینچ کے قاصد کمر سے خط

مضمون شوق کچھ ہین قلم سے نکل گئے
ڈر ہی نکل نجائے کبوتر کی پر سے خط

مین تھام لون جگر کو بہت ہی یہ بیقرار
قاصد ٹھہر نہ کھول ابھی تو کمر سے خط

بہتے ہین اشک آنکھ سے فرطِ سرور مین
ای دل نہ شاد ہوکے لگا چشم تر سے خط

اُنکو غرورِ حسن ہی مجھکو غرورِ عشق
آئے کبھی اُدھر سے نجائے اِدھر سے خط

آیا جو تیر رنج نے قالب سے یہ کہا
میری طلب مین دیکھیہ آیا اُدھر سے خط

آنسو روان ہین دمِ تحریرِ خطِ شوق
تحریر کر رہا ہون مین آبِ گہر سے خط

غزل ۲۵۱ — **داغ**

پڑھنے دیا نہ دل کی تڑپ نے مجھے امیر
ایسے ہجوم شوق مین آیا ادھر سے خط

مین اور حرف شکوہ غلط اے صنم غلط
واللہ جھوٹ ہے یہ خدا کی قسم غلط

آتا ہے وہم لغزش مستانہ دیکھکر
پڑتے ہین نامہ بر کے ہزارون قدم غلط

معشوق کسطرح نہ کرم کے عوض کہین ستم
ہے انکی سرنوشت مین لفظ کرم غلط

مطلب نکال لیتے ہین سب حرف حرف سے
پڑھتے ہین وہ صحیح جو کہتے ہین ہم غلط

تعریف حسن سنکے وہ بولے بہت بجا
مضمون شوق پڑھ کے کہا یک قلم غلط

سن سن کے عرض حال کی تکرار یار بار
کہنا کسیکا ناز سے وہ دمبدم غلط

مصحف نہین ہے نامۂ اعمال ہے مرا
یارب یہ ہی ہزار جگہ کم سے کم غلط

وہ نیم وعدہ کرتے ہی دل مین پلٹ گئے
آدھی قسم صحیح تھی آدھی قسم غلط

بولے وہ داغ آپ ہین جھوٹون کے بادشاہ
سن شوق سے شکایت جور و ستم غلط

غزل ۲۵۲ — **کیفت**

تمہارے حکم سے کرتے ہین استخارہ فقط
وگرنہ چاہیے دل کا نہین شمارہ فقط

ہوا ثبوت نہین ماجرائے موسی و طور
کسیکے شعلۂ رخ کا تھا اک شرارہ فقط

جہاز ولیہ خدا جانے کیا ہو قہر آگے
ابھی تو بحر محبت کا ہے کنارہ فقط

کچھ اور کام نہ تھا کاروبار ہستی سے
تمہارے حسن کا منظور تھا نظارہ فقط

شرابیون کا ٹھکانا نہ تھا کہین واعظ
جو باغ خلد مین ہوتا ترا اجارہ فقط

جنون مین اپکی نہ دامن نہ جیب پھاڑونگا
کرونگا جامۂ ہستی کو پارہ پارہ فقط

کسیکو خواہش جنت ہے کوئی طالب حور
نصیب ہو تری رخ کا ہمین نظارہ فقط

دب تو راجانے تجھے تو لوسے بتان کی باتین
ہو چکا تذکرۂ باغ جنان اے واعظ

سچ ہی کافر تری تقریر سے کیونکر نہ جلین
شعلۂ آتش دوزخ ہی زبان اے واعظ

حور کی مدح مین کیا ترک صنم کا مذکور
یہی باتین ہین مرے دل پہ گران اے واعظ

ڈر مری آہ سے ظالم نہ جلا جی کہ نہین
یہ جہنم سے تو کم شعلہ فشان اے واعظ

اہل جنت سے کرو دلبر کی حور کا ذکر
ایسی باتین کوئی سنتا نہین یان اے واعظ

جو ملین تجھ سے بصد شوق وہ کیا ہونگی نکر
لب سے سامنے حورون کا بیان اے واعظ

کیسی آیام لبِ مرگ مگر کافر تو
اہل اسلام کا ہے دشمن جان اے واعظ

غزل ۲۵۵ — شرم کی بات نہین ہے یہ اثر ہو کیونکر
نہین دشمن ہون تو پیر مغان اے واعظ — آتش

سخت گوئی سے تجھے چاہیے اے یار لحاظ
بات بڑھ جاتی ہے کھو دیتی ہے تکرار لحاظ

جام توڑی سے نہ مانونگا تجھے زور آور
توڑنا یار کا اے حسن ستمگار لحاظ

نہ تو ہندو ہی مین ٹھہرا نہ مسلمان نکلا
تجھ سے رکھتے ہین بجا کافر و دیندار لحاظ

اٹھ گیا پردہ چھٹی روح سے آلائش تن
نہ رہا میرے ترے عاقبت کار لحاظ

یا ہی باغ ہے سبزہ ہے نہ گلگون ہے
مجھکو رہتا نظر آتا نہین زنہار لحاظ

شکل عنقا ہے مجھے مردم دنیا سے گریز
صحبت بد سے ہے انسان کو سزاوار لحاظ

غزل ۲۵۶ — آبگینی سے ہے نازک دل بیمار آتش
بدمزاجی سے ہے کچھ بار نہ تکرار لحاظ — وزیر

چلے تجانے کو خدا حافظ
تم بھی زاہد کہو خدا حافظ

تیرے کوچے سے پیچ اٹھا کے چلے
گیسوئے مشکبو خدا حافظ

چلا جہان سے ترا مبتلا خدا حافظ
ہوا اُسے مرض لا دوا خدا حافظ

غضب ہو پہونچونگا خدمت مین پھر جو زندہ رہا
مین اب تو جاتا ہون ای دلربا خدا حافظ

سفر کے وقت جو رخصت کی واسطے مین گیا
کچھ اور بات نہ کی یہ کہا خدا حافظ

ذرا سی بات پہ کہتے ہو ترک ربط کیا
یہ زود رنجی ہی تو بیوفا خدا حافظ

کہے سے غیر کے ناحق خفا ہوا مجھسے
چلا مین اے بت ناآشنا خدا حافظ

کیا اسیر قفس ہمکو اب دوانے نے
تو جا چمن کی طرف ای صبا خدا حافظ

غزل ۲۵۹

کہا جو مین نے کہ جاتا ہون اب نہ آؤنگا
تو ہنس کے کہنے لگا رند جا خدا حافظ

امیر

جان بزم مے و معشوق غنیمت واعظ
خلد مین ہاتھ نہ آئیگی یہ صحبت واعظ

توبہ سو بار مین کرلونگا کچھ انکار نہین
میکشی سے تو ذرا ہو مجھے فرصت واعظ

کانپتا خوف سے مستونکا ہی یہان روان
کچھ زبان سی نہین توبہ کی ضرورت واعظ

دل جلون سے نہ جہنم کا کیا کر مذکور
کہین اُنکو بھی نہ آجاے حرارت واعظ

درد دل کون سُنے ذکر جو مین کرتا ہون
اور اُلٹے مجھے کرتا ہی نصیحت واعظ

فیض ساقی سے یہان پیر جوان ہوتا ہے
در میخانہ نہین ہی در جنت واعظ

ہمسے دیوانون سے اُٹھ گئے یہ قیامت کا بپا
کہین آجائے نہ تجھی پہ قیامت واعظ

تو جو رندونکی حقیقت نہین سمجھا نہ سمجھ
رند سمجھے ہین تری خوب حقیقت واعظ

جام مے دیکھکے جامے سے ہوا تو باہر
پی لے دو گھونٹ تو کیا ہو تری صورت واعظ

بات کیا سیدھی نظر سے نہین لیتا ہی سلام
گھر مین اللہ کے رہکر یہ مشیخت واعظ

دیکھ میخانے پہ گھنگھور گھٹا چھائی ہے
سر پہ مستون کے ہے اللہ کی رحمت واعظ

ایسے پڑھنے سے تو اچھا تھا کہ جاہل رہتا	نہ حیا تجھ مین ہے باقی نہ مروت واعظ

غزل نمبر ۲۶۰	مست ہم دختر رز کے ہین وہ حورونکا ایہ کبھی سمجھیگا نہ رندون کی حقیقت واعظ	داغ

قول وقسم کی شرم ملاقات کا لحاظ	انسان کو ضرور ہے ہر بات کا لحاظ
تھوڑا سی بھی پی ہی لی ہے بہت جھجکون کے بعد	آہی گیا ہے پیر خرابات کا لحاظ
دامن جھٹک جھٹک کے چھڑا لیا ہزار بار	تملو ہوا نہ خاک مری بات کا لحاظ
کل غیر کے بھی سامنے جھپکیگی تیری آنکھ	دل کو مزا دکھا ئیگا اس رات کا لحاظ
دیکھو ادھر اٹھاؤ نظر ہو چکی حیا	کیا جانتا نہین کوئی اس گھات کا لحاظ
کل بجا خدا کے واسطے رکھنا خیال مین	ان منتون کی شرم و مدارات کا لحاظ
اقرار بھی ہے وصل پر انکار بھی انھین	اس بات کا لحاظ نہ اس بات کا لحاظ
فریاد نالہ شور فغان شیون اشک آہ	ساتون فلک بھی کرتے ہین انسان کا لحاظ

غزل ۲۶۱	اے داغ میکدے مین گئے ہین جناب شیخ ٹوٹا ہے آج قبلہ حاجات کا لحاظ	کیف

خدا رسیدہ رہین کیون نہ سرزبان محفوظ	تمھین ہین اہل زمین اہل آسمان محفوظ
تمھاری چاہنے والے ہین تمتے راضی	کہ جیسے تھا یہ کنعان سے کاروان محفوظ
کیا ہے سیر غم عشق یار کو مین نے	خلیل سے بھی نہ ہوتا یہ بھوان محفوظ
خدا نے اپنے دو نوجہان بنائے ہین	جو خوش بیان ہو تو رہ سکے وہ بیان محفوظ
ہوا اس دگے کی جگہ نہ ذبح کر صیاد	ہوا ہے چھوڑ کے کون اپنا آشیان محفوظ
لیمن پہ پھٹ پڑے بجلی فلک سے اے صیاد	نہ ہوا چارٹکے بلبل کا آشیان محفوظ

علاج دیدۂ حسرت زدہ ہو تو جانیں
بتوں کے ذکر سے کیا ہے جو ہے زبان محظوظ

نہیں خیال ذرا مضمون لحد کا ہمیں
بنا رہے ہو مکانات کیا یہاں محظوظ

خراب ہم سے زیادہ ہے حال اہل عدم
نہ ہم یہاں ہیں نہ وہ لوگ ہیں وہاں محظوظ

رقیب لاکھ ہیں دنیا بھر کے سے بگڑے
جو ہم بچا ہو تو ہوں خاک میں نہاں محظوظ

لبھانا آپکو مشکل نہیں شب وصلت
ذرا سی بات میں ہوتے ہو میری جان محظوظ

اچاٹ دل ہے بہت ہجر میں ترے اے گل
کریگی خاک ہمیں سیر بوستان محظوظ

خیال مال نہ کچھ رنج و غم نہ فکر عیال
لحد میں خوب ہیں یاران رفتگان محظوظ

ہمیں بھی آپ کی مطلق نہیں ہے اب پروا
رہو رہو تو رہو تم سے مہربان محظوظ

بدن میں روح کا رہنا بڑا عجب ہے
قفس میں پھنس کے ہوا کیوں ہے مرغ جان محظوظ

نہ ہنس پڑیں وہ مرے داغ دیکھ کر کیونکر
گلوں کو دیکھ کے ہوتا ہے باغبان محظوظ

زمین کو پیٹنے لگے خاک ہند میں یوسف
نجف میں جائیں تو ہوں میری ہڈیاں محظوظ

غزلیات پنجم | ردیف عین مہملہ | مومن

کس ضبط پر شرارہ فشاں ہے فغان شمع
اک برق تھی جو لال ہوئی تھی زبان شمع

بیٹھے ہیں سکے قتل میں کیوں سوچ دیکھ لے
بن پوچھے لوگ کرتے ہیں قطع زبان شمع

ہے تار گریہ تار نفس اہل سوز کو
یعنے رواں شمع ہے اشک روان شمع

اسکو بھی کوئی پردہ نشین ہی جلائے ہے
فانوس سے سنا ہے یہ راز نہان شمع

آتا ہے بیکسوں پہ تو جلاد کو بھی رحم
روتی ہے شمع آپ سر کشتگان شمع

روشن ہی اہل بزم پہ شکوہ نسیم کا | اس بہکتی زبان پہ دیکھو بیان شمع

غزل ۲۶۵ — نسیم

لائین نہ تاب حرف زبان کا فراق عشق
پروانہ کو جحیم ہی موسن زمان شمع

دیر سے جلتی ہی تیرا عارض پرنور شمع | دیکھ تو کیا دیکھتی ہی او بت مغرور شمع
سر کٹا سے گر فروغ زندگی منظور ہے | دیکھ وقت روشنی رکھتی ہی کیا دستور شمع
خودنمائی ہی حسینون کے لیے بیرنگی | عیب عریانی سے ہی اسواسطے معذور شمع
یہ بجائے گرمی رخسار آتشناک سے | بزم جانان مین تہ فانوس رکھیو دور شمع
خود بہا دیتی ہی جب ناسور کو بھر دیجیے | جانتی ہی ننگ اپنی زخم پر انگور شمع
جگیا ہی جابجا دود جگر پروانے کا | ہر نگین رکھتی ہی ہر ہر دیدۂ ناسور شمع
شاہدان شعلہ رو کو گو تہ گردن عیب ہے | دوسری پا سے ہوتی ہی اس لیے معذور شمع
لن ترانی کر رہا ہی تاج شعلہ فرق پر | آج تو دکھلا رہی ہی کچھ فروغ طور شمع
قصہ میرا دیکھ کر کہتے ہین سو سو نار سے | کچھ حیا کر دیکھ تو رو دیتی ہی دور شمع
سوز میرا سا تمہاری حسن کی سی روشنی | دونون باتین کی ہین پیدا کیون نہ مغرور شمع
منہ سے اتنا بھی نہ نکلا کیون جلاتی ہو مجھے | ہوگئی ایسی تمہاری سامنے مجبور شمع
یاد آتی ہی جو اسکو صحبت پروانہ ہاے | رو رہی ہی تکو تکو دیکھنا [illegible] شمع

غزل ۲۶۶ — ناسخ

زیر مدفن روشنی اعمال کی ہی اے نسیم
آرزو خورشید کی تکو نہ ہے منظور شمع

ساق جانان دیکھکر بنتی ہی خود پروانہ شمع | شعر مین اسکو نہ باندھیگا بجز دیوانہ شمع
ایسا پروانہ زمانہ مین کبھی دیکھا نہ شمع | طور کا شعلہ ہی پروانہ رخ جانانہ شمع

عرس ہے شاید شہید چشم مست یار کا
ساغر مے ہین چراغ اور شیشۂ میخانہ شمع

بزم عشرت ہے بیابان چاندنی ہے جابجا فرش
جانتا ہون غول کی آنکھونکو مین دیوانہ شمع

کیون نہین تشبیہ دون زلفونکو دود شمع سے
شمع کا شعلہ ہے چہرہ قامت جانانہ شمع

جرم اظہار محبت پر نکیون سر ہو قلم
سامنے جانان کے کیا روتی ہے گستاخانہ شمع

کیون نہین ہوتا تجھے غم عاشق جانباز کا
دیکھ روتی ہے پڑوسے لاشۂ پروانہ شمع

کیا نزاکت ہے کہ جھنجھلا کر لگا کہنے وہ رات
محفل عشرت کو کر دیتی ہے آتشخانہ شمع

ہون وہ پروانہ کہ در تک با وجود عذر لنگ
لگئی استقبال کو محفل سے بیتابانہ شمع

حال دل یاد لب جانا مین ہے کسطرح
تسمہ سے ہو کر جدا جھکتی ہے پابوسانہ شمع

مجھسے نفرت غیر سے اُس شعلہ رو کو ہے تپاک
ہے کس سے آشنا پروانہ سے بیگانہ شمع

سر پہ سوزان داغ سودا پاؤن مین زنجیر اشک
تیری محفل مین کھڑی ہے صورت دیوانہ شمع

لنگ اس خاطر بناتے ہین کہ تجھکو دیکھکر
پھر تو بوسی نہ دوڑی آئے بیتابانہ شمع

شاہ ملک عشق ہون مرنے پہ بھی لیتا ہون تاج
گل چڑھا جاتی ہے بلبل قبر پر پروانہ شمع

غزل ۲۶۳	کچھ فقط تو ہی نہین ناسخ دل و جان سے نثار بزم مین پروانے ہین سب اور صاحبخانہ شمع	آتش

قدر کیا رکھتی ہے پیش چہرۂ پرنور شمع
نام کو چربی کا پتلا گو ہوا مشہور شمع

صاف آتا ہے نظر پوشاک سے نور بدن
پیرہن فانوس ہے جسم بت مغرور شمع

اُٹھ گئے اغیار سنتے ہی مری آواز پا
رہ گئی مجلس مین عذر لنگ سے مجبور شمع

عیش زن کو اپنی دولت سے نہین ممکن فروغ
کنج کی روشن میان خانۂ زنبور شمع

اے فلک آتا تو محفل مین فروغ اپنا بھی ہو
یار کے نزدیک بیٹھین ہم کھڑی ہو دور شمع

سیکڑون عیش کے ہین سامان جمع
پر نہین خاطر پریشان جمع

جوشش سودا خیال خط غم زلف
ہین پریشانیون کے سامان جمع

آرزو داغ بیکسی حسرت
کیسے کیسے ہین دل مین مہمان جمع

ہم کوئی رونے سے رکتے ہین
در جانان پہ کیون ہین دربان جمع

ایک دل کے ہزار دل ہو جائین
اسلیے کر رہا ہون پیکان جمع

ہنس پڑو تم ہمارے رونے پر
لطف دیتے ہون جو برق باران جمع

آرزوئین تری ہین دل مین بھری
یا پری خانے مین ہین پریان جمع

اے جنون کب سے دونون ہین مشتاق
آج ہو جائین جیب و دامان جمع

آج اٹھین سگے زخمیون کو مزے
ہو رہے ہین دہان نمکدان جمع

غزل ۲۷۲ — داغ

اب ملیگی سخن کی داد امیر
آج محفل مین ہین سخندان جمع

اس شوق کی نہین ہیت قاتل کو اطلاع
افسوس ہے کہ دل کی نہو دل کو اطلاع

ساری جہان کو گردش مجنون کی ہو خبر
لیکن نہو تو صاحب محمل کو اطلاع

مین ناتوان چلا ہون دبے پاؤن اسطرح
میری نہین ہے رہبر منزل کو اطلاع

صورت دکھا کے آئنہ کو نام بھی بتاؤ
ہو جائے خوب تر مقابل کو اطلاع

جانکاہ عاشقون کو ہے یون ہجر کی خبر
جسطرح ہو خزان کی عنادل کو اطلاع

ہے آدمی کی پردۂ غفلت سے زندگی
مرجائے گر ذرا بھی ہو غافل کو اطلاع

چھپتی ہے کب چھپائے سے اہل کرم کی شان
ہوتی ہے خود بخود دل سائل کو اطلاع

ہم تشنہ کام بزم سے پھر آئے لاکھ بار
اسکی نہین ہے ساقی محفل کو اطلاع

انتقالِ روحِ عاشق کا زمانہ ہی قریب
تو مبارک ہو تمھین روشن کرو دشمن چراغ

یون ہی مر جاؤنگا مین بھی سوزِ غم سی اے صنم
جلکے بجھ جاتا ہی شب کو جیسے بے روغن چراغ

شب کی تاریکی لحد پر داغ تن زیرِ لحد
تیرگی بالاے مدفن ہے تہِ مدفن چراغ

غزل ۲۷۸	ای نسیم اب تم بدل کر قافیہ لکھو غزل جوشِ مضمون کہ رہا ہی اور ہو روشن چراغ	ناسخ

عریانی نے جنون مین مرے کام آئے داغ
طاؤس کی طرح ہی بدن پر قباے داغ

ہوتا ہی کرم خوردہ گلِ لالہ جسطرح
ناسور یون ہین میرے جگر مین بجاے داغ

بیداغ آسمان نی نرکھا کسیکو یان
ہر ایک جسم نے بھی چیچک کے پاے داغ

سودائی ہم ہین ایسے کہ ہر سال لالہ سان
ہوگا ہماری خاک سی نشو و نماے داغ

کیونکر گلون کی خاطرِ نازک کو توڑتا
گلشن مین عندلیب سے مین نے چھپاے داغ

مرنے کا غم نہین یہ مگر داغ ہی مجھے
دامن سے اُسنے میرے لہو کے چھڑاے داغ

غزل ۲۷۹	جنت کو جائینگے لیے دوزخ بغل مین ہم ناسخ یون ہین جو بعدِ فنا ہی بقاے داغ	قدر

کھلتے ہی مثلِ لالہ ہوئے مبتلاے داغ
اُٹھتے ہی باغِ دہر مین ہمنے اٹھاے داغ

اہلِ عروج رکھتے ہین دل مین کدورتین
یہ رمز ہی کہ چاند ہوا مبتلاے داغ

افسوس گھر رقیب کا روشن ہو یار سے
روشن ہماری قبر مین ہون شمعہاے داغ

ہون تمسے صاف قتل کرو تیغ پونچھ لو
ای یار کیا مجال کہ دامن پر آے داغ

ہی مختص سلطنت مرادل بادشاہ وقت
سایہ کیے ہی سر پہ ہمیشہ ہماے داغ

باغِ جہان مین دودِ جگر سے گھٹا اُٹھی
طاؤس کی روش دلِ وحشی نی دکھاے داغ

کیون کوئی اُنکے خال سیہ فام پر مرے
کیون شل مہر نام کو اپنے لگائے داغ

ہمکو مٹایا نقش قدم کی طرح تو کیا
جب جانین وہ نگار جگر کا مٹائے داغ

عشقِ بتان مین ظاہر و باطن ہی ایکسا
زخمون کا کچھ شمار نہ کچھ انتہائے داغ

دربیش تھا معاملہ دربارِ عشق مین
محضر پہ مہر ہو گئی جب دل نے دکھائے داغ

غزل ۲۰۰

مانند شمع جلگئی ہر شعر پر زبان
ای قدر کیون بیان کیا ماجرائے داغ

آتش

بزم مین رنگین خیال ہون کہ جو ہو روشن چراغ
سنبلستان ہو شبستان لالۂ گلشن چراغ

چاندسی مکھڑی کو دیکھا آنکھین روشن ہوگئین
پرتوِ مہتاب سی بن جاتی ہین روزن چراغ

روشنئِ طور ہو یار روا اگر ممکن نہین
تیری صدقی کا کہان سی لائیگا روغن چراغ

دن کو بیداری مین رہتا ہی خیالِ رُخِ یار
رات بھر مین دیکھتا ہون خواب مین روشن چراغ

دل ہمارا مردہ ہی سینہ ہمارا گور ہے
داغ سینہ کا ہی گویا گور پر روشن چراغ

صبح تک جلتی ہی آہون سے ہوائے بادِ تند
شام سے فانوس رکھتی ہی تہِ دامن چراغ

گنجِ زر رنگِ طلائی نے کیا منہ یار کا
خالِ گنجِ لب مین سمجھا مال پر روشن چراغ

تازہ ہو جاتا ہی یادِ رفتگان سی داغِ دل
کاروان کرتا ہی اس ویرانہ مین روشن چراغ

امن مین رکھتی ہی شر سے فتنہ کی روشندلی
چور پھر جاتا ہی گھر مین دیکھکر روشن چراغ

روزِ فرقت کچھ شبِ دیجور سی بھی ہی سیاہ
انکو ہو دیگا ہماری گھر مین اب روشن چراغ

تیل کا مقدور تو اُسکو نہین باقی رہا
گھر جلا کر اب مگر روشن کری دشمن چراغ

جا نہین داغ محبت کی دلِ بی عشق مین
خانۂ خالی مین دیکھا ہی کہین روشن چراغ

دوستداری کو مری سی آشنا ہو دیرا اگر
اپنی چربی سے جلادے راہ مین دشمن چراغ

یہ لگاوٹ یہ کھنچاوٹ یہ چلن یہ بانکپن
قہر کی چالیں تجھے ای ترک سکھلاتی ہے تیغ

سخت جانی نی خجل کس کو مقتل مین کیا
اُس سے شرماتا ہون مین اور مجھسے شرماتی ہے تیغ

بسملون کا جذبۂ شوق شہادت دیکھنا
میان سے بیتاب ہوکر خود نکل آتی ہے تیغ

ہی یہ بازار جزا لے تیغ زن اپنی جبہ
دیکھ وہ تیری قضا کھینچے ہوے آتی ہے تیغ

سخت عاجز ہی ہماری سخت جانی دیکھکر
پیستی ہی دانت سر پتھر سے ٹکراتی ہے تیغ

حال سارا آبداری کا ابھی کھل جاے گا
منہ مری زخمون کا کیون رک رک کے کھلواتی ہے تیغ

خضر رہ بھی ہی فقط رہزن نہ اسکو جانیے
جان لیتی ہی تو منزل پر بھی پہونچاتی ہے تیغ

ہی پری آئینہ مین بجلی سے سوا جانے مین ہے
ناز سے آتی ہی اور انداز سے جاتی ہے تیغ

اور پھر بھی تشنہ کامی پر کسے آتا ہی رحم
حلق مین دو دو بوند پانی آکے ٹپکاتی ہے تیغ

تشنۂ دیدار ہون پیاسا نہ مجھکو ذبح کر
دیکھ قاتل شرم سے پانی ہوی جاتی ہے تیغ

مجرمان عشق کو ہی دم مین بیڑا پار ہے
آج کل دریاے رحمت بنکے لہراتی ہے تیغ

بسملون کے خون سے قاتل اسے سیراب کر
دیکھ تو کب سے زبان خشک دکھلاتی ہے تیغ

رعب ایسا چھا گیا ہی سخت جانی کا امیر
موت پھری دور ہی سے مجھکو دکھلاتی ہی تیغ

غزل ۲۰۲ — داغ

مانند گل ہین میرے جگر مین چراغ داغ
پروانے دیکھتے ہین تماشاے باغ داغ

کب سنگدل کے دل مین سماتا ہے داغ عشق
میدان حشر چاہیے بہر فراغ داغ

بھر جاے سوز دل کا مزہ آنکھ مین اگر
ہو مثل لالہ دیدۂ نرگس ایاغ داغ

گر ہو دماغ دل مدد ناخن جنون
لبریز خون سے رہے ہر دم ایاغ داغ

مرگ عدو سے آپکے دل مین چھپا نہ ہو
پھر یہ جگہ مین اب نہین ملتا سراغ داغ

دل میں قمر کے جیسے ملی ہے اسے جگہہ — اُس دن سے ہو گیا ہی فلک کے دماغ داغ

جائیں جو لیکے داغِ جنون وحشیان عشق — ہو جائے نام گلشن فردوس باغ داغ

تا سیکیے لحد سے نہیں دل جلے کو خوف — روشن رہیگا تا بقیامت چراغ داغ

غزل ۲۸۴	مولیٰ نے اپنے فضل و کرم سے بچا لیا رہتا وگرنہ ایک زمانے کو داغ داغ	کیف

جلنے میں کیا کریگا مرا سامنا چراغ — بجھ بجھ گیا ہے ہجر کی شب بارہا چراغ

کرتا ہی ہجر یار میں کیا دم خفا چراغ — ای ہمنشین بجھا دی برائے خدا چراغ

صبحِ شبِ وصال کے سامان ہو گئے — آنے لگی صدائے اذان بڑھ چلا چراغ

یارانِ رفتگان کی اگر چال پر چلے — دکھلائے راہ میں تجھی ہر نقش پا چراغ

اللہ رے ہمارے دلِ زار کی تلاش — نکلا ہی لیکے ہاتھ میں دزدِ حنا چراغ

تھی روشنی تمام شبِ وصل یار کی — ہوتے ہی صبح کے نہ دکھائی دیا چراغ

وعدہ کیا تھا یار نے آنیکا دن ڈھلے — دل بجھ گیا جو شام کو روشن ہوا چراغ

یون داغ عشق کوچۂ گیسو میں لیگیا — جیسے اندھیری رات میں ہو رہنما چراغ

کوچے میں اوسکے یون دلِ روشن جدا ہیں — ٹوٹے پڑے ہیں جیسے کہیں جا بجا چراغ

ایسی جلن تھی مجھسے سگِ کوی یار کو — تربت کا میری آکے اٹھا لیگیا چراغ

موج نسیم سے ہو زیادہ دھوان لطیف — دامن سے گل کری جو وہ گلگون قبا چراغ

ہر عضو غیرتِ داغ سے آتش بہار ہے — اک قمر تن میں جلتے ہیں لا انتہا چراغ

اُنکے لبون تک آئے پیالہ شراب کا — روشن نظر پڑے ہی لبِ آبِ بقا چراغ

سو بار جسکو سیرِ چراغان دکھائی تھی — اک دن نہ لایا قبر پہ وہ بیوفا چراغ

زلفون مین آرہا ہی پھسلکر بغل سے دل | ای روے یار جلد دکھانا ذرا چراغ

غزل ۲۸۵ — **تسلیم**

ای کیف دیکھتے ہین شب ہجر یار مین
گل شمع زیست ہوتی ہی بجھتا ہی یا چراغ

جلتے ہین سینے مین لاکھون داغ کی ہر شب چراغ | ہون تو مین مفلس مگر روشن ہین گھر مین شب چراغ

دیر ہو یا کعبہ اسکو دل جلانے سے غرض | صورتِ داغِ دلِ عاشق ہی لا مذہب چراغ

اف ری ظلمت صبح تک شعلے کا تن کانپا کیا | ڈر گیا میرے سیہ خانے مین آیا جب چراغ

تیرہ بختی جبتلک ہی خاک ہو فن کو فروغ | سامنے کالے کے جل سکتا ہی اے دل کب چراغ

[illegible] ظلمت کدہ کیونکر نہ ای تسلیم ہو
سیکڑون گھر مین نہین راتون کو جلتا اب چراغ

غزل ۲۸۶ — **ردیف فا** — **مومن**

مجلس مین تا نہ دیکھ سکون یار کی طرف | دیکھے ہی مجھکو دیکھ کے اغیار کی طرف

کتنا شعاعِ مہر نے حیران کیا ہمین | تکتے ہین کب سے روزنِ [illegible] کی طرف

ہم تشنگانِ تیغ نے سینہ جلا دیا | آتش لگی تھی کوچۂ دلدار کی طرف

اسنے دکھا دکھا کے مجھے چھیڑ [illegible] | گل پھینکے عندلیبِ گرفتار کی طرف

ہے کیا قبول سجدۂ شہیدانِ عشق کا | ہون غوث سر جھکاتی ہی تلوار کی طرف

دل بعد قتل بھی نہین پھرتا گور مین | منھ پھر گیا ہے کوے ستمگار کی طرف

غزل ۲۸۷ — **نسیم**

کافر لگے ہے تو مومن کے مت مگر
دیکھ اپنے نقشِ رشتۂ زنار کی طرف

لائے نصیب کھینچ کے بیداد کی طرف
دل بھر بھرا کے پھر آیا تو صیاد کی طرف

پاس وفا سے منہ نہ پھرا وقت ذبح بھی
دی جان دیکھ دیکھ کے صیاد کی طرف

ہیں اجنبی قفس سے مجھ جیسے اجنبی
وہ مجھکو دیکھتا ہے میں صیاد کی طرف

ای دام روزگار نہیں بخت عندلیب
کیوں کھینچتا ہے تو مجھے صیاد کی طرف

رو کو خدا کے واسطے یارو کہ جوش شوق
پھر مجھکو لیچلا اسی جلاد کی طرف

ہے مجھکو جوش شوق شہادت حیا کے ساتھ
گردن جھکائے جاتا ہوں جلاد کی طرف

ایسے مسافران عدم تنگ دل گئے
منہ بھی کیا نہ عالم ایجاد کی طرف

عاشق کا دل ہے اسمیں خوشی کا گذر کہاں
آتا ہے کون خانۂ برباد کی طرف

مژدہ کسی طرح کا سناتا ہے گر کوئی
میں دیکھتا ہوں خاطر ناشاد کی طرف

آنکھوں شگون آمد فصل بہار ہے
تکتے ہیں باغبان مری فریاد کی طرف

مشق خیال یار ہے یوں دلکو جسطرح
شہرت ہو طفل کو سبق یاد کی طرف

دیکھی جو میں نے روز جزا اسکی بیکسی
شرما کے ہو گیا اسی جلاد کی طرف

غزل ۲۸۹ — نسیم

پنجے کھلے ہوئے ہیں چلو سیر کو نسیم
جاتے ہیں دام بلبل ناشاد کی طرف

میں دیکھتا ہوں یہ طول نہ کیوں ہو فدائے زلف
جز ابتدا نظر میں نہیں انتہائے زلف

حسرت ہی رہ گئی دل عاشق میں ہائے ہائے
شانہ نے کچھ بیان نہ کیا ماجرائے زلف

یارب دراز ہو شب ہجران سے بھی زیادہ
رہتی ہے یہ دعا مری لب پر برائے زلف

عاشق کا دیکھو دیکھ کے ہوتا ہے پیچ و تاب
ثابت نہیں کسیکو ہے کیا مدعائے زلف

بخشا جو پھیر اپنی خاطر سے اشتیاق
ہم کہتے کہتے بھول گئے ماجرائے زلف

میری بھی داستان کو اسی طرح طول ہے — جسطرح ہے دراز ترا ماجراے زلف

دیتا ہون اپنی جان اگر کیجیے قبول — رکھتا ہون اور کیا جو تمھین دون بہاے زلف

پائی تمھارے سر پہ جگہ واہ رے نصیب — کیا اندنون ہی اوج پہ بخت رساے زلف

اللہ ری ضبط عاشق بیچارہ مرگیا — اتنا بھی اسکے منھ سے نہ نکلا کہ ہاے زلف

صدقے کیواسطے ہو تمھین فکر کیا ضرور — عاشق کی جان جائیگی لیکر بلاے زلف

قربان اُس نصیب کے کیونکر نجائیے — قسمت یہ ہے کہ سر پہ تمھارے ہی جاے زلف

غزل ۲۸۹	سچ ہے ہجوم شوق بھی ہے قہر اے نسیم کیا کیا بلائین سہتے ہین ہر شب براے زلف	ظفر

تھا نہ جبتک صنم ہوش ربا سے واقف — حق ہے واللہ نہ تھا بندہ خدا سے واقف

دیدیا ہمنے دل اپنا تجھے افسوس کہ ہم — اے دغاباز نہ تھے تیری دغا سے واقف

نہین معلوم کہ ہے محمل جو ہر سیاہ ... — ہم ہین اس یار کی تاک کف پا سے واقف

کردیا زلف نے کافر تہ ... آگاہ — ورنہ ہم آگے نہ تھے دام بلا سے واقف

مین ہون بیمار محبت نکرو میرا علاج — اے طبیبو نہین تم میری دوا سے واقف

دوڑے کسطرح تری سمت سے لگا دل اپنا — کہ نہ ہے شہر سے وہ اور نہ وفا سے واقف

غزل ۲۹۰	ہنستی کیون گل کی روش باغ جہان مین عاقل اے ظفر ہوئے اگر یان کی ہوا سے واقف	ناسخ

چل جنون وادی وحشت کیطرف — بلکہ صحراے قیامت کی طرف

گرم بازار ہے کثرت سے سنگ — بجا گیے کوچۂ وحدت کی طرف

خلل انداز ہو کیونکر ابلیس — ہے خدا آپکی امت کی طرف

مر گیا ہون مین اسی خواہش مین — کبھی آؤ مری تربت کی طرف
قلقل شیشہ سُنے کیا زاہد — کان ہین شور قیامت کی طرف
حُسن کب اُنکو نظر آتا ہے — آنکھ جنکی ہے قیامت کی طرف
گرم جوشی کرے دوزخ جو دلا — منھ نکرنا کبھی جنت کی طرف

غزل ۲۹۱ — آتش

قہر کیا اس سے سوا ہوگی تار
دیکھنا صبح شب فرقت کی طرف

اللہ ہووے بلبل ناشاد کی طرف — گلچین جو لوٹتا ہے تو صیاد کی طرف
برسون سے قد یار کا مضمون نہین بندھا — مدت سے کیا گئے نہین شمشاد کی طرف
ای جذب دل بغل مین سمجھتا ہون یار کو — جاتا ہی دھیان جب تری بیداد کی طرف
لایا ہی عشق حسن کا تیرے کشان کشان — آتا تھا کون عالم ایجاد کی طرف
عاشق ہی داد خواہ نہین ورنہ روز و شب — فریادرس کے کان ہین فریاد کی طرف
سمجھے نہ مصلحت کوئی اپنا بجز [illegible] — مائل نظر ہی حسن خداداد کی طرف
گردون سے چاہتے ہین یہی ہم گناہگار — منھ ہووے قبلہ آنکھین ہون جلاد کی طرف
عاشق ہین جو حسن جو چاہو ستم کرو — کسکا خیال جاتا ہی بیداد کی طرف
دھوکا دیا ہی دام نے کس گل کی زلف کا — بلبل اشارے کرتی ہی صیاد کی طرف
شیرین بھی چاہتی جو کسے بیرزن تو کیا — خسرو نہ دیکھ سکتا تھا فرہاد کی طرف

غزل ۲۹۲ — وزیر

آتش یہ وہ زمین ہی کہ جسمین شفیق من
سودا ہوا ہی میرے استاد کی طرف

دیکھو ادب کرو اگر گور غریبان کی طرف — قبلہ رو ہی پاؤن سر کوی جانان کی طرف

دونون ہاتھ اپنے نہین بیکار ہین دستِ جنون
ایک دامن کی طرف ہے اک گریبان کی طرف

ہم بھی لپٹے جاتے ہین دامن سے مثلِ گرد باد
ناز سے دیکھا تو ہوتا پھر کے دامان کی طرف

بعد مردن ہے وصیت بس یہی اے دوستو
قبر مین منہ پھیر دینا کوے جانان کی طرف

سبزۂ بیگانہ مین پاتے ہین کچھ اپنا سا حال
آنکلتی ہین جو اے بلبل گلستان کی طرف

غمزدہ جیسے کنوے مین گر پڑا تکتا ہو عزم
دیکھتا ہون یون مین اُس چاہِ زنخدان کی طرف

میری جانب یون وہ کرتا ہے حقارت سے نگہ
کوئی ہندو جسطرح دیکھے مسلمان کی طرف

غزل ۲۹۳	ہو گئے غافل اس ادب سے ہم نہ سوئے اے وزیر پائون ہو جائین نہ اپنے کوے جانان کی طرف	شاد

ہمنسے تازہ قفس مین حیف صد حیف
نہین معلوم رسمین حیف صد حیف

وہ اورون کی ہوس مین حیف صد حیف
مرا دل اُسکے بس مین حیف صد حیف

جو گل بوٹے تھے چیدہ اُس چمن مین
ملے وہ خار و خس مین حیف صد حیف

وہ بلبل ہون کہ بے گھونٹے گلے کے
یون ہین ہر دم قفس مین حیف صد حیف

غزل ۲۹۴	وفا وعدہ کیا اک دن نہ اے شاد ہزارون کھائین قسمین حیف صد حیف	رند

ہے سراپا بسکہ تیرا صورتِ آئینہ صاف
عکس ہے چاہِ ذقن کا جسکو بتلاتی ہین ناف

سطح ہے گلزار ہے وہ روے رنگین بے خلاف
عشق پیچہ موی کاکل گل ہے عارض صاف صاف

رونگٹے تیرے شکم پر موجِ بحرِ حسن ہے
جانجان گرداب ہے جسکو بتلاتی ہین ناف

نام ہے خوش طالعی خوشنودیِ دلدار کا
وہ اگر برگشتہ ہے تقدیر بھی ہے بر خلاف

وصف یکتائی رقم کرتا ہون جب قرطاس پر
ہاتھ مین جھٹکر اٹھا لیتا ہون خامہ بے شگاف

یاد آیا یار گیسو دو زبانیں دیکھکر
ہی شکایت گر تری شیرین بیانی ہو رقم
تنگ ہوں لیجل اجل یاں سے علام یار کو
نقطۂ موہوم سے کہتے ہیں بہت بعضے عدم
اڑ کے جا سکتی ہی مجھسے کس طرف کو وہ پری

پیشتر کھولا اگر ناخن پہ خامے کا شگاف
نیند ہو جائے دم سحر سینہ خامے کا شگاف
وضع ابنائے زمانہ ہی طبیعت کے خلاف
الغرض واقع دہان یار میں ہیں اختلاف
چھان مارے نگاہیں وحشی منھ سے کی یا بقا

غزل ۲۹۵	طبع اقدس پر ہی کیوں یا حضرت آتش ملال شاعری کا رند نے کس دن کیا لاف و گزاف	اسیر

شوخیاں کہتی ہیں ہم ہیں اسکی چتون کی طرف
سیر دیکھو دل بھی ہی اس شوخ پرفن کی طرف
اس رخ رنگیں پہ زلفیں دیکھکر کہتی ہی خلق
ہاتھ جب اسیر اٹھاتا ہی ہرا دست جنوں
عارض گلگوں سی اٹھی ہی جو اس گل رخ نقاب
گر پڑا کیا کوئی لخت دل کا لعل اے چشم تر
کھینچ لیتا ہی جو قاتل ہاتھ میرے قتل سے
کوئی گل توڑا کہ گلچیں نے کیا بلبل کو ذبح
دونوں آنکھوں سے ہی میری آبرو برسات کی
میاں سے کھینچا جو خنجر یار نے اللہ رے شوق
پھول مرجھا جائیں تو مجھسے نہ کرنا کچھ گلا کو
جب میں کہتا ہوں حرم آخر کو تو اپنا شعور

چتونیں کہتی ہیں ہم ہیں چشم پرفن کی طرف
دوستی ہو کر بولتا ہی میرے دشمن کی طرف
جھوم کر کالی گھٹا آئی ہی گلشن کی طرف
بڑھ کی کھتا ہی گریباں میں ہوں دامن کی طرف
بلبلیں سب چیخ بیٹیں کرتی ہیں گلشن کی طرف
ڈھونڈھنے کو اشک آئے تیغ دامن کی طرف
دیکھتی ہی تیغ کس حسرت سے گردن کی طرف
اے صبا ہنگامہ کیسا ہی یہ گلشن کی طرف
ایک بھادوں کی طرف ہی ایک ساون کی طرف
روح سارے جسم کی کھنچ آئی گردن کی طرف
اے صبا چلنے کو میں چلتا ہوں گلشن کی طرف
تیغ کہتی ہی کہ میں ہوں تیری گردن کی طرف

ایک تم ہو اضطرابِ دل تماشا ہے تمہیں
ہم سے تو دیکھا نجاتا مرغِ بسمل کی طرف

قلعۂ ہستی ہو دیکھیں فتح کس کے نام ہو
اشک ہیں آنکھوں کی جانب رو ہے دل کی طرف

رو سے روشن سی ہیں برگشتہ وہ مژگانِ سیاہ
کافروں کی پیٹھ ہے دیکھو حمائل کی طرف

مر گئے پر بھی ہوا سے وصلِ لیلا دیکھنا
خاک بھی اڑتی ہے مجنوں کی تو محمل کی طرف

یا الٰہی کسطرح ہوگی رہِ مقصود طے
دل ہے یارانِ وطن میں رخ ہے منزل کی طرف

دین و دنیا دونوں ہیں آنکھوں کی اپنی پتلیاں
اک نگہ ہے حق کی جانب ایک باطل کی طرف

اسقدر تو زخمِ تیغِ یار دہشت ناک ہے
موت بھی آتے ہوئے ڈرتی ہے بسمل کی طرف

سوئے گلشن شاخِ نخلِ گل ہوئی ہے یوں دراز
جسطرح دستِ کرم بڑھتا ہے سائل کی طرف

عشق کامل نے مجھے بخشی ہے حرمت اسقدر
سجدے وہ کرتے ہیں میرے کعبۂ دل کی طرف

رونکاری حشر کو ہوگی جو میرے خون کی
دل کہے دیتا ہے حق بولیگا قاتل کی طرف

قیس کہتا تھا کہ شوقِ روئے لیلا دیکھنا
پھر نہ آنکھوں کے کھنچے بیٹھے ہیں محمل کی طرف

تسلیم	ایک وہ دن تھے کہ جلسوں میں بسر ہوتی تھی کبھی عصیاں کبھی تپا تا نہیں ہے ہو محفل کی طرف	غزل ۴۹۲

کیا کروں دیکھ کر میں نامۂ عصیاں کی طرف
آج ہے میری نظر آپکے احسان کی طرف

آج ای بلبلِ بیکس ہو تیری جان کی خیر
آنکھ صیاد کی پڑتی ہے گلستان کی طرف

شبِ وعدہ ہے نگر آج تو خود ملنے میں
دیکھ بے رحم مرے حسرت و ارمان کی طرف

صدقے ای دستِ جنوں تیرے کہ اتنا تو ہوا
ہنس دیے دیکھ کے وہ چاکِ گریبان کی طرف

بیکسی کیا کروں تیری کہ میں سنتا ہوں
موت بھی آج ہے میری شبِ ہجران کی طرف

پوچھو اپنے رخِ شفاف سے کیا سحر کیا
دیکھئے کیا ہو مرے دیدۂ حیران کی طرف

ہاے ری شرم اسیری کہ قفس مین بلبل / روئی منھ پھیر کے اکدن نہ گلستان کی طرف

غزل ۲۹۹

کسکو سودا ہی در یار سے اُٹھکر تسلیم / جاے آدم کی طرح روضۂ رضوان کی طرف

یوسف

قتل گہ مین محو پایا اسکو قاتل کی طرف / جز قضا کوئی نہ پھٹکا آکے بسمل کی طرف

مجھسے کرتا ہی اشارے کوئی قاتل کی طرف / چشم حسرت سے نہ دیکھون کسطرح دل کی طرف

یہ ردا رو سے جنازے کی ہٹا دینا بہت ہو / منھ اُٹھائے ہم چلے جاتے ہین منزل کی طرف

بیقراری نے مری انکو بھی غمگین کردیا / ہاتھ دھرے مارے زمین پر جھکے دل کی طرف

آج چلکر باغ مین ہوجاے بحث حسن و عشق / آپ جا بیٹھین گلون مین ہم عنادل کی طرف

دیکھ جائے قبر سے اُٹھتے ہوے میری دھوان / آے وہ زہرہ جبین اس چاہ بابل کی طرف

نشتر مژگان سے اے رشک مسیحا کھول فصد / درد ہے کچھ پائین جانب کچھ ہے دل کی طرف

قالب خاکی ہمارا خاک آخر ہوگیا / لیلیٰ جان نے نہ دیکھا موڑ کے محمل کی طرف

ہو محبت مین اگر شوق شہادت دستگیر / پاؤن سر پر رکھکے دوڑون کوے قاتل کی طرف

کھڑکھڑاہٹ سے بھی تیغ کی تڑپ اُٹھین خوش ہین ہم / صاف جاتا ہی گمان بسملا بسمل کی طرف

ہاے گل کیا ہوے رسوا ہم اس دلکی طفیل / آج پھر باندھا ہی رخ اُس تلکی محفل کی طرف

ہمتو سجدہ بھی اُدھر ہو لیسے کرنیکے نہین / سچ تو ہی کعبہ بھی ہو گر انکی محفل کی طرف

ایک وہ دن تھے کہ سر تن پر وبال دوش تھا / موت اب چلتی ہوئی آئی ہے قاتل کی طرف

گر چھڑکنا ہو نمک بھی تمکو زخمون پر ضرور / مسکرا دو دیکھکر اے یار بسمل کی طرف

ساربان پر صاحب محمل کی یہ تاکید ہے / سایۂ مجنون نہ آنے پاے محمل کی طرف

دید کو قاتل تماشا ہی ہمارا وقت ذبح / منھ ہی کعبے کی طرف آنکھین ہین قاتل کی طرف

بند ہو جائیگا واعظ درِ توبہ لیکن کسکو تھی اسکے سوا منزلِ ویران مرغوب		وا رہیگا یونہین ہر دم درِ میخانۂ عشق سینۂ عاشق افسردہ ہوا خانۂ عشق
غزل ۳۰۲	ای نسیم اب نہ محبت کی تمنا کرنا ورنہ پھر لوگ کہین گے تمہین دیوانۂ عشق	ظفر
نہین ہی درد مجھے اور کچھ سواے فراق ترے فراق زدون کو مزار سے تا حشر فراق مجھکو ستاتا ہی ہان فراق کو مین وصال بھی جو میسر ہوا تو خوش نہوا کیا خدای جہان آفرین نے پیدا مرے سوی کیا کوئی آگاہ ہو محبت سے		طبیب تجھسے اگر ہو تو کر دواے فراق عجب نہین جو یہ نکلے صدا کہ ہاے فراق یونہین ستاؤن اگر میرے ہاتھ آے فراق غمِ فراق کے ڈر سے یہ مبتلاے فراق فراق میرے لیے اور مجھے براے فراق کہ جبتک نہو دل لذت آشناے فراق
غزل ۳۰۳	فراق و فرق مین اک حرف کا ہی فرق فقط جدا ہی فرق دلون مین وہی ہے جا فراق	خلیل
تھم وا ندہ ہین دربانِ درِ خانۂ عشق حدِ امکان سے نکلجاتے ہین بیخود ہوکر عشق کو عقل سے ہی روزِ ازل سے نفرت درگذر یار جو تقصیر کوئی ہو مجھسے		زخم وا ناسور ہین در روزنِ کاشانۂ عشق نہین معلوم کہان رہتے ہین دیوانۂ عشق بات ارسطو سے نہین کرتے ہین دیوانۂ عشق کہ خطا سے ہی بری لغزشِ مستانۂ عشق
غزل ۳۰۴	شرم اللہ سے کر عشقِ بتان چھوڑ جمیل لوگ کہتے ہین تجھے راہبِ بتخانۂ عشق	وزیر
[illegible] آستانۂ عشق		[illegible] گا اسے [illegible] خانۂ عشق

جبین قیس نہی سنگ آستانۂ عشق
جنون ہی خیمۂ لیلی اسیاہ خانۂ عشق

مدام دل مین رہے داغ الفت ساقی
نہ بجھے چراغ ہو یارب شرابخانۂ عشق

یہ محفل طرب جشن ہی نہین مقتل
صدا گلوے بریدہ کی ہی ترانۂ عشق

بس ایک ہاتھ مین دو ہوگئے مین زمین پہ گرا
قضا جو آئی ادا ہوگیا دوگانۂ عشق

ہر ایک گام پہ دل پیستا ہے ابلق چشم
مگر ہی سرمے کا دنبالہ تازیانۂ عشق

جلایا طور کو اکدم مین صاعقہ بنکر
شرر فشان جو ہوا سنگ آستانۂ عشق

تو خدا نے کہا فی السماء رزقکم آپ
ملا ہی مجھکو یہ ہفت آسیا سے دانۂ عشق

یہ سچ مثل ہی تو سبکا ہی خدا رزاق
نصیب طائر دل ہے ازل سے دانۂ عشق

صدائے ماتم دل سنکے خوش وہ ہوتے ہین
نوائے سینہ زنی ہی کہ شادیانۂ عشق

نقاب اودھر وہ اٹھائین ادھر مین آہ کرون
سمند حسن پہ پڑ جائے تازیانۂ عشق

چڑھا جو دار پہ عاشق کا سر ہوا سردار
جدا ہی خانۂ عالم سے کارخانۂ عشق

خدا کا گھر ہو جو ٹوٹے جہاد نفس سے دل
خراب ہو تو بنے لامکان یہ خانۂ عشق

کسیکی ابروے پرخم کا دھیان رہتا ہی
ہمارا کعبۂ دل ہی سیاہ خانۂ عشق

جو شوق دید ہی موسی کیطرح ایک نہ سن
کہ لن ترانی محبوب ہی ترانۂ عشق

غزل ۳۰۵	وزیر تخم محبت کو دل مین بوا سچے زمین وہ شور ہے جسمین اُگے نہ دانۂ عشق	شاد

مجھسے بڑھکر ازلی کون ہی دیوانۂ عشق
میری گھٹی مین ہی طفلی سے پڑا دانۂ عشق

عشق بازون نے جہان قصۂ یوسف چھیڑا
بوالہوس زرد ہوے سنتے ہی افسانۂ عشق

الفت دختر رز وہ ہے کہ بے سر ہوکر
شیشہ قلقل سے کرے نعرۂ مستانۂ عشق

محفل عالم ایجاد بھی ایجاد نہ تھی | یار تھا شعلۂ حسن اور میں پروانۂ عشق

غزل ۳۰۶ — صبا

جنس انمول ہے کیا اسکی ہو قیمت اے شاد
نقد جان و دل عشاق ہے بیعانۂ عشق

دہن یار ہے ہر روزن کاشانۂ عشق | خانۂ گور سے بدتر ہے سیہ خانۂ عشق
دین کی سدھ کسے دنیا کی خبر کسے یہان | اپنی کچھ اور ہی عالم میں ہے دیوانۂ عشق
غل مچاتے ہیں جو کتوں کی طرح ناصح | شیر کی طرح بپھر جاتے ہیں دیوانۂ عشق
ہم وہ عاشق ہیں کہ طفلی میں نہ نیند آتی تھی | دایہ جبتک نہ بیان کرتی تھی افسانۂ عشق
کبھی جمشید کو خاطر میں نہیں لانے کا | ایک ادنی سا گدا ہے در میخانۂ عشق
مرتبہ قیس نے پایا ہے نہ لیلے کا کہو | حسن تدبیر سے غافل نہیں فرزانۂ عشق
واعظوں کی کوئی لاحول ولا سنتا ہے | کہ فرشتے کی بھی سنتا نہیں دیوانۂ عشق
عشق یوسف میں زلیخا نے بڑا نام کیا | واہ شاباش زہے ہمت مردانۂ عشق

غزل ۳۰۷ — رند

اے صبا تخم محبت کا بڑا ہے ثمرہ
نخل تابوت ہویدا جو اُگے دانۂ عشق

نہ کس طرح سے کریں نالۂ فغان مشتاق | کہانتک تری الفت کریں نہان مشتاق
پتا لگا ترا بتخانے میں نہ کعبے میں | پھرے تلاش میں تیری کہان کہان مشتاق
نقاب اٹھایئے اب تو حجاب کیجیے دور | جمال پاک کے ہیں چشم مردمان مشتاق
قرار اسکو نہیں ایک دم کسی جا پر | کسی حبیب کا پھرتا ہے آسمان مشتاق
دکھایا جلوہ کبھی اپنا نہ تو نے بعد کلیم | ترس گئے تری صورت کو جانجہان مشتاق
عیان تھی رند کی نظروں سے یاس تا دم مرگ | خدا اٹھائے جہان سے نہ اے بتان مشتاق

غزل ۳۰۸ اسیر

ہیں ترے زلف رسا کے عاشق　　ہم بھی ہیں یار بلا کے عاشق

تیرے معشوق خدا کے معشوق　　تیرے عاشق ہیں خدا کے عاشق

غمزے جور و ستم کے اٹھاتے ہیں کوئی　　آپ کے ناز و ادا کے عاشق

پاؤں رکھتے نہیں بالائے زمیں　　تیرے نقش کف پا کے عاشق

ان جفاؤں پہ وہی ذوق وفا　　ہم تو ہیں اپنی وفا کے عاشق

تجھ سے ڈرتے نہیں اے تیغ قضا　　ناز کرتے ہیں ادا کے عاشق

شوخ چشمی نہ کر اتنی ظالم　　گڑے جاتے ہیں حیا کے عاشق

دیکھیے حشر میں کیا ہوتا ہے　　ہم ہیں محبوب خدا کے عاشق

رغبت اب دل کو ہے یوں جانب غم　　جیسے معشوق کو تا کے عاشق

رات دن ہوتے ہیں صدقے پہ اسیر　　سیکڑوں تیرے خدا کے عاشق

غزل ۳۰۹ داغ

ہم اٹھا سکتے ہیں ہزار طریق　　کر نہ سکتے ہیں ہزار طریق

غیر کے ذکر پر نہیں موقوف　　تجھے ستا سکتے ہیں ہزار طریق

نہیں خالی تسلیاں ان کی　　آزما سکتے ہیں ہزار طریق

مہربانی کی ایک راہ تو ہو　　کر ستانے کے ہیں ہزار طریق

خواب میں ہم کو کس نے روکا ہے　　آ کے جانے کے ہیں ہزار طریق

دل میں آیا ہزار راہ سے غم　　اس ٹھکانے کے ہیں ہزار طریق

انکو سو سو بہانے آتے ہیں　　ہر بہانے کے ہیں ہزار طریق

جان سے جاتے رہینگے ہم اے دربان
قید خانے کے ہین ہزار طریق

دی ہی اسنے غیر کو جھوٹی
منہ لگانے کے ہین ہزار طریق

ابھی کم سن ہو تم نہین واقف
دل دکھانے کے ہین ہزار طریق

داغ اب فاقہ مست بن بیٹھے
مانگ کھانے کے ہین ہزار طریق

غزل ۳۱۰ — ردیف کاف — مومن

امتحان کے لیے جفا کبتک
التفات ستم نما کبتک

تجربے ہو چکا پہ تم تو کہو
ہے ارادہ نباہ کا کبتک

جرم معلوم ہے زلیخا کا
طعنۂ دست نارسا کبتک

مجھسے عاشق نہین ہو کچھ ظالم
صبر آخر کرے وفا کبتک

دیکھیے خاک مین ملاتی ہے
نگہ چشم نارسا کبتک

نہ بلاینگے وہ نہ آئین گے
جوش لبیک و مرحبا کبتک

ہوش مین آ تو مجھ مین جان نہین
غفلت جرات آزما کبتک

تمکو جو ہو گئی برائی کی
درگذر کیجیے بھلا کبتک

مرچکے ابتو اس صنم سے طین
مومن اندیشۂ خدا کبتک

غزل ۳۱۱ — ذوق

جو کھلا زلف کا جوڑا بالا مین سر سے پاؤن تک
بلا مین آگئین سب مبتلا مین سر سے پاؤن تک

ہم انکی چال سی پہچان لینگے انکو برقع مین
ہزار انکو وہ ڈھکے چھپا مین سر سے پاؤن تک

یہ جتنے سرو ہین سب اسکی قد سر زیر رکھاتی ہین
چمن مین آ کے سر کو جھکا ہو ثنا مین سر سے پاؤن تک

مرا دل ایک دن اُس خوش ادا کی کس ادا کو مین
کہین اُن تو ادائین ہی دائین سر سے پاؤن تک

سراپا شوق جائین کیسر بل ہم جنکے جلسے مین
مثال شمع وہ ہمکو جلائین سر سے پاؤن تک

بنایا اس لیئے اس خاک کے پتلے کو تھا انساں
کہ اسکو درد کا پتلا بنائین سر سے پاؤن تک

سراپا پاک ہین دھوئی جنہون نے ہاتھ دنیا سے
نہین حاجت کہ وہ پانی بہائین سر سے پاؤن تک

غزل ۳۱۲ — **نسیم**

مزا آتا ہی ذوق افزون ہو جتنے زخم افزون ہون
نکیون ہم زخم تیغ عشق کھائین سر سے پاؤن تک

پہونچی جو دم شوق نظارۂ یار کے سر تک
اللہ ری نزاکت کہ لچک آئی کمر تک

ای روح نہ اتنا قفس جسم سے ہو تنگ
آ پہونچے ہین تیر نظر یار جگر تک

مرجائینگے پہلے دم رخصت طلبی سے
ہم خود سفری ہونگے تری وقت سفر تک

گو تجھکو خبر ہو کہ نہو مین نہین غافل
آہین مری ہوا آتی ہین ہر شب ترے در تک

گر بندہ نوازی کا ارادہ ہی تو جلد آ
ہون آج کی شب اور بھی مہمان سحر تک

وہ ضعف ہی اک لفظ زبان پر نہین آتا
جا سکتی نہین میری دعا باب اثر تک

ای ولولۂ شوق شب وصل غنیمت ہے
رہ جائے کوئی حوصلہ باقی نہ سحر تک

تنہا ترے کوچے سے کبھی مین نہین پھرتا
محرومی قسمت مری ساتھ آتی ہی گھر تک

اک طرفہ تماشا ہی ذرا دیکھو تو تم بھی
لے آئینگے انکو یہی کہتے ہوئے گھر تک

وہ حسن کی گرمی ہی جب آتا ہون تری پاس
شعلہ سا لپٹتا ہی مرے پاؤن سے سر تک

جسکے لیے مین بیخبر ہر دو جہان ہون
افسوس کہ اسکو نہوئی میری خبر تک

وہ حال نسیم اب ہی کہ دشمن کہتی ہی محبوب
[illegible] آتا ہی مرا زخم جگر تک

نسیم

حجاب ابر مانع ہی گذر کیونکر ہو گلشن تک
وہ شبنم ہون پہونچ سکتا نہین جو بو نکی دامن تک

کمال ضعف سی گھبرا کی آنسو میری کہتے ہین
مدد ای اضطراب شوق لیچل ہمکو دامن تک

وہ کہتے ہین یہ ہی کسکے دل بیتاب کا شعلہ
کہ پھر جاتی ہی آن بجلی سی آکر میرے دامن تک

ہجوم جوش وحشت سے ہوی ہین بی ادب ایسے
گریبان سے اچھلکر ہاتھ آجاتے ہین دامن تک

ہوای بوسہ مین مین خاک ہو کر بھی پشیمان ہون
ہوا آنی نہین دیتی کسیکی مجھکو دامن تک

قدم جمنے نہین دیتی صفائی عارض جانان
پھسلتی ہی نظر ایسی کہ آجاتی ہی دامن تک

تری چھٹنے سے چھوٹا آنسوون نے ساتھ آنکھونکا
گلے مل مل کی آپسمین چلے آتے ہین دامن تک

ندامت ہوگی اے دست جنون گر کچھ رہا باقی
غضب آیا جو آیا بخیہ گر کا ہاتھ دامن تک

نگاہ قہر سے کیون گھورتا ہی دمبدم ظالم
قسم لے لو جو میرا ہاتھ بھی پہونچا ہو دامن تک

خوشا قسمت قفس مین ہیں ہم قفس پر سیکڑون پردے
نظر بھی اب تو جا سکتی نہین دیوار گلشن تک

خطا میری نہین صیاد میری آرزو لیجا
کہ مجھکو کھینچ لائی تھی یہی دیوار گلشن تک

کبھی گلچین نے للکارا کبھی صیاد نے گھورا
نہ ٹھہرا ایکدم گلشن مین جب آیا نشیمن تک

بہار فصل گل آئی ہی مین کنج قفس مین ہون
مبارکباد مجھکو ڈھونڈھ جاتی ہی نشیمن تک

نکلکر آزاد ای صیاد لیکن رحم کر اتنا
نظر سے دیکھ لون لیچل مجھے اجڑی نشیمن تک

گلوں کے آتش رخسار سے شعلے بھڑکتے ہین
لگی ہی آگ کوسون کسطرح جاؤن نشیمن تک

قفس رکھا ہی اتنی دور صیاد ستمگر نے
کہ میری آرزو بھی جا نہین سکتی نشیمن تک

غزل ۳۱۴	غنیمت ہی نسیم آزاد ہونا جب میسر ہو ملینگے ہمصفیرون سے پہونچکر صحن گلشن تک	اسد

آہ کو چاہیے اک عمر اثر ہونے تک
کون جیتا ہی تری زلف کے سر ہونے تک

عاشقی صبر طلب اور تمنا بیتاب — دل کا کیا رنگ کروں خون جگر ہونے تک
پرتو خور سے ہے شبنم کو فنا کی تعلیم — میں بھی ہوں ایک عنایت کی نظر ہونے تک
اک نظر بیش نہیں فرصت ہستی غافل — گرمی بزم ہے اک رقص شرر ہونے تک
ہمنے مانا کہ تغافل نہ کروگے لیکن — خاک ہو جائینگے ہم تمکو خبر ہونے تک

غزل ۳۱۵	غم ہستی کا اسد کس سے ہو جز مرگ علاج شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک	ظفر

یاروں نے ہماری پاسداری کی ترک — ہمنے یاروں کی اپنے یاری کی ترک
ہم شیوہ وفا کا ترک کرتے کیونکر — تونے نہ کبھی ستم شعاری کی ترک
کی تونے نہ قدر ہائے جانی میری — پر میں نے نہ اپنی جان نثاری کی ترک
غم بھی نہ ہو غمگسار میرا افسوس — اوروں نے تو میری غمگساری کی ترک
مضمون کمر کو باندھتے ہیں تیرے — ہم کیونکر یہ سخن کی باریکی ترک
جو کچھ تھا وہ ہمنے دل سے سب ترک کیا — لیکن نہ محبت اک تمہاری کی ترک
ہیں سوزش دل بجھاوین کیونکر اپنی — چشموں نے نہ بھی اپنی اشکباری کی ترک

غزل ۳۱۶	جس دن سے دیا [illegible] دل اسکو [illegible] اس دن سے نہ ہمنے آہ و زاری کی ترک	ناسخ

[illegible] مجھے کیا چاہیے گریبان چاک — کر شکل غنچہ ہزاروں ہیں [illegible] صبا نے چاک
[illegible] دل بھی [illegible] — ہوا ہے جسکے اشارے سے ماہتاب ان چاک
[illegible] تیرا [illegible] — ہر ایک گل ہے چمن میں ترا گریبان چاک
[illegible] — کتان کی طرح گریبان ماہ کنعان چاک

غزل ۳۱۹ رند

نالے شرر فشان ہین بے تاب و توان تلک
اور اہتو آہ بھی نہین آتی زبان تلک

پرواز نے آگے تو تھی لامکان تلک
دشوار اڑکے جانا ہی اب آشیان تلک

قسمت گئی نہ لیکے کسی قدردان تلک
وہ مدعا ہو نہین جو نہ پہونچا زبان تلک

اک رشک گل کی دوری مین آہن سیم قریب تک
بلبل کی زندگی ہوئی کیونکر خزان تلک

ہوگا گمان فرشتون کو تیر شہاب کا
نالہ مرا جو شب کو گیا آسمان تلک

دم جبتلک ہے دم مین سہونگا ترے ستم
دیکھون تو ظلم و جور کریگا کہان تلک

ہمراہی اپنی تیز روی کرکے بڑھ گئی
ہم گرد سان پہونچ نہ سکے کاروان تلک

اس خانمان خراب کا پایا نہ کچھ سراغ
سو مرتبہ خیال کیا لامکان تلک

امیر	افسوس رند نام سے وہ آشنا نہین الفت مین جسکے مٹ گیا اپنا نشان تلک	غزل ۳۲۰

کرون ضبط فغان ہمدم کہانتک
لگی ہی آگ اک دل سے زبان تک

دھوان دل سے مرے اٹھتا ہی ایسا
اندھیرا ہی زمین سے آسمان تک

کرون کس شوق سے ہر بار سجدہ
جو پہونچے سر تمھارے آستان تک

تجھے ملتا نہین گھر انکا قاصد
گئے کیونکر ہمیر لامکان تک

غش آیا ہی مجھے مسجد مین بے مے
چلو لیکر مجھے پیر مغان تک

جو موت آئے تو پہچانے نہ مجھکو
ہوا ہون ہجر مین لاغر یہان تک

داغ	امیر اب مہربان ہی مجھپہ صیاد خبر پہونچے نہ اسکی باغبان تک	غزل ۳۲۱

دعا مانگے دل غمگین کہان تک
کہون مین دم بدم آمین کہان تک

مسلمانون سے بغض و کین کہانتک
کہانتک اے بت بے دین کہان تک

تڑپنے دو ابھی مین بھی تو دیکھون
وہ دیتے ہین مجھے تسکین کہان تک

مجھے چھوڑین خدا پر دوست میرے
یہ ہنگامہ سر بالین کہان تک

مرا منھ تھک گیا شکر جفا سے
کرون مین آفرین تحسین کہان تک

تصور مین عدو کے تم ہو بیدار
سناؤن قصۂ رنگین کہان تک

بجا ہے عشق مین بے صبر مین ہون
رہیگی آپکی تمکین کہان تک

خدا اس بت کی باتون کا ہے مشتاق
گیا شور لب شیرین کہان تک

ترے بیمار کو آتی نہین موت
پڑھے جائے کوئی یسین کہان تک

غزل ۳۲۲	رہیگا مصطفےٰ آباد مین داغ غریب و عاجز و مسکین کہان تک	یوسف

جھوٹی جھوٹی تری باتین یہ بنانا کبتک
اپنے عاشق سے مری جان بہانہ کبتک

کچھ تو رحم او بت سفاک تجھے لازم ہے
دل مرا تیر ستم کا ہو نشانہ کبتک

ایک دن سبزۂ خط ہوگا غبار خاطر
ایک صورت پہ رہیگا یہ زمانہ کبتک

منعمو قبر مین اک روز تمھین جانا ہے
یہ محلات یہ مکانات بنانا کبتک

وصل منظور کرو اب بھی لپٹ جاؤ گلے
دیکھو باز آؤ یہ ناحق کا ستانا کبتک

غزل ۳۲۳	ابھی مین آتا ہی ہون کہکے [illegible] روز [illegible] یار [illegible] آتا نا کبتک	عالم

ظاہر اُنکے جیسے رکھا ہے یہ کنعان ابتک
[illegible] ابتک

در بدر ٹھوکرین کھائین ہوے رسوا و خراب
تو بھی یار نہ آیا دل نادان اب تک

سچ بتا ہجر مین کس گل کے تو اے بلبل زار
نالے کرتی ہے میان چمنستان اب تک

مر گئے دیوانہ ترا قید مصیبت سے چھٹا
پھر نہ آباد ہوا خانۂ زندان اب تک

الفلک تو نے جدائی کی جو ٹھوکر کھلائی
دل سے بھولا نہیں مین وصل کا سامان اب تک

ہے عجب اسکا سدا روتے ہی گذری عالم
داغ دل دھو نسکا دیدۂ گریان اب تک

غزل ۳۴۳ — ردیف کاف پارسی — مومن

لگائی آہ نے غیرون کے گھر آگ
ہوے کیا کیا وہ اتنی بات پر آگ

وفور اشک و طغیان فغان سے
کدھر جاؤن ادھر پانی ادھر آگ

سمندر کر دیا آتش رخون نے
کہ گر پڑتا ہون آتے ہی نظر آگ

نچوڑین گے ہم اپنا دامن تر
جہنم مین ہے اسکے بغض اگر آگ

وہان تاب رخ وہان آتش دل
جدھر دیکھو ادھر ہے جلوہ گر آگ

جلے کیا تجھسے [illegible] سے
دبی تھی لاش کے بدلے مگر آگ

حصول سوز دل بے داغ کیا ہو
کہ نخل شعلہ لاتا ہے ثمر آگ

دھوان اٹھتا ہے دل سے وقت گریہ
بجھا دی تو نے کیا اے چشم تر آگ

جلایا آتش ہجران نے دل کو
تری گھر مین لگی ہے بے خبر آگ

ترے مومن نے کیا گرم اشعار
بھری [illegible] دل مین یارب شعر رآگ

غزل ۳۴۴ — نسیم

[illegible]
ہوا اشک سے دیدہ دوڑ لگی [illegible]

تھوڑی خلاف حلم سی ہوتا ہے خشمگین
کیسی بھری ہوئی ہے مزاج بشر میں آگ

پڑتے ہیں آبلے جو چھوے کوئی اشک گرم
اے چشم تر نہاں ہے مگر اس گہر میں آگ

ہے نار سوز ہجر کو پھونکے ہے میرے دل
کہتی ہے آہ میں نے لگائی جگر میں آگ

وہ سنگدل بجا ہے جو شعلہ مزاج ہے
جو سنگ ہے ضرور ہے اسکے جگر میں آگ

بلبل کی گرمیوں سے تعجب ہوا مجھے
بھر دی کمان کی عشق نے اس مشت پر میں آگ

وہ سوختہ نصیب ہوں جیسا رہونگا میں
قسمت مری لگائیگی دیوار و در میں آگ

تقدیر کے بگاڑ کا چارہ محال ہے
ٹھہرے کہاں بشر جو لگے اپنے گھر میں آگ

غزل ۳۲۶	کیا منہ ہے کیا مجال کسیکی ہے اب نسیم پیدا ہو لطف سے جو ہر اک شعر تر میں آگ	لطف

آگے تو ہم سے اسقدر رہتا نہ تھا کبھو الگ
اب ہوئی ایسی کیا خطا رہتا ہے تو الگ الگ

آج ہے کیا کہ ساقیا بزم میں ہیں وہ بیہوش
شیشہ و خم جدا جدا جام و سبو الگ الگ

ڈر ہے کہ بوسہ لوں نہ میں منہ کو پھرا کے غیر سے
مجھسے رہے ہے وہ مرا آئینہ رو الگ الگ

چشم سے ہر قطرہ یوں جلوہ نما ہے اشک خون
جیسے چراغ رکھدیے ہوں لب جو الگ الگ

غزل ۳۲۷	گل جو چمن میں ہیں ہزار دیکھ ظفر ہے کیا بہار سب کا ہے رنگ جدا جدا اسکی ہے بو الگ الگ	رند

لگائی سوز محبت نے کیا بدن میں آگ
دہن سے تیرے نکلتی ہے ہر سخن میں آگ

بہار آئی ہے ہم آشیاں کو رو بیٹھے
یہ بھڑکی آتش گل لگ گئی چمن میں آگ

بنائی دھوپ میں سر پہ عمل جلانے کو
الٰہی ڈالیو تو قبر گور کن میں آگ

میں گرم سیر ہوں غربت کے دشت میں ہر دو
لگاؤں آنکے کیا دوستو وطن میں آگ

گڑی ہین شاخون سے بلبل کباب ہو ہو کر
الٰہی پھول کھلے یا لگی چمن مین آگ

ستارہ یا خس نہ آئی وہان تلک شیرین
لگائی چرخ نے تقدیر کو ہگن مین آگ

غزل ۳۲۸ — امیر

کلام گرم مرا سنکے یار بولا رند
مثال شعلہ زبان ہے ترے دہن مین آگ

اُسکو آرام کو ہی میرے دل زار سی لاگ
مژدہ ای مرگ مسیحا کو ہی بیمار سے لاگ

رو بھی لین کھول کی دل تو بھی کچھ آنسو بچھ جائین
ضبط غم تجھکو ہی کیون دیدۂ خونبار سے لاگ

کُند تلوار سے کرتا ہی جو عاشق کو حلال
دل مین رکھتا ہی وہ جلاد گنہگار سے لاگ

جھانک کر دیکھ لیا کرتے ہین چلمن سے کبھی
ہی جو در پردہ انھین طالب دیدار سے لاگ

پھول لئے پھلنے کی نوبت نہین آئی باقی
کیا خزان کو ہی الٰہی مرے گلزار سے لاگ

دو قدم یار چلا اور قیامت آئی
فتنۂ حشر کو ہے یار کی رفتار سے لاگ

کیون صبا انکو نکلنے نہین دیتی باہر
حسن یوسف کو ہی کیون گرمی بازار سے لاگ

بندۂ عشق ہون مین ایک سے دونون ہین مجھے
کچھ نہ کافر سے محبت ہی نہ اغیار سے لاگ

بیطرح حال تمھارا جو مین پاتا ہون امیر
ہوگئی کیا کسی معشوق طرحدار سے لاگ

غزل ۳۲۹ — داغ

کیون نہ جہان مین ہو عیان عیب و ہنر الگ الگ
دیکھتے ہین بچشم غور اہل نظر الگ الگ

اُسکی تلاش مین مگر ایک کا ایک ہی رقیب
پھرتے ہین روز و شب جو یون شمس و قمر الگ الگ

راہ مین انکو وہم تھا کوئی نہ بدگمان ہو
آئے تو ساتھ ساتھ وہ مجھسے مگر الگ الگ

تیغ نگاہ یار کو دیتی ہین ہر گھڑی دعا
پارۂ دل جدا جدا لخت جگر الگ الگ

روح فزا کسیکو ہی روح گزا کسیکو ہی
بادۂ عشق نے کیا اپنا اثر الگ الگ

صبح شب وصال مین پاؤن اٹھنگے گر پڑا / کہنے لگے وہ ناز سے وقت سحر الگ الگ

مین ہون ادھر تو وہ اُدھر مین ہون یہان تو وہ وہان / رہتے ہین مجھسے دور دور آٹھ پہر الگ الگ

ہوتے ہین کیونکہ اک جگہ یہ عجب اتفاق ہی / جاتے ہین جانب عدم یانسے بشر الگ الگ

رنج فراق یار بھی صدمۂ روزگار بھی / ایک دل اور اتنے غم چاہیے گھر الگ الگ

غوث کا مرتبہ کیا تونے قتیل تیغ کا / کٹ کی گرے ہین دست و پا سینہ و سر الگ الگ

انکو یہ وہم ہی کہین ایک سے ایک مل نجاے / لوگ بہت ہین بزم مین سب ہین مگر الگ الگ

غزل ۳۳۵	حشر کو اُس کی حسن لیے داغ گناہگار عشق تاڑ گئی ہزار مین اُسکی نظر الگ الگ	کیف

کیون نہ بٹجاے تمہاری روبرو گلشن کا رنگ / پھول سے رخسار نازک اُسپر اِس جوبن کا رنگ

دو ہی دن مین ڈھل گیا اب دیدۂ نرگس کا نیل / کسقدر ای باغبان تھا خام اِس گلشن کا رنگ

ذبح تو کرتا ہی لیکن پھر خبر لیتا نہین / یہ نیا دیکھا ہی ہمنے اُس شکار افگن کا رنگ

چہرۂ گل کی ملاحت شور بلبل بے مزہ / کسقدر پھیکا خزان نے کر دیا گلشن کا رنگ

ساقیا کیونکر نہون تیری گلے کے ہار مست / گردن مینا سے ملتا ہی تری گردن کا رنگ

ای پری میرا چراغ داغ سودا دیکھکر / جل گیا پروانہ بنکر عارض دشمن کا رنگ

اشک بلبل مین کہان ہوتی ہی سرخی اسقدر / فصل گل آئی ٹپکتا ہی پڑا گلشن کا رنگ

میری چشم خونفشان کی لالہ رو تو پوچھ دیکھ / سرخ جیب گل سے بھی ہوگا ترے دامن کا رنگ

یا پری شیشے مین ہی یا آئنہ مین آفتاب / جلوہ گر ہی پیرہن مین یا کسیکے تن کا رنگ

غزل ۳۳۶	دیکھنا ای کیف اُنکی جامہ زیبی دیکھنا کامدانی کے دوپٹے پر ہی کس جوبن کا رنگ	تسلیم

اہل زر کو مبارک شمعِ تربت بعد مرگ	ہم جلائینگے چراغِ داغِ حسرت بعد مرگ
ہو چکا اچھا مریضِ عشق کی تسکین کو	قبر مین دنیا مبارکباد صحبت بعد مرگ
حشر کا دھڑکا نہ جینے مرنیکا دلمین خیال	سو رہے ہین چین سے کیا اہلِ ہمت بعد مرگ
گھر سے وہ رنگ بھی نہ آئے دیکھنے تابوت کو	منہ چھپا کر ہم چلے جنکی بدولت بعد مرگ
ایک پتھر اپنی چھاتی پر رہا ہر حال مین	جیتے جی کوہِ الم تھا سنگِ تربت بعد مرگ
پھر وہی جھگڑا لگایا آگے شورِ حشر نے	سمجھے تھے جینے سے مل جائیگی فرصت بعد مرگ
ہنستے روتے کٹ گئی عمر دو روزہ شکر ہے	دیکھیے کیا رنگ لاتی ہے قیامت بعد مرگ
ظلمتِ مرقد بھی اپنی جان کو آفت ہوئی	یاد آجاتی ہے ہمکو شامِ فرقت بعد مرگ
اسلیے ہر دم تہِ مدفن مری آنکھین ہین بند	پھر نہ دیکھون حشر تک جینے کی صورت بعد مرگ
چھوڑ میت کو احبا غسل دیکرے چلین	کیون جتاتا ہے محبت بے مروت بعد مرگ

غزل ۳۴۲	زندگی بھر ہم رہے ہر حال مین سب جنکے شریک
چھو نہین سکتے وہی تسلیمِ میت بعد مرگ	یوسف

اشکِ خونین ہمکو دکھلاتی ہین پھر گلشن کا رنگ	پھیکا پھیکا ہو رہا ہے آج کل دامن کا رنگ
کسلیے یا رب جوانانِ چمن بے روپ ہین	کیا اڑا کر لیگئی بادِ خزان گلشن کا رنگ
پھر بہار آئی چمن مین پھر مین دیوانہ ہوا	کیا پری ہے چشمِ بد دور آجکل گلشن کا رنگ
خاک مین آلودہ ہوتا ہے کفن اکثر ضرور	کیون نہو خاکستری اپنے لباسِ تن کا رنگ
اشکِ خونین آنکھ سے پوچھین اگر ہم اے صنم	شوخ ہو تیرے دوپٹے سے کہین دامن کا رنگ
آتشِ گل ہجر مین ایسی دہکتی ہے سیڑی	صاف آتا ہے نظر گلزار مین گلخن کا رنگ
عمر ممکن ہے رقیبونکو مصاحب ہو تیرا	ہم بھلا اے دوست جینے دینگے کب دشمن کا رنگ

مرگیا مین زلف انکی دیکھکر حیران ہون
سر آلودہ نہین ہوتا کسی ناگن کا رنگ

دست وحشت نے اڑائی ہین ابھی سی دھجیان
فصل گل مین دیکھیے کیا ہو مری دامن کا رنگ

جب نکلتا ہی اندھیری رات مین وہ سیر کو
راہ مین مشعل دکھاتا ہی رخ روشن کا رنگ

آن کر بیٹھا جو پاس اسکے رقیب روسیہ
اڑ گئی رنگت ہماری جگ گیا دشمن کا رنگ

تمکو ای یوسف مبارک مژدۂ فصل بہار
ہی بسنتی آج کل اس گل کے پیراہن کا رنگ

غزل ۳۴۳ — ردیف لام — درد

کچھ دل ہی باغ مین نہین تنہا شکستہ دل
ہر غنچہ دیکھتا ہون تو ہیگا شکستہ دل

ہاتھون سے محتسب کے ہین اب میکدے کے بیچ
ساغر شکستہ خاطر و مینا شکستہ دل

یارب درست گو نہ ہون تیرے عہد پر
بندے سے پر نہو کوئی بندا شکستہ دل

لازم ہی تیری گوشۂ مشکین زلف مین
ظالم کوئی پڑا ہی مجھسا شکستہ دل

شادی کی اور غم کی ہی دنیا مین ایک شکل
گل سو شگفتہ دل کہو تم یا شکستہ دل

سب خون دل ٹپک ہی گیا بوند بوند کر
ای درد بسکہ عشق سے مین تھا شکستہ دل

غزل ۳۴۴ — مومن

مرد عشق ستیزہ کا ہی دل
ملک الموت سے دوچار ہی دل

زلف مشکین مین کاہیکو رکھتے
کیا خبر تھی اسیر فگار ہی دل

وصل جانان کہان سوا حیا دل
ہم ہین مایوس امیدوار ہی دل

وو دلا دور جو ہوا ہی وہ شوخ
بے اثر آہ و بیقرار ہی دل

بسکہ اسنے جلاکے خاک کیا
سر عشاق کا غبار ہی دل

غزل ۳۳۵ — ذوق

شب ہجران کو سمجھے روز جسنا
ہومن ایسا سیاہ کار ہے دل

پھنسے نہ حلقۂ گیسوئے تابدار مین دل / بلا سے گر ہو نوالا دہانِ مار مین دل

بغل مین جیسا مرا دل بغل کا دشمن ہے / نہ ایسا ہو کسی دشمن کے بھی کنار مین دل

ترا سنگار بھی ہے وہ بلا کہ جلے گھر / پرو دئے زلفِ مسلسل کے تار تار مین دل

اڑیگا مثلِ شرر ٹکڑے ہو کے سنگ مین آ / رہا اگر یونہین گرمِ تپش مزار مین دل

برنگِ غنچۂ پیکان و غنچۂ تصویر / نہ دیکھا اپنا شگفتہ کسی بہار مین دل

برنگِ سبحۂ نو [illegible] ٹوٹے دل آ[illegible]تے ہے / ہزار دن یک ہمارا ہے کس قطار مین دل

ہزار دشمنِ جان سے ہے ایک دوست مرا / جو پوچھو کون ہے سو مین لکھون ہزار مین دل

یہ جسم زار ہے یا میرے پیرہن مین دل / گرہ ہے تار مین یا میرے جسم زار مین دل

غزل ۳۳۶ — نسیم

اٹھا تو دے مجھے میرے ہمنشین ای ذوق
رہیگا میرے عوض میرا کوئے یار مین دل

کس منہ سے کہتی ہے کہ مین ہون آشنائے گل / بلبل زبان سے یہ بھی نہ نکلا کہ ہائے گل

دیکھا طلسم اس چمنِ روزگار کا / بلبل کے بدلے زاغ ہین کانٹے بجائے گل

آنکھون سے دیکھ لو ستمِ روزگار کو / کچھ پوچھنا ضرور نہین ماجرائے گل

بلبل اسیر ہو تو کرے ن چاک پیرہن / ہم خوب جانتے ہین یہ ہتھکنڈے گل

اے عندلیب کیا نفسِ چند کی بہار / دو دن کے بعد پھر ہے وہی ہائے ہائے گل

ٹھہرا اگر قدم بھی تو آغوشِ دام مین / افسوس دیکھنے بھی نپائے لقائے گل

فصلِ بہار و وقتِ خزان دونو ساتھ ہین / وہ ابتدائے گل ہے تو یہ انتہائے گل

کہتی تھی عندلیب کہ وہ تیرہ بخت ہین — راحت کہان اُٹھا نہ سکے ہم جفاے گل
ارباب ضبط کے نہین کھلتے لب سوال — اپنا ہی خون دل ہی چمن مین غذاے گل
ای رنج ہجر اور کہین ڈھونڈھ لی مکان — رہتی ہی عندلیب کے دل مین ہواے گل
اس ضبط عندلیب کے قربان جائیے — آئے زبان پر نہ کبھی شکوہ ہاے گل
رسوا کیا محبت خندید گی نے آہ — کھلنے لگے قریب سحر پردہ ہاے گل

غزل ۲۳۷	شاید نسیم آمد فصل بہار ہے پیدا ہی چند روز سے سر مین ہواے گل	غالب

ہی کسقدر ہلاک فریب وفاے گل — بلبل کی کاروبار پہ ہین خندہ ہاے گل
آزادی نسیم مبارک کہ ہر طرف — ٹوٹے پڑے ہین حلقۂ دام ہواے گل
جو تھا سو موج رنگ کی دھوکے مین مر گیا — ای واے نالۂ لب خونین نواے گل
خوشحال اُس حریف سیہ مست کا کہ جو — رکھتا ہو مثل سایۂ گل سر بپاے گل
ایجاد کرتی ہی اسے تیرے لیے بہار — میرا رقیب ہی نفس عطر ساے گل
شرمندہ رکھتے ہین مجھے باد بہار سے — مینا بے شراب و دل بے ہواے گل
سطوت سے تیری جلوۂ حسن غیور کے — خون ہی مری نگاہ مین رنگ اداے گل
تیرے ہی جلوہ کا ہی یہ دھوکا کہ آج تک — بے اختیار دوڑی ہے گل در قفاے گل

غزل ۲۳۸	غالب مجھے ہی اُس سے ہم آغوشی آرزو جسکا خیال ہی گل جیب قباے گل	ناسخ

جائے گلشن کو جو تو عاشق ترا ہو جاے گل — شاخ گل ہو جاے پیچھے دوڑنے کو پاے گل
تیری سوداے محبت مین ہون کیا مین کوچہ رو — باغ سے بازار مین پھاڑتا ہی گریبان اے گل

ہو گیا ہی شوق گلگشت چمن اس مست کو
بند ہو گیا مار سیاہ زلف پیچان کا خیال
اس روش سی باغ مین گذری جو تو دامن کشان
سیر گلشن کر کی جب وہ شوخ گلگر کو چلا
میری سینے پر ہین داغ جنون یا لالی داغ
ہجر ان ہی گل ہمارا مثل گل ہنستے ہین ہم
روح میری خوش نہو گی اور پھولون سے کبھی
جانتی ہین شاخ گل مجھ ناتوان کو بلبلین
میری تیری رشک سی حال دو نو نکا جو غیر
ہی بجا گر وہ سہی قد جام مے لیتا نہین

ہی یقین شاخون سی نکلے ساغر مے جاے گل
کیون نہ اب بنیا چراغ زندگی ہو جاے گل
سو تی دامن کیون نہ دست شاخ کو ڈالے گل
صورت بلبل لب ہر برگ سی چلاے گل
گل فردوس کی سبد مین گل ہین یا لاے گل
عندلیب کو نکو رلاتا ہی مجھ فرد اسے گل
کوئی میری قبر پر کفش صنم کے لاے گل
کیا ہی خوش اسلوب ہین فی لیتن ترے پکھا گل
لے بلبل کستی ہین گل اور بلبل واے گل
گلشن عالم مین کب ہی سرو کو بر لاے گل

آتش	داغ حسرت دلین ہین لخت جگر آنکھوں مین ہین گلشن ہستی مین ای ناسخ یہ ہمنے پاے گل	غزل ۲۳۹

ملک الموت سے کچھ کم نہین خونخوار کی شکل
درد دل پوچھنے والا کوئی میرا نہ رہا
باغبان نے جو صیاد کو آزردہ نہو
آنکھ بجلی کے چمکنے سے جھپک جاتی ہے
یار نے عاشق رنجور کو کب پہچانا
ڈھونڈھ لی اور مجھ کو کوئی زال دنیا
رعب ہوتا تھا مری سامنے رد سے رستم

مر گیا جسکو نظر آئی مرے یار کی شکل
ہو گئی صورت عنقا مرے غمخوار کی شکل
نظر آئیگی نہ پھر بلبل گلزار کی شکل
دیکھیں ہم بھی تو ترے طالب دیدار کی شکل
ناتوانی سے بدل جاتی ہے بیمار کی شکل
میری پاپوش کے قابل نہین دلدار کی شکل
اب ڈراتی ہی مجھے مردم بیمار کی شکل

یار جو ناز کرے سبزۂ خط پر کم سے — مجھ کی کچھ ہو گئی اس آئینہ رخسار کی شکل
کوچۂ یار میں کرتے ہیں اندھیرے میں جو غل — خوب پہچانی ہوئی ہے مری دو چار کی شکل

ہو گئیں چار نگاہیں جو وہم قتل آتش
آنکھیں جلاد کی ڈھونڈھتی گنہگار کی شکل

غزل ۔ ۱۴۴۲ — شاد

وہ تیر نگہ ہے لگانے کے قابل — مرا داغ دل ہے نشانے کے قابل
رواں ہر نفس آب عمر رواں ہے — یہ توسن نہیں تازیانے کے قابل
دلہا چھٹتے سر ہیں اس غمکدہ میں — محل یہ نہیں شادیانے کے قابل
عجب ان کی تربت پہ ابر کرم کا — گھٹا ٹوپ ہے شامیانے کے قابل
ہیں وہ تشنۂ تصویر آب و دانہ ہیں — نہ پانی کے قابل نہ دانے کے قابل

ہمروشنی ہے ای شاد بے علم جو ہے
یہ جاہل سنے ہیں زمانے کے قابل

غزل ۱۴۴۳ — رند

دید گل کے نتیجے پر جا بیٹھنے لگے بلبل — پڑ گئی جب کسی صیاد کے پالے بلبل
کان کھولے ہوئے گل گوش برآواز ہیں آج — درد دل جو تجھے کہنا ہو سنا دے بلبل
پھر وہی کنج قفس پھر وہی صیاد کا گھر — چار دن اور ہوا باغ کی کھا لے بلبل
پہلے گلشن کی ہوا دیکھ لے رہ کر چندے — آشیاں کی تو ابھی طرح نہ ڈالے بلبل
دست انداز نہ ہو گل پہ ابھی ای گلچین — صبر کر صبر ذرا باغ سے جا لے بلبل
بے اجازت میں قدم باغ میں دھرتا نہیں — منتظر ہوں در گلزار پہ آ لے بلبل
ہاتھ اوراق گل آویں تو بنا کر اجزا — لکھوں رنگین مضامین کے رسالے بلبل
کوئی ارمان نہیں نکلے چلے باغ سے ہم — دل کے جو جو حوصلے تھے خوب نکالے بلبل

نہ رہی بوے وفا ایک بھی گل مین باقی
اب تو اس باغ سے اللہ اُٹھا لے بلبل

ہے یہ ویرانی گلشن تو عجب کیا اسکا
بچہ بوم جو بیضے سے نکالے بلبل

کس طرف جائیگی بر داشتہ خاطر ہو کر
باغ کیون کرتی ہے گلچین کے حوالے بلبل

باغ تک خانۂ صیاد سے اُڑ کر آئی
بارے پھر تو نے پر و بال نکالے بلبل

عہد طفلی سے وہ گل مائل عشاق رہا
طائر رنگ جو ہوا شوق تو پالے بلبل

دعوی ملک تو اثبات کرے گلچین پر
لا کے دکھلاے گلستان کے قبالے بلبل

دام مین پھنس کے نکلنا ترا نا ممکن ہے
تا بمقدور پر و بال ہلاے بلبل

درد آمیز پہونچتی نہین کانون مین صدا
بے اثر ہو گئے کیسے ترے نالے بلبل

دمبدم سینۂ سوزان سے نکرنا لۂ گرم
پڑ نجائین تری منقار مین چھالے بلبل

جس شجر پر تر اجی چاہے نشیمن کر لے
پھٹ پڑین گے نہ تری بوجھ سے ڈالے بلبل

مانگ خالق سے دعا بعد بقاے گل کی
پہلے صیاد سے خیر اپنی منالے بلبل

نہ رہی گل ہی گلستان مین جو تھی رتبہ شناس
اُٹھ گئے سب ترے پہچاننے والے بلبل

کسی غنچے کو چھوا اور نہ کوئی گل توڑا
گھورتی کیون ہے مجھے آنکھین نکالے بلبل

غزل ۳۴۴	چھیڑ رند کریگا تو یہ ہو جائیگی بند کہدے گلچین کہ زبان اپنی سنبھالے بلبل	امیر

سُنتا نہین وہ دل سے کبھی داستان دل
کس سے بیان کرے کوئی درد نہان دل

عنقا سے ہے بلند کہین آشیان دل
سُنتے ہین نام پر نہین ملتا نشان دل

حوا کا عشق قسمت آدم مین جو لکھا
پہلا تھا نقطۂ قلم امتحان دل

بلبلشبہ اس زمین سے جدا ہے زمین عشق
اس آسمان سے ہے الگ آسمان دل

پھٹ جائے سور حشر جو ہوتا ہو جلد ہو — کبتک کرون مین ہجر مین ضبط فغان دل
تو ہی وہ ماہ مصر کہ جاتا ہے جسطرف — رہتا ہی ساتھ ساتھ ترے کاروان دل
کعبہ ادب سے آتا ہی میرے طواف کو — جبسے ہوا ہی گوشہ نشین مکان دل
کس بے نشان کی یاد نے ایسا مٹا دیا — سینے مین نام کو نہین باقی نشان دل
رستے مین وقت فکر سکندر سے کم نہین — کرتا ہون سر جھکا کے مین سیر جہان دل
آئے نظر نہ عالم غم ہوا گر یکین ہے — خالق نے کیا وسیع بنایا مکان دل
سختی نہین ہی اہل صفا کی خمیر مین — دیکھا کہان کسی نے کبھی استخوان دل
ممکن نہین کہ وہم کسیکا پہونچ سکے — کوسون ہی لامکان سے بلند آستان دل
کیا آنسوؤن نے پردۂ الفت کیا ہی فاش — آنکھون سے آشکار ہی راز نہان دل

غزل ۱۳۴۳	دو ٹکڑے ہوا ابھی جگر بوالہوس امیر کھینچون جو معرکے مین مین تیغ زبان دل	داغ

مجھسا نہ دی زمانہ کو پروردگار دل — آشفتہ دل فریفتہ دل بیقرار دل
ہر بار مانگتی ہے نیا چشم یار دل — اک دل سے کسطرح سے بناؤن ہزار دل
مشہور ہو گئی ہی زیارت شہید کی — خون گشتہ آرزو کا بنا ہے مزار دل
یہ صیدگاہ عشق ہے ٹھہرائیے نگاہ — صیاد مضطرب سے نہوگا شکار دل
پوچھا جو اسنے طالب روز جزا ہی کون — نکلا مری زبان سے بے اختیار دل
کرتے ہو عہد وصل تو اتنا رہے خیال — پیمان سے زیادہ ہی ناپایدار دل
تاثیر عشق یہ ہی ترے عہد حسن مین — مٹی کا بھی بنائین تو ہو بیقرار دل
اسکی تلاش ہی کہ نظر آئے آرزو — ظالم نے روز چاک کیے ہین ہزار دل

عالم ہوا تمام رہا اسکو شوق جور
برسا دے آسمان سے پروردگار دل

نکلے مری بغل سے وہ ایسے تڑپ کے ساتھ
یاد آگیا مجھے وہین بے اختیار دل

عاشق ہوے وہ جبسے عدو پہ چال ہی
رکھ رکھ کے ہاتھ دیکھتے ہین بار بار دل

اسنے کہا ہی صبر پڑیگا رقیب کا
لے اور بیقرار ہوا بیقرار دل

بیتاب ہو کے بزم سے اسکے اٹھا دیا
غافل ہون مین مگر ہی بہت ہوشیار دل

غزل ۳۴۳ — کیفی

مشہور ہین سکندر و جم کی نشانیان
ای داغ چھوڑ جائینگے ہم یادگار دل

اب بھی خدا کیواسطے سن لو بیان دل
پہونچی ہی جاکے تمپہ یہان داستان دل

کم ہی جو آج رات سے شور و فغان دل
بغلین بجا رہے ہین مرے دشمنان دل

تمسے سنی نہ جائیگی آہ و فغان دل
اچھے رہو اگر نکرو امتحان دل

آتی ہی انکے کوچۂ گیسو سے یہ صدا
اس راہ مین لٹے ہین بہت کاروان دل

پیری مین بھی فلک سے وہین گے خاک ہم
آہ و قد خمیدہ ہی تیر و کمان دل

ای روح کوئی دم کو نکلجا بدن سے تو
وہ یار آج لیگا ذرا امتحان دل

اتنی بھی سرکشی نکر ای بت خدا سے ڈر
جاتی ہی پاس عرش تک آہ و فغان دل

آئینے کی طرح تو اسے توڑنا نہ تھا
ایسے ہی آپ تھے جو مرے قدردان دل

ای داغ عشق یار کر آباد اب اسے
خالی پڑا ہے یون ہی کبتک مکان دل

تیر نگاہ یار کو معراج ہو گئی
ہی ایک آن مین جو کیا آسمان دل

خون اپنا پیکے آپ ہی مایوس رہگیا
بیچارہ غم ہوا جو کبھی میہمان دل

مشک ختن کو ملی اسی عاشق خریدنی
سودا ہے زلف مین جو ہو تازیان دل

تیر نگاہ یار کا یہ خوف چھا گیا
شہباز عیش بھول گیا آشیان دل

عارف کو سیر ارض و سما کیا بعید ہے
دونوں جہان سے ہے کہیں اعلیٰ مکان دل

غزل ۳۳۵

اے کیف کیا خزانہ میں جنون کے ہوں ولولے
فصل بہار لیگئی تاب و توان دل

یوسف

یوسف شب وصلت میں تقریر سے کیا حاصل
تم کام کرو اپنا تاخیر سے کیا حاصل

ناصح سے الجھتے ہو ناداں ہو اے رندو
سمجھے جو نہ بات اس سے تقریر سے کیا حاصل

ورنہ مجھے دنیا وابستہ گیسو ہوں
جب بھاگ گیا قیدی زنجیر سے کیا حاصل

دیکھو تو وحشی کو کیا شکل بنائی ہے
قسمت میں لنگوٹی ہو اکسیر سے کیا حاصل

رو رو کے بہا دونگا میں خانۂ زندان کو
شیروں کو ترائی میں زنجیر سے کیا حاصل

تدبیر کند بندہ تقدیر زند خندہ
تقدیر پہ شاکر رہ تدبیر سے کیا حاصل

دنیا میں نہ اے غافل اپنا سبب کچھ پوچھ
یہ خواب پریشان ہے تعبیر سے کیا حاصل

مجرم ہو جناب [illegible] کہتے ہیں وہ ہنس ہنس کر
جا چھوڑ دیا تجھکو تعزیر سے کیا حاصل

خط لیکے وہ قاصد کو دیتے ہیں جواب اتنا
پڑھ لی خط قسمت کو تحریر سے کیا حاصل

یہ بل تو مرے چڑھتے معلوم نہیں ہوتی
کیوں قیس الجھتا ہے زنجیر سے کیا حاصل

خورشید قیامت کو میں دیکھ لئے کہتا ہوں
صبح شب فرقت میں تنویر سے کیا حاصل

مٹ جائیگا اے ستمگر یہ تن خاکی
نکلیگی حسرت کدن تعمیر سے کیا حاصل

قاصد انہیں ہم دھوکا دینا کہ چلے آئیں
کمسن ہیں وہ اور ہم ہیں تحریر سے کیا حاصل

گھر بیٹھے نظارے کی اک شکل ہے یہ ورنہ
لوگوں کو حسینوں کی تصویر سے کیا حاصل

مجرم کو تری رحمت بخشا گئی محشر میں
تقصیر پہ نادم ہو تقریر سے کیا حاصل

تدبیر رہی غالب تدبیر زلیخا پر
اب عشق مین ای یوسف تدبیر سی کیا حاصل

غزل ۳۴۶　　ردیف میم　　درد

حیران آئینہ وار ہین ہم
کس سے یا رب دوچار ہین ہم

پانی پر نقش کیا ہی ایسا
جیسے ناپائدار ہین ہم

ساقی کس جا ہی کشتی مے
اُبکی کھیوے مین پار ہین ہم

اوروں کی گو ہین سرِ چشم
اپنے دل کے غبار ہین ہم

کوئی کیونکہ نظر مین لاوے
رشکِ چمن شرار ہین ہم

آتش مین ہین پہ مثل شعلہ
از سر تا پا بہار ہین ہم

چشم عبرت سے دیکھ غافل
نقش لوح مزار ہین ہم

جیسے گذرے ہے آدمی سے
آدا اُٹھ کو ہسار ہین ہم

ازبسکہ مین محو لا تعین
ہر جا بے اختیار ہین ہم

مجنون ہو خواہ کوہکن ہو
عاشق کے دوستدار ہین ہم

اپنے ملنے سے منع ست کر
اسمین بے اختیار ہین ہم

یون تو عاشق بہت ہین لیکن　ق
اس طور کے کتنے یار ہین ہم

مجنون فرہاد و درد و داغ
ایسے یہ دو ہی چار ہین ہم

غزل ۳۴۷　　مومن

سرمہ ہین اُس چشم جادو فن مین ہم
خاک ڈالین دیدۂ دشمن مین ہم

ناتوان تھے پر نچوڑا مثل خار
خود الجھ کر رہ گئے دامن مین ہم

ہجر کو جھانکا تو ڈھیلے آنکھ کے | دیکھنا رکھدینگے روزن مین ہم
کر دیا اُس جلوہ سے مجنون چلو | خاک اُڑا دین وادیِ ایمن مین ہم
جوشِ وحشت نے اُٹھایا لاش کو | اپنے پاؤن سے گئے مدفن مین ہم

غزل ۳۴۸	توڑنا ہو ممن نہ پیمانِ الست ہین مسلم عاشقی کے فن مین ہم	ذوق

پابند جون دخان ہین پریشانیون مین ہم | یارب ہین کسکے زلف کی زندانیون مین ہم
ہوتی نہ یاد زلف تو خطِ شکستہ مین | لکھتے الف خطوط کی پیشانیون مین ہم
پائی نہ تیغِ عشق سے ہمنے کہین پناہ | قربِ حرم مین بھی ہین تو قربانیون مین ہم
دوزخ بھی جائے نعرۂ ہل من مزید بھول | لائین جو آہ کو شرر افشانیون مین ہم
مطلب سے اپنے کون ہے آگاہ جز خدا | جون خطِ سرنوشت ہین پیشانیون مین ہم
ہو دو عزیز سورۂ یوسف سے بھی سوا | رکھدین تری شبیہ جو کنعانیون مین ہم
پوشیدہ ان نگاہون مین سرخوش ہین ازل | شرب الیہود کرتے ہین نصرانیون مین ہم
کیون جی سکے ہجر مین ہوئے شرمندہ یار سے | اب مر رہے ہین اُسکی پشیمانیون مین ہم
سینہ کا چاک سینے کی فرصت کہان کہ ہین | مصروف زخم دل کی نگہبانیون مین ہم

غزل ۳۴۹	جا سکے ضعف سے نہین کوچے مین اُسکے ذوق بہجائین کاش گریہ کی طغیانیون مین ہم	نسیم

دیکھو تو قاتل بسر کرتے ہین کس مشکل سے ہم | چارہ گر سے دردمندان درد سے دل لے ہم
ہائے کیا بیجا وکیا ہی غفلت امید نے | حال دل کہتے ہین بیٹا پھر اسی قاتل سے ہم
رشک اعدا نے کیے رو دن بدنمین استخوان | شمع محفل ہو کے اُٹھے آپکی محفل سے ہم

اسکو کہتے ہیں وفاداری کہ بعد از قتل بھی
داغ خون ہو کر نہ چھوٹے دامن قاتل سے ہم

طول تھی راہ عدم گھبرا کے سوتے قبر میں
پاؤں پھیلاتے تھکے جب دوری منزل سے ہم

چشم روشن سے نظر آتے ہیں جلوے روح کو
حسن لیلی دیکھتے ہیں پردۂ محمل سے ہم

خالی تو احسان نہیں یہ بھی کہ وقت اضطراب
خوش تو ہو جاتے ہیں تیرے وعدۂ باطل سے ہم

آ وا لیں ہیں سمجھ لیں تمہیں کا ہیکو سے
ہم کنول سے جلے ہیں کچھ تمہارے دل سے ہم

[illegible]
آپ شرماتے ہیں ... خندۂ باطل سے ہم

رشک ہے حسرت ... آتی ہے ہی
اپنے قاتل کے ... بسمل سے ہم

غزل ۳۵۰	سینۂ دل ... داغ حسرت ... ہم ... گلشن یا محمل سے ہم	ظفر

تیرے جس دل سے خفا کر رہا ہیں ہم
خاک میں ... ہیں ہم

ہم ہو مثل صورت تصویر
کیا کہیں تجھ سے بے صدا ہیں ہم

تو جو نا آشنا ہوا ہے
یہ گلہ ہے کہ آشنا ہیں ہم

ہم ہیں جوں زلف نگار خوباں
گو پریشان ہیں خوشنما ہیں ہم

غزل ۳۵۱	اے ظفر پوچھتا ہے مجھکو صنم کیا کہیں بندۂ خدا ہیں ہم	ناسخ

واعظا مسجد سے لے جاتے ہیں میخانے کو ہم
پھینک کر ظرف وضو لیتے ہیں پیمانے کو ہم

کیا لگس بیٹھے بھلا اس شمع رو کے جسم پر
اپنے داغوں سے جلا دیتے ہیں پروانے کو ہم

تیرے آگے کہتے ہیں گل کھول کر بازو برگ
گلشن عالم سے ہیں تیار اڑ جانے کو ہم

کون کرتا ہے یوں لگے سجدے زاہدا
سر کو دیوار کر توڑینگے بتخانے کو ہم

جب غزالون کی نظر آجاتی ہی چشم سیاہ
باندھتے ہین اپنے دلمین زلف جانان کا خیال

دشت مین کرتے ہین یاد اپنی سیہ خانے کو ہم
اسطرح زنجیر پہناتے ہین دیوانے کو ہم

غزل ۳۴۳

عقل کھو دی تھی جو ای ناصح جنون عشق نے
آشنا سمجھا کیے اک عمر بیگانے کو ہم

آتش

وحشی تھے بوے گل کی طرح سے جہان مین ہم
نکلے تو پھر کے آئے نہ اپنے مکان مین ہم

ساکن ہین جوش اشک سے آب روان مین ہم
رہتے ہین مثل مردم آبی جہان مین ہم

شیدا ہی روے گل تو شیدا ہے قد سرو
صیاد کے شکار ہین اس بوستان مین ہم

نکلی لبون سے آہ کہ گردون نشانہ تھا
گویا کہ تیر جوڑ کے بیٹھے کمان مین ہم

آلودۂ گناہ ہے اپنا ریاض بھی
شب کاٹتے ہین جاگ کے مرغ کی اذان مین ہم

ہمت پس از فنا سبب ذکر خیر ہے
مردون کا نام سنتے ہین ہر داستان مین ہم

ساقی ہی یار ماہ لقا ہے شراب ہی
اب بادشاہ وقت ہین اپنے مکان مین ہم

نیرنگ روزگار سے ملتے ہین مثل سرو
رکھتے ہین ایک حال بہار و خزان مین ہم

دنیا و آخرت مین طلبگار ہین ترے
حاصل تجھے سمجھتے ہین دونو جہان مین ہم

پیدا ہوا ہی اپنے لیے بوریاے فقر
نیستان ہی شیر ہین اس نیستان مین ہم

خواہان کوئی نہین تو کچھ اسکا عجب نہین
جنس گران بہا ہین فلک کی دکان مین ہم

لکھا ہی کسکے خنجر مژگان کا اسنے وصف
اک زخم دیکھتے ہین قلم کی زبان مین ہم

کیا حال ہی کسی نے نہ پوچھا ہزار حیف
نالان رہی جرس کی طرح کاروان مین ہم

آیا ہی یار فاتحہ پڑھنے کو قبر پر
بیدار بخت خفتہ ہی خواب گران مین ہم

شاگرد طرز خندہ زنی مین ہی گل ترا
استاد عندلیب ہین شور و فغان مین ہم

اللہ رے بیقراری دل ہجر یار مین
گاہے زمین مین تھے تو گہے آسمان مین ہم

دروازہ بند رکھتے ہین مثل حباب بحر
قفل درون خانہ ہین اپنے مکان مین ہم

غزل ۳۵۳ — صبا

آتش سخن کی قدر زمانے سے اٹھ گئی
مقدور ہو تو قفل لگادین دہان مین ہم

نکلین کہین احاطۂ وہم و گمان سے ہم
باز آے اس زمین سے اس آسمان سے ہم

ہرگز سما سکینگے نہ میدانِ حشر مین
اتنے گناہ لیکے چلے ہین یہان سے ہم

گلشن بھی ہے شراب بھی ہے ابر تر بھی ہے
یادش بخیر یار کو لائین کہان سے ہم

راہ عدم مین نامۂ اعمال ساتھ ہے
کیسا یہ داغ لیکے چلے ہین یہان سے ہم

یہ جذب حسن و عشق ہوا جانبین سے
آخر وہان سے آپ چلے اور یہان سے ہم

کہتے تھے دل کسیکو نہ دینگے تمام عمر
مجبور ہو گئے مگر اک دلستان سے ہم

باقی رہے نہ فرق زمین آسمان مین
اپنا قدم اٹھالین اگر درمیان سے ہم

یارب وہ دور بھی ہو کہ زاہد بھی یکقلم
باہر نہین ہین بیعت پیر مغان سے ہم

ثابت قدم رہے ہم ایام ہجر مین
اک حال پر لڑا کیے ہفت آسمان سے ہم

اس سقف بے مدار کا کیا اعتبار ہے
یارب نکل کے جائین کہان آسمان سے ہم

غزل ۳۵۴ — رند

فصل خزان چمن مین جو آئی تو اے صبا
روئے لپٹ لپٹ کے بہت باغبان سے ہم

تنگ ہین ایسے چمن مین گل و شمشاد سے ہم
آشیان مانگتے ہین چنگل صیاد سے ہم

لینگے جبتک نہ عوض ظلم کا صیاد سے ہم
باز آئینگے نہین نالہ و فریاد سے ہم

مرگئے پر بھی حسینون کی وہی الفت ہے
سایہ بن بن کے لپٹتے ہین پریزاد سے ہم

ہی جو لیلی پہ تمھین فوق تو مجنونپہ ہمین
تم جو شیرین سے زیادہ ہو تو فرہاد سے ہم

رنج مین بھی ہی مزا ذوق محبت ہو اگر
ہر طرح شاد ہین اپنے دل ناشاد سے ہم

یاد آیا جو چمن مین قد بالا تیرا
سرو سے دوڑ کے لپٹے کبھی شمشاد سے ہم

یاد ایام کہ اک سلسلہ زنجیر سے تھا
اب تو مدت سے پڑے پھرتے ہین آزاد سے ہم

سخت جانی کا برا ہو کہ گلا کٹنے دیا
سخت شرمندہ ہوے خنجر جلاد سے ہم

تیلیان ٹوٹین قفس کی جو ابھی پر اڑین
رشتہ بر پا ہین فقط الفت صیاد سے ہم

سینے آکر گل امید بھرے دامن مین
اک تہیدست چلے گلشن ایجاد سے ہم

ہین وہ مظلوم فلک کر جو ابھی آہ کرین
کھود کر پھینک دین گردون تجھے بنیاد سے ہم

خدمت گل مین صبا کے شرف ہونگے
چھوٹنے پائین اگر خانۂ صیاد سے ہم

رات دن لوٹتے ہین ہجر مین انگارون پر
کس بلا مین پڑے عشق پریزاد سے ہم

آدمی زاد تو کیا چیز ہی ای غیرت حور
دل لگا مین تری ہوتے نہ پریزاد سے ہم

آپکو بھولے ہین لیکن نہین بھولے تجھکو
یاد کیا رکھین جو غافل ہوئے تری یاد سے ہم

غزل ۳۵۵

فرق ہی ذرہ و خورشید کا ای بدر صریح
شعر مین بڑھ سکے نہ کبھی استاد سے ہم

اسیر

کیون نالے کرین بلبل گلشن تو نہین ہم
ای ضبط جنون عقل کے دشمن تو نہین ہم

دل کو جو بچاتا ہون تو کہتی ہین وہ آنکھین
کیا لوٹ ہی لینگے کوئی رہزن تو نہین ہم

ثابت ہی تمھین صبر نیایا ہمین شبنم
دکھلاؤ جو تم چہرۂ روشن تو نہین ہم

[illegible] مین پیچھین
کیچھ تیر کی تا حسد تیری دشمن تو نہین ہم

وہ آتے ہی کبھی لیتے ہم بوسے گیسو
صدقے مہ کے ہو بر ہمن تو نہین ہم

کیا ضعف سے حاصل کہ ترے گھر مین نہ پہنچے / در تک رہے ہین مگر ذرۂ روزن تو نہین ہم

دل کھینچے لیے جاتا ہے قاتل کی گلی مین / کچھ آپ روانہ سوے مدفن تو نہین ہم

ہم چلنے لگے پیچھے نہ کبھی ساتھ سے تیرے / سایہ ہین غبار سم توسن تو نہین ہم

سو بار کہینگے ارنی طور پہ جا کر / کیا سمجھے ہین موسی ہین الکن تو نہین ہم

کرتا ہون جو کنگھی تو یہ کہتے ہین وہ گیسو / کانٹا تو نہین نہ کھینچیے ہمین دامن تو نہین ہم

ظاہر مین تو نرگس کی طرح پائی ہین آنکھین / پر قابل نظارۂ گلشن تو نہین ہم

بجنے کا دیا حکم تو بولے دہن زخم / سلواتے ہو کیون قابل سیون تو نہین ہم

موسی سے یہ کہدو کہ بہت بڑھکے نہ بولین / کچھ نابلد وادی ایمن تو نہین ہم

کہتا ہے حیا سے وہ دہان مسی آلود / کیا دیکھتے ہین سب گل سوسن تو نہین ہم

غیروں سے جو دشمن ہین تو کیا تیری طرح سے / اے دوست کسی دوست کے دشمن تو نہین ہم

کیا نالہ کشی کی ہمین بت دیتے ہین ترغیب / انسان ہین ناقوس برہمن تو نہین ہم

کرتی ہین یہ طنز آنکے خط سبز پر آنکھین / کچھ پیر ہین خضر مین رہزن تو نہین ہم

بے منت احباب یہان قبر ہے روشن / محتاج چراغ سر مدفن تو نہین ہم

غزل ۳۵۶	بوے گل فردوس امیر اپنا ہے مردہ سرکا جو ذرا تختۂ مدفن تو نہین ہم	داغ

جھک گئے ہین آج اک ساغر سے ہم / ہاتھ دھو بیٹھے مئے کوثر سے ہم

سنگدی مین جلکے اس بت کا پتا / پوچھتے پھرتے ہین ہر پتھر سے ہم

جب رگ جلنے کی کرتا ہے خون / چھیڑ دیتے ہین اسی نشتر سے ہم

تیر ترا اڑھکے مژگان سے نہین / کچھ کھٹکتے ہین اسی نشتر سے ہم

کسقدر لگتی ہے راہ شوق جلد
تیز چلتے ہین ترے خنجر سے ہم

کیا کہین کس سے کہین کسکے لیے
بچھڑے ہین چارون طرف مضطر سے ہم

حضرت واعظ نے جو چاہا کہا
پر نہ بولے کچھ خدا کے ڈر سے ہم

دل جو اپنا ہمنے مانگا تو کہا
کیا چرا لائے تمھارے گھر سے ہم

ہمسری تجھسے کرے گر آسمان
صدقہ کر ڈالین ترے سر پر سے ہم

غزل ۳۵۷	وہ ستمگر روبرو ہوگا تو داغ کیا کہینگے داور محشر سے ہم	کیفیت

ڈرتے ہین ضبط نالہ و آہ و فغان سے ہم
سنئیے جو کان دھر کے کہین کچھ زبان سے ہم

میوہ جو اس چمن سے ملے یہ کہان نصیب
شرمندہ بوئے گل کے نہین باغبان سے ہم

ہر چند ناتوان ہین شاعر ہین زار ہین
پیچھے ذرا رہینگے نہ عمر روان سے ہم

بلبل زبان دراز ہے گلچین جفا شعار
درگذرے باغبان ترے اس بوستان سے ہم

گلخن فروز بھی تو نہین پوچھتے ہمین
بیقدر اس چمن مین ہین برگ خزان سے ہم

تنکے چنے نہ یہ اگر ابکی بہار مین
صیاد کو سلام کرین آشیان سے ہم

غزل ۳۵۸	اب بھی ہے کیفیت روشنئ طور جلوہ گر ہے سچ تو یہ کہ لائین وہ آنکھین کہان سے ہم	تسلیم

زمین گم کردہ ہین نا آشنائے آسمان ہین ہم
جہان کا نام بھی کوئی نہین لیتا جہان ہین ہم

عجب ہے تو بنا کیون سر گھڑی قسمت مین لکھی
نہ میخوارون کی توبہ ہین نہ پیمان بتان ہین ہم

ہر اک مین تیرے کوچے مین اٹھا سکتا نہین کوئی
سبک ہو کر بھی مثل نقش پا کیا کیا گران ہین ہم

نشان بے نشانی ہین ہجوم کاہش تن سے
بتائین کیا تجھے اے مرگ کیسے ہین کہان ہین ہم

ہیں جو دیکھتا سنتا ہے اے تسلیم روتا ہے
جہان میں آپ گویا اپنی غم کی داستان ہیں ہم

غزل ۳۵۹ ردیف نون درد

مژگان تر ہوں یا رگِ تاکِ بریدہ ہوں
جو کچھ کہ ہوں سو ہوں غرض آفت رسیدہ ہوں

کھینچے ہے دور آپکو میری فروتنی
افتادہ ہوں پہ سایۂ قدِ کشیدہ ہوں

ہر شام مثل شام ہوں میں تیرہ روزگار
ہر صبح مثل صبح گریبان دریدہ ہوں

کرتی ہے بوی گل تو مرے ساتھ اختلاط
پر آہ میں تو موج نسیم وزیدہ ہوں

پہچانتی ہے تو طپش دل کہ بعد مرگ
کنجِ مزار میں بھی نہیں آرمیدہ ہوں

غزل ۳۶۰ نیاز

اے درد جا چکا ہے مرا کام ضبط سے
میں غمزدہ تو قطرۂ اشکِ چکیدہ ہوں

کچھ نہیں کھلتا مجھے میں کون ہوں
صورت حیرت ہوں یا شکل جنون

آہ طالع نے مجھے رسوا کیا
ورنہ پنہان تھا مرا رازِ درون

کر رہے ہیں بحث دل آنکھوں کی راہ
رنگ اشک ایسا نہ تھا رشک خون

حسن جانان جلوہ گر ہر شی میں ہے
دید میں آتی نہیں کوئی زبون

کون پا سکتا ہے کچھ گم گشتہ کو
دین ڈھونڈھے ہے آگے یا دنیا کو دون

غزل ۳۶۱ مومن

جسنے پہچانا ہے اپنے آپکو
[illegible] قدم [illegible]

ناصح [illegible] ہم [illegible] کی نہیں
[illegible] اب

دل کو [illegible] سودا [illegible] کی نہیں
[illegible] کی نہیں

دعویٰ حسن جہان سوز اسقدر — پھر کہو گے تم نہین ہرجائی نہین

دیکھ مضطر کیون نہ پھیرے دشنہ پھر — یار ہے وہ کچھ تماشائی نہین

گر نہین ملتے ملون گا اور سے — کیون سمجھے کیا پاس رسوائی نہین

ہے دعا بھی بے اثر گویا کہین — عرض عاشق کی پذیرائی نہین

دردِ دل تو حسن سے ظالم ایکبار — تو دماغ چارہ فرمائی نہین

غزل ۳۶۲	ترک مذہب کیون کرون مومن مین کیا اُس صنم کو لافِ یکتائی نہین	ذوق

دودِ دل سے ہے یہ تاریکی مرے غمخانے مین — شمع ہے اک سوزن گم گشتہ اس کاشانے مین

مین ہون وہ وحشت کہ مدت سے ہون مین ویرانے مین — برسون مسجد مین رہا برسون رہا بتخانے مین

مستی نا آشنائی وحشت و بیگانگی — یا تری آنکھون مین دیکھی یا ترے دیوانے مین

مین وہ کیفی ہون کہ پانی ہو تو بنجائے شراب — جوش کیفیت سے میری خاک کے پیمانے مین

عشق کو نشو و نما منظور کب ہے ورنہ سبز — تخمِ اشکِ شمع ہو خاکستر پروانے مین

برق خرمن سوز دانائی ہے نافہمی تری — ورنہ کیا لہلہاتے کھیت ہین ہر دانے مین

کس نزاکت سے ہے دیکھو اتحادِ حسن و عشق — زلف وان شانے نے کھینچی درد ہو یان شانے مین

غزل ۳۶۳	ایک پتھر پوجنے کو شیخ جی کعبہ گئے ذوق ہر بت قابلِ بوسہ ہے اس بتخانے مین	ذوق

وقت پیری شباب کی باتین — ایسی ہین جیسے خواب کی باتین

اسکے گھر لیچلا مجھے دیکھو — دلِ خانہ خراب کی باتین

واعظا چھوڑ ذکر نعمتِ خلد — کر شراب و کباب کی باتین

غنچۂ ناشگفتہ کو دور سے مت دکھا کہ یون
بوسہ کو پوچھتا ہون مین منہ سے مجھے بتا کہ یون

پرسش طرز دلبری کیجیے کیا کہ بن کہے
اسکے ہر اک اشارہ سے نکلے ہے یہ ادا کہ یون

رات کے وقت مے پیے ساتھ رقیب کو لیے
آئے وہ یان خدا کرے پر نہ کرے خدا کہ یون

غیر سے رات کیا بنی یہ جو کہا تو دیکھیے
سامنے آن بیٹھنا اور یہ دیکھنا کہ یون

بزم مین اسکے روبرو کیون نہ خموش بیٹھیے
اسکی تو خامشی مین بھی ہے یہی مدعا کہ یون

مین نے کہا کہ بزم ناز چاہیے غیر سے تہی
سنکے ستم ظریف نے مجھکو اٹھا دیا کہ یون

کب مجھے کوے یار مین رہنے کی وضع یاد تھی
آئینہ دار بن گئی حیرت نقش پا کہ یون

گر ترے دل مین ہو خیال وصل مین شوق کا زوال
موج محیط آب مین مارے ہے دست و پا کہ یون

مجھ سے کہا جو یار نے جاتے ہین ہوش کس طرح
دیکھکے میری بیخودی چلنے لگی ہوا کہ یون

جو یہ کہے کہ ریختہ کیونکہ ہو رشک فارسی
گفتۂ غالب ایکبار پڑھکے اسے سنا کہ یون

غزل ۳۶۶ — ظفر

واے ای بیخبر تمکو خبر خاک نہین
کہ سفر سر پہ ہے سامان سفر خاک نہین

تیرے بیمار کی کیا خاک کرے کوئی دوا
ہوتا اکسیر کا بھی اسکو اثر خاک نہین

برسون گذری کہ ہوئی خاک ہماری برباد
اب تو اس کوچے مین ای باد سحر خاک نہین

جل کے ہم خاک ہوے عشق مین اسکے لیکن
اسکو اب تک اثر سوز جگر خاک نہین

ذرے ذرے مین ہے یان خاک کے پیدا خورشید
لیکن آتا تجھے غفلت سے نظر خاک نہین

دی ہے تقدیر سوا انکو ہنرمندون سے
جنکو جز بیہنری آتا ہنر خاک نہین

خاک مین آنسوؤنکو میری ملاتا کیا ہے
تجھکو ای دیدۂ تر قدر گہر خاک نہین

گر مجھوشی جو ہے اس ہستی موہوم پہ یہ
اور فرصت ہمین مانند شرر خاک نہین

ابر مژگان سے رکھا مین نے ہمیشہ سیراب　　لیکن اس نخل محبت مین ثمر خاک نہین

غزل ۳۶۷	ہمسے ظاہر وہ ہوے صاف تو کیا ہوتا ہی دل تو صاف اُسکا کبھی ہمسے ظفر خاک نہین	ناسخ

آج پیش نظر حضور نہین　　کوئی مجھسا بھی بے حضور نہین

گرچہ مین تجھسے دور ہون لیکن　　تو تو اے جان مجھسے دور نہین

یار گھر مین کبھی نہین ملتا　　طرفہ جنت ہی یہ کہ حور نہین

ہم ادا دان سمجھتے ہین ایجان　　ناز ہی حسن کا غرور نہین

ساقیا ہی نظر مین چشم سفید　　ہجر مین ساغر بلور نہین

تم چلے دو قدم ہوا بر پا　　حشر کو انتظار صور نہین

کتنی ہی روشنی چشم سیاہ　　سانولون مین نہ کہیے نور نہین

کیون ہی امیدوار اہل زمین　　آسمان ہی یہ کچھ تنور نہین

غزل ۳۶۸	کہتے ہین وہ ہنسی سے ناسخ کو شاعری کا تجھے شعور نہین	ناسخ

سیلی کس دم مجھے تلاش نہین　　مجھکو یہ غم معاش نہین

سنگ غم دل کو لگتے ہین ہر دم　　کب مرا شیشہ پاش پاش نہین

آنکھ کی بند بت ہوا موجود　　کوئی مجھسا بھی بت تراش نہین

چپکے کھاتے ہو ٹھوکرین لب گور　　آج وہ شور دور باش نہین

غش مین ہو ساقیا شراب چھڑک　　احتیاج گلاب پاش نہین

چل دلا دیکھین اور نگری کو　　اب یہان طور بود و باش نہین

	مرچلا ہون امیدواری مین	ایسی ہان سے وہ کرتی کاوش نہین	
غزل ۳۶۹	خار غم سے بہ رنگ گل ناسخ کون سے عضو مین خراش نہین		آتش

استقدر آنکھین ہمی محو تجلا ہو گیئین
پتلیان پتھر لگے آخر سنگ موسی ہو گیئین

باغ کو سرسبز باران بہاری نے کیا
شاعرون کے واسطے تشبیہین پیدا ہو گیئین

روے رنگین سے بھی وہ گیسو وخط ہی دلفریب
بوٹیان بھی اس گلستان کی تماشا ہو گیئین

تشنۂ دیدار ہین کسکے آئنہ رخسار کے
آبجو ہین مثل آئینہ مصفا ہو گیئین

غزل ۳۷۰	قاف مین بھی سکہ بیٹھا حسن عالمگیر کا آتش اپنے یار کی پریان بھی شیدا ہو گیئین	آتش

دیوانگی نے کیا کیا عالم دکھا دیے ہین
پریون نے گھر کیون کے پردے اٹھا دیے ہین

آتش نفس ہوا ہی گلزار کی بہاری
بجلی گری ہے غنچے جب مسکرا دیے ہین

سو بار گل کو اُسنے تلوے تلے ملا ہے
کٹوا کے سرو وشمشاد اکثر جلا دیے ہین

انسان خوبرو سے باقی رہے تفاوت
اسواسطے پری کے دو پر لگا دیے ہین

ابروی کج سے خون عشاق کیا عجب ہے
تلوار نے نشان لشکر مٹا دیے ہین

بے یار بام پر جو دو چشمین چڑھ گیا ہون
پرنالے رو رو تے مین نے بہا دیے ہین

وصف کمان ابرو جو کیجیے سو کم ہے
بے تیر بسملون کے تودے لگا دیے ہین

رو دیا ہون یاد کرکے مین تیری تندخوئی
صرصر نے جب چراغ روشن بجھا دیے ہین

سوز دل وجگر کی شدت پھر آج کل ہے
پھر پہلوؤن کے تکیے مشعل بنا دیے ہین

شمعون کو تو نے دل سی پروانون کے اتارا
آنکھون سے بلبلون کی گلشن گرا دیے ہین

جو تری کوچے سے آ جاتا ہے | پاؤن ہم چوم لیا کرتے ہین
زلف کو کالی بلا کہتے ہین غیر | ہم بلائین جو لیا کرتے ہین
جستجو مین ترے او صید فگن | طائر رنگ اڑا کرتے ہین
صدقے ہوتے کو تری ابرو کے | صورت چشم پھرا کرتے ہین
رشک ہے بات نہ قاتل سے کر | دہن زخم سیا کرتے ہین

غزل ۳۷۴ — کشتۂ تیغ تبسم ہون وزیر / دہن زخم ہنسا کرتے ہین — **وزیر**

اسقدر ہم ناتوان و زار ہین | بازو اپنے مچھلیون کے خار ہین
جاتے ہین گلشن سے اے باغبان | ہم اگر تیری نظر مین خار ہین
آنکھین ہین خونخوار تیری ای مسیح | کیا ہی بے پرہیز یہ بیمار ہین
خود بخود اپنا جنازہ ہے روان | ہم بھی کسکے کشتۂ رفتار ہین
سایۂ خنجر مین آیا خواب مرگ | واہ کیا طالع مرے بیدار ہین
ہم ہین رنجور اپنے اشک و آہ سے | ہے بری آب و ہوا بیمار ہین

غزل ۳۷۵ — کون ہے بیزار ان روزون وزیر / ہم جو اپنی زیست سے بیزار ہین — **صبا**

عشق کا اختتام کرتے ہین | دل کا قصہ تمام کرتے ہین
قہر ہے قتل عام کرتے ہین | ترک تر کی تمام کرتے ہین
طاق ابرو سے انکے در گذرے | ہم یہین سے سلام کرتے ہین
شیخ اُس سے پناہ مانگتے ہین | برہمن رام رام کرتے ہین

خط قسمت پڑھا نہیں جاتا
صرف منطق تمام کرتے ہیں

یا الٰہی حلال ہوں واعظ
دختِ رز کو حرام کرتے ہیں

آپکے منہ لگی ہی دخترِ رز
باتیں ہونٹوں سے جام کرتے ہیں

اپنے دل پر ہی اختیار ہیں
ملک کا انتظام کرتے ہیں

قابلِ گفتگو رقیب نہیں
آپ کس سے کلام کرتے ہیں

رات بھر میرے نالۂ پُر درد
نیند انکی حرام کرتے ہیں

غزل ۳۷۶ — صبا

ای صبا کیوں کسی کا دل توڑیں
کعبے کا احترام کرتے ہیں

بندے کی لیے جو آفتیں ہیں
ای عشق تری کرامتیں ہیں

دو دن کی حیات پر فلک سے
کیا کیا شکوے شکایتیں ہیں

سر سبز ہو تمام طور جل کر
یہ حسن کی سب شرارتیں ہیں

ہم مست ہیں اور دختِ رز ہی
دن رات بری سے صحبتیں ہیں

دنیا جو ہی خاکدان تو ہم تم
گویا مٹی کی مورتیں ہیں

بندہ تری شکر میں ہی قاصر
اللہ بڑی عنایتیں ہیں

ای نفس پلید آدمی بن
کتے میں ولی کی خصلتیں ہیں

غزل ۳۷۷ — رند

یہ ظاہر و باطن صبا ہے
اشک آنکھوں میں دل میں حسرتیں ہیں

جان جاتی ہی دیر جان نہیں
جان یہ وقت امتحان نہیں

کونسے بت میں آن بان نہیں
بی نیازی کی کس میں شان نہیں

مختصر قصہ ہے عشق ابرو یار
کھینچ لین سب یہ وہ کمان نہین

کہدیا رعب حسن نی خاموش
سنکے مین گویا مری زبان نہین

ہون کمان کی طرح سے خانہ بدوش
لامکان ہون مرا مکان نہین

اتنی طاقت نہین بتا سکے حال
مین تڑپتا ہون انکو دھیان نہین

مالک نوبت و نشان تھے کل
آج نوبت ہے یہ نشان نہین

اى زمین زور سے فشار نہ کر
مرچکا ہون نہین مجھمین جان نہین

مشکل آہی کیا ہی خلق سمجھے
ہے دہن تو مگر زبان نہین

دل لگے کسطرح مرا صیاد
یہ قفس ہے کچھ آشیان نہین

حال دل خود زبان لیتا ہی
اختیاری مرا بیان نہین

جوہر آئینہ ہین تیغ زبان کے
کٹ گئی والی مری زبان نہین

رند بیجا کرو نہ شکوہ یار
کچھ وہ ایسا تو بد زبان نہین

غزل ۳۷۵ — رند

دلکو کسطرح سنبھلا تا نہین
پر تصور یار کا جاتا نہین

کیا کرون جی جو یار آتا نہین
دم الٰہی کیون نکل جاتا نہین

تجھپہ مرتا ہون تری سر کی قسم
یہ قسم جھوٹی کبھی کھاتا نہین

مستعد مرنے پہ ہون پر کیا کرون
بے اجل آئے موا جاتا نہین

وصل کی شب کیون نہ پھر ہان ہوا
تو تو کہتا ہی مین شرماتا نہین

جان کا دشمن ہوا ہی اسقدر
مجکو پا کر وہ چھری پاتا نہین

کیون تصور انکا آتا ہی یہان
مین تو وان آتا نہین جاتا نہین

حوصلہ کرنے لگا ہی تنگیان
ضبط اب مجھسے کیا جاتا نہین

ایک عالم حسن کا دیوانہ ہی
تنگ کس کس سی یہ چھنوا تا نہین

بُجھکو آنا ہی تو آجک ای اجل
جو چلا تیرا مجھے بھاتا نہین

ہین بیٹھے ہی بیٹھی سی توبہ کی تو کیا
کوئی ساقی بھی تو بلواتا نہین

حسرتین دلکی نکالون کسطرح
یار کو تنہا کبھی پاتا نہین

کوچہ ہی اس حور دش کا بہشت
جو گیا وان پھر کے یان آتا نہین

کیا مزہ پایا ہی تو نی کیون لا
عشقبازی سی تو باز آتا نہین

جانتا ہون دل سمجھنے کا نہین
اس لیے نادان کو سمجھاتا نہین

ہجر کی شب کروٹین کیونکر نہ لون
کوئی پہلو دلکو چین آتا نہین

کھینچتا ہی کب تصور یار کا
سانپ لب چھاتی پہ لہراتا نہین

غزل ۹۵۳

جان جائے عشق مین یا نام و ننگ
رندان باتون سے گھبراتا نہین

امیر

کیا دیر ہی اسکر عفو گناہ مین
اللہ کیا کمی ہی تری بارگاہ مین

آئے ہو تیغ کھینچ کے تم قتل گاہ مین
تو لو تو پہلے ہوے کمر کو نگاہ مین

ہون زار اسقدر کہ تری جلوہ گاہ مین
چھپ جاؤنگا مین پردۂ گرد نگاہ مین

محراب کی تیغ کو سمجھا پڑھی نماز
پہونچا مین قتل گاہ مین یا عیدگاہ مین

فریاد کس سے تیرے ستم ای اجل کرین
ساتھی ہمارے چھوڑ گئے ہمکو راہ مین

کانٹا ہوا ہون سوکھ کی لیکن ہنوز
کھٹکونگا اور انہی عدو کی نگاہ مین

پیری مین رنگ کون جو ہوا دانت ہی چلے
بھا گرا پڑی شکست علم سی سپاہ مین

مدت ہوئی پھری ہوئے آنکھون کی تپلیان
صورت تمھاری پھرتی ہی ابتک نگاہ مین

نکلا نہین ہی خط تری عارض پہ حسن نے
کانٹے بچھائے ہین یہ محبت کی راہ مین

بے قصد بد سے بھی کبھی ہوتا ہی کار نیک
شبکو چراغ غول جلاتے ہین راہ مین

دعوی بہت تھا سنگدلی کا حضور کو
کیون دل پگھل کے بیٹھ گئے ایک آہ مین

اللہ ری جذب میری تڑپ کا کہ چرخ سے
تاثیرین دوڑین آتی ہین آغوش آہ مین

اعلی کو کیون نہ صحبت ادنی سے ہو غرور
دیکھا کبھی نہ [illegible] تو [illegible] چاہ مین

بے داغ عشق ارض سے تا آسمان ہے کون
ماہی مین فلس [illegible] ہے ماہ مین

سایہ پڑا مگر مرے بخت سیاہ کا
یہ تیرگی نہ تھی تری زلف سیاہ مین

افعال نیک کے لیے اچھی جگہ بھی ہو
ہم بھی تو چل کے کسی خانقاہ مین

آہ اس دہن سے نکلے تو کیونکر حسین ہو
[illegible] ماہ ہم جو ملجائے آہ مین

آنے نہ دے حیا کو یہ ہی رات وصل کی
کیا کام غیر کو ہی تری جلوہ گاہ مین

دیوانہ تیرا آتا ہی لرزان ہین اہل شہر
رستم کی دھاک سے ہی تزلزل سپاہ مین

زلفون کی آڑ مین نہین کرتی وہ چشمکین
بجلی تڑپ رہی ہے ابر سیاہ مین

کیا سمجھے قدر ساغر جمشید کی وہ چشم
دنیا نہین سماتی ہی جسکی نگاہ مین

اترے جو نشہ توبہ کرین ہم شراب سے
لغزش نہ تا زبان کو ہو عذر گناہ مین

تونے تو ای سیاہی شبہائے تار ہجر
دھبا لگا دیا مرے بخت سیاہ مین

ہی نقش دل یہ صورت توحید ای امیر
ہون محو ذکر اشہد ان لا الہ مین

غزل ۳۸۰ — امیر

گم گشتہ دل کی تا بکجا جستجو کرین
ہان اور دل ملے تو تری آرزو کرین

منھ پر جو گرد آہ پڑے شست و شو کرین
انہی تو میرے اشک مری آبرو کرین

دنیا سے ہاتھ دھو کے چلین کوے یار مین
جائز نہین کہ طوف حرم بے وضو کرین

مغرب سے اٹھ کے تم سوے مشرق جو آرہو
مردون کو دفن پھر نہ کبھی قبلہ رو کرین

ملتے ہین ہاتھ دیکھکے صبح شب وصال
یہ چاک وہ نہین ہے کہ جسکو رفو کرین

ہم میکشون کو کام شراب و گزک سے ہے
قرآن پڑہین تو ورد کلوا و اشربو کرین

ملنے نہ ملنے سے ہمین کیا کام سے ہے کام
جبتک کہ دم مین دم ہے تری جستجو کرین

زاہد ترے فرشتون کو یہ دن نہین نصیب
جنت سے حور آسے جو ہم آرزو کرین

جبتک کہ دل ہے چاہیے ہمکو تری تلاش
جبتک چلے زبان تری گفتگو کرین

کب زاہدون کو مسئلہ عشق کا ہے فہم
نامحرمون سے راز کی کیا گفتگو کرین

شوق سجود ہو تہ محراب تیغ اگر
آب بقا سے خضر و سکندر وضو کرین

بینہ ہی کب ثبوت حرمت نقد ہوش کی
مفتی شہر قطع نہ دست سبو کرین

ثانی نہ میرے یار کا پائین یہ مہر و ماہ
برسون چراغ لیکے اگر جستجو کرین

یارب وہ ذوق دے کہ تری مست معرفت
مستی بغیر بادہ و جام و سبو کرین

تار نگاہ دیدۂ یعقوب اگر ملے
ہم چھپکے چاک دامن یوسف رفو کرین

غزل ۳۸۱	پلکون سے وہ اسیر لیا کرتے ہین سلام جسطرح گنگ انگلیون سے گفتگو کرین	داغ

کیا کیا فریب دلکو دیے اضطراب مین
انکی طرف سے آپ لکھے خط جواب مین

کچھ شان مغفرت سے نہین دور زاہدو
ڈوبین گناہ بادہ کشون کے شراب مین

اے اہل حشر جمع ہین یان ہر طرح کے لوگ
دو کچھ صلاح مجھکو طبیعت کے باب مین

حوروں کا انتظار کرے کون حشر تک
مٹی کی بھی ملے تو روا ہے شباب میں

پیرِ مغاں کی دل شکنی کا رہے خیال
داخل ہوا ہوں توبہ سے پہلے ثواب میں

گر وہ نہ آئینگے تو اجل آئیگی ضرور
تسکین ملی ہوئی ہے مرے اضطراب میں

جی چاہتا ہی چھیڑ کے ہوں اس سے ہمکلام
کچھ تو لگیگی دیر سوال و جواب میں

دنیا کی بازپرس سے ابتک نہیں نجات
الجھا ہوا ہوں حشر کے دن بھی حساب میں

رکھنا قدم تصورِ جاناں سنبھال کر
کائی ہی جابجا مری چشمِ پُرآب میں

ای شیخ جو بتائے ہے عشق کو حرام
ایسے کے دو لگائے بھگو کر شراب میں

غزل ۳۸۲

ای داغ کوئی مجھسا نہو گا گناہگار
ہی معصیت سے میرے جہنم عذاب میں

داغ

حضرتِ دل آپ ہیں جس دھیان میں
مر گئے لاکھوں اسی ارمان میں

عشق جس کشتی کا ہو ناخدا
وہ نہ آئے کسطرح طوفان میں

اس سے پوچھو تم مری آشفتگی
زلف کہدیگی تمھاری کان میں

میرے مرنے کی خبر سنکر کہا
واقعی کچھ بھی نہیں انسان میں

گر فرشتہ وش ہوا کوئی تو کیا
آدمیت چاہیے انسان میں

جسنے دل کھویا اسیکو کچھ ملا
فائدہ دیکھا اسی نقصان میں

لیجیے دیتا ہوں میں دل کی سوا
اور جو کچھ ہی مرے امکان میں

دل کی قیمت اک نگہ ہی ای صنم
آگئے جو آئے ترے ایمان میں

غزل ۳۸۳

کسنے ملنے کا کیا وعدہ کہ داغ
آج ہو تم اور ہی سامان میں

کیف

زاہد تری نماز اک آفت سے کم نہین — قد قامت الصلوٰۃ قیامت سے کم نہین

سینہ ہو داغ داغ تو جنت سے کم نہین — دل خون کیجیے تو شہادت سے کم نہین

ثابت ہوا یہ قصۂ فرہاد و قیس سے — کہتے ہین جسکو عشق مصیبت سے کم نہین

کرتے ہین زخم دل کی دوا داغ داغ کی — اُنکی تو دوستی بھی عداوت سے کم نہین

کیا زلف یار کی مین درازی بیان کرون — اک بال بھر مری شب فرقت سے کم نہین

قارون سے بخیل سوا ہین یہ خوبرو — بوسہ جو کوئی دین تو سخاوت سے کم نہین

جدتک نہ چھیڑ چھاڑ ہو آپس مین کیا مزہ — چپ بیٹھنا حضور کا فرقت سے کم نہین

بیچارہ کسطرح نکرے جبر اختیار — محتاج کا تو شکر شکایت سے کم نہین

یوسف ہی رخ وہ ہونٹھ ہین عیسیٰ زبان کلیم — اُس بت کی بات بات کرامت سے کم نہین

کیا بات کیجیے جو زیارت نصیب ہو — اُنکا دہن تو مہر نبوت سے کم نہین

غزل ۳۸۴

ای کیف مر کے بھی نہ ہوئے ہوشیار ہم — چادر کفن کی پردۂ غفلت سے کم نہین

کیف

پھول چھڑی پہ کسیدن جو وہ دھر لیتے ہین — دوڑ کر گیسوے شبرنگ کمر لیتے ہین

جھوٹ ہی نجد کے صحرا مین گذر لیلی کا — کہین معشوق بھی عاشق کی خبر لیتے ہین

دیکھتے ہین جو کبھی زخم جگر کو میرے — دونو ہاتھ اپنے کلیجے پہ وہ دھر لیتے ہین

تخت شاہی سے اُتر قبر مین گر جاتا ہے — اسپ چوبین بھی کہین بہر سفر لیتے ہین

بوے مشک آتی ہے برسون ہی دہن سے اپنے — ایک بوسہ ترے گیسو کا اگر لیتے ہین

ایک لب سے یہ چکاتے ہین دل عاشق کو — اپنے رہنے کو کرائے کا وہ گھر لیتے ہین

مبتلا ظلم مین کرتے ہین مجھے بھی صیاد — تیر کے واسطے اگر مرے پر لیتے ہین

مر کے بھی چھوٹے نہ ساقی کے قدم	آج تک خاکِ درِ میخانہ ہوں
سرِ لگن قسمت جلا بھی ہے مجھے	شمعِ محفل ہوں کہ شمعِ خانہ ہوں
جھک کے چاہیے ہاتھ ذرا	کشتۂ خانہ و شیشے تیار نہ ہوں
پیر ... سے نہ وہ پایا کا سبب ربط	ڈھونڈتا ... ہوں گو یگانہ ہوں
آشنائی ہے مرے دم کی طرح	سب میں ہوں اور سب سے بیگانہ ہوں
مجھ سے کیا روشن ہو بزمِ شمع رو	جلوۂ سوزِ پرِ پروانہ ہوں
کیا جلائے گا جہنم حشر میں	خود میں سوزِ دل سے آتش خانہ ہوں
خاک میں گردوں ملائے کس طرح	خرمنِ مہتاب کا میں دانہ ہوں

غزل ۳۸۷	کچھ نہ ہوئے پڑھ کے بھی ای سلیم میں اسقدر کونین میں افسانہ ہوں	یوسف

جان و دل سب بتوں پہ قربان ہیں	پھر یہ کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں
کیوں نہ پھڑکیں قفس میں ہم صیاد	ناز پروردۂ گلستان ہیں
ایسا لوٹا خزان نے آکر باغ	آشیان بلبلوں کے ویران ہیں
دیکھیے کوچ کون سے دن ہو	مدتوں سے سفر کے سامان ہیں
خاکساری یہ ہے طبیعت میں	تخت و تابوت دونوں یکسان ہیں
دلِ عشاق کو نہ توڑ سکے	دیکھنے کے وہ تیرِ مژگان ہیں

غزل ۳۸۸	بت پرستی سے نفرت ای یوسف آپ ہی اک بڑے مسلمان ہیں	یوسف

دل ہی چھوڑا جو عشق گیسو میں	سخت بل توڑ ہی یہ پہلو میں

کون بیٹھا ہی آکے پہلو مین — دل نہین ہی ہماری قابو مین

دل ہی اسطرح آنکی گیسو مین — جیسے نافہ ہو ناف آہو مین

وعدۂ وصل بھول جاتے ہو — آج دیکھو گرہ تم ابرو مین

نہ ہوا وصل لیلی و مجنون — بار آیا نہ شاخ آہو مین

حسرتون سے کیا ہی دلپہ ہجوم — اک قیامت ہی اپنے پہلو مین

نہ بنا تا سکندر آئینہ — دیکھتا منہ جو تیرے زانو مین

آہوے چشم یار کے آگے — سامری کا اثر نہ تھا جادو مین

اے فلک تو نے اہل دنیا کو — گھیر کر لیا ہے قابو مین

نرگس چشم یار دیکھتی ری — کب حقیقت ہے تاثیر جادو مین

تیکتی یہ دونون اپنی آنکھین — نہین پاسنگ اس ترازو مین

تیغ ابرو مین تیر نشتر — تجھ مین کیا ہی نہین جو [illegible]

ذبح کرنے تو یار اٹھے ہو — زور بھی ہی تمھارے بازو مین

میرا معشوق ہی پری یوسف
جان ہی اپنی جسکے قابو مین

غزل ۳۹۹ — ردیف واو — نیاز

عشق مین سنگ در کو ہم سر پہ لیا جو ہو سو ہو — عیش و نشاط زندگی چھوڑ دیا جو ہو سو ہو

پوچھو نہ مجھ خراب سے یار و صلاح کار تم — اپنے تو اب رہی نہین ہوش بجا جو ہو سو ہو

مجھسے نفس کو طبیب ہاتھ تو اپنا مت لگا — اسکو خدا پہ چھوڑ دے پھر خدا جو ہو سو ہو

عقل کے مدرسے سے ہم عشق کے میکدے مین آ — جام فنا و بیخودی اب تو پیا جو ہو سو ہو

لاگ کی آگ لگتی ہی پنبہ نمط یہ جل گیا
رخت وجود جان و تن کچھ نہ بچا جو ہو سو ہو

دیدہ و دل ہم ہین ایک سوجھ مین اور بوجھ مین
آنکھون کے سامنے عیان دل مین بسا جو ہو سو ہو

ہستی کی اس سرا مین رات کی رات جو بس گذر
صبح عدم ہوئی نمود پاؤن اُٹھا جو ہو سو ہو

ہجر کی سب مصیبتین عرض کین اُسکے روبرو
نازو ادا سے مسکرا کہنے لگا جو ہو سو ہو

غزل ۲۹۰	دنیا کے نیک و بد سے کام ہمکو نیاز کچھ نہین آپ سے جو گذر گیا پھر اُسے کیا جو ہو سو ہو	مومن

یہ قدرت ضعف مین بھی ہے فغان کو
کہ وہ ٹپکے زمین پر آسمان کو

وفا سکھلا رہے گا دل ہمارا
تمھاری خاطر نامہربان کو

پڑی ہے اُس گلی مین لاش دشمن
اُٹھاؤن کیونکر اس بار گران کو

کہان ہے تاب نالہ برق ای کاش
جلاوے آتش گل آشیان کو

پسینے کی جگہ آنے لگا خون
چھپاؤن کسطرح زخم نہان کو

عدو کے گھر مین ہے تصویر شیرین
دکھاؤن کسطرح اُس بدگمان کو

نہین آمادہ لیلی وحشت سکھاوے
کوئی مجنون کا قصہ ساربان کو

ہمارا نعش تو کیا مرجائین تو بھی
نہ کھووے طرۂ عنبر فشان کو

دیا اوس بدگمان کو طعنہ غیر
غضب ہے کیا کہون اپنی زبان کو

دل مضطر کی بیتابی نے مارا
کہان سے لاؤن اُس آرام جان کو

غزل ۲۹۱	سن ای مومن یہ ایمان ہے ہمارا نہ کہنا کفر پھر عشق بتان کو	مومن

وہ جو ہم مین تم مین قرار تھا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

وہی یعنی وعدہ نباہ کا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

وہ جو لطف مجھپہ تھے بیشتر وہ کرم کہ تھا پہ حال پر
مجھے سب ہے یاد ذرا ذرا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

وہ نئے گلے وہ شکایتین وہ مزے مزے کی حکایتین
وہ ہر ایک بات پہ روٹھنا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

مجھے بیٹھے سب مین جو روبرو تو اشارتون ہی مین گفتگو
وہ بیان شوق کا برملا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

ہوے اتفاق سے گرہم تو وفا جتانے کو دمبدم
گلۂ ملامت اقربا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

کوئی بات ایسی اگر ہوئی کہ تمھارے جی کو بُری لگی
تو بیان سے پہلے ہی بھولنا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

کبھی ہم مین تم مین بھی چاہ تھی کبھی ہمسے تمسے بھی راہ تھی
کبھی ہم بھی تم بھی تھے آشنا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

سنو ذکر ہی کسی سال کا کہ کیا اک آپ نے وعدہ تھا
سو نباہنے کا تو ذکر کیا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

کہا مین نے بات وہ کوٹھے کی مرے دل سے صاف اُتر گئی
تو کہا کہ جانے مری بلا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

وہ بگڑنا وصل کی رات کا وہ نہ ماننا کسی بات کا
وہ نہین نہین کی ہر اک ادا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

غزل ۱۳۹۳	جیسے آپ کہتے تھے آشنا جیسے آپ کہتے تھے باوفا میں وہی ہوں مومن مبتلا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو	ذوق

دانا خرمن ہی ہمیں قطرہ ہی دریا ہمکو　　آئے ہی جزمیں نظر کل کا تماشا ہمکو

اس بلندی پہ دیا عشق نے پہونچا ہمکو　　کہ فلک آیا نظر خال سے چھوٹا ہمکو

ہم وہ مجنوں ہیں کہ دل اپنا ہی صحرا ہمکو　　اور جوں خیمۂ لیلی ہے سویدا ہمکو

رکھ مکدر لب بابی چرخ نہ اتنا ہمکو　　ہمنے جانا کہ کیا خاک سے پیدا ہمکو

شوق مستی میں ہی گلگشت چمن کا ہمکو　　چاہیے جاسے عصا گردن مینا ہمکو

ہو دیگا کشتی طوفان زدہ تابوت اپنا　　آگیا اپنے اگر مرنے پہ رونا ہمکو

بستگی دل کو ہی کیوں اس گرہ زلف کے ساتھ　　کیا سبب کچھ نہیں کھلتا یہ معما ہمکو

ہم وہ مجنوں ہیں کہ گر در رم آہو کی طرح　　بھاگئے ہی دور ہی سے دیکھ کے صحرا ہمکو

اور ہمدرد کہاں ہو ہنوا ہی حضرت دل　　ورد اب تمکو ہمارا ہو تمھارا ہمکو

پھینک کر شیشۂ دل ہاتھ سے کہتا ہی وہ مست　　کیا بنایا تھا ہتھیلی کا پھپھولا ہمکو

اثر کفر ہی طاعت سے بھی اپنے پیدا　　نقش سجدہ کا ہی پیشانی پہ ٹیکا ہمکو

ایکدم تنگ وہ آئے تھے بغل میں اسپر　　غم دوری سے کیا تنگ ہی کیا کیا ہمکو

تن سی کیا جان کہ جان اپنی نکلنے پاوی　　ہو لب شرط ترے آنیکا بھروسا ہمکو

آن پہونچی سر گرداب فنا کشتی عمر　　ہر نفس باد مخالف کا ہی جھونکا ہمکو

ہم گئے جسکی طرف جوں گل بازی اسنے　　پاس آنے نہ دیا دور ہی پھینکا ہمکو

ہر قدم پاؤں میں ہر رکھتے ہیں خار سر دشت　　ایجنوں تونے تو کانٹوں میں گھسیٹا ہمکو

کرتی جوں کوہ نہیں ہم تو سخن میں سبقت　　پر وہ کچھ ہمسے سنیگا جو کہیگا ہمکو

اپنا ہے کعبۂ مقصود فقط گوہر دل — طوف گرداب صفت چاہیے اپنا ہمکو

حرف تلخ اس لب شیرین سے ہر اک بات پہ وہ — ناصحا سنتے ہین ہم کچھ تو ہے میٹھا ہمکو

جتنے عاشق ہین بہم ایک کا ہی ایک عزیز — شمع سے چاہیے ہی خون کا دعوا ہمکو

دل مین تھے قطرۂ خون چند سو مانند انار — نہ ہے وہ بھی جب الفت نے نچوڑا ہمکو

ہم وہ ہین وحشی لاغر کہ چھپالیتی ہے — زیر دامن نگہ آہو سے صحرا ہمکو

غزل ۳۹۳	ہم نہ کہتے تھے کہ ذوق اسکی تو زلفونکو نہ چھیڑ اب وہ برہم ہی تو ہے تجھکو قلق یا ہمکو	ذوق

آسمان اور وہ انسان بنانا ہمکو — خاک مین تھا مگر اس ڈھب سے ملانا ہمکو

ذبح کیون کرتے ہی فتراک سے باندھا ہمکو — چھوڑ ہو دے تڑپتا ابھی پھندا ہمکو

ہم وہ ہین گرم روِ راہِ وفا جون خورشید — سایہ تک بھاگ گیا چھوڑ کے تنہا ہمکو

یہ تو یون مضطرب اور سینہ مین لاکھون روزن — دل کا رہنا نظر آتا نہیں اصلا ہمکو

ٹپکا مژگان سے لہو کی جگرِ آخر کار — ایک مدت سے اسی ٹپکے کا ڈر تھا ہمکو

خطِ توام سے لکھو گر یہ تاریخ وفات — کہ یہی وصل کی تا مرگ تمنا ہمکو

اک حلاوت ہی عداوت مین بھی اس ظالم کی — کہ اگر زہر بھی دیتا ہے تو میٹھا ہمکو

دیکھا آخر کو نہ پھوڑی کی طرح پھوٹا ہے — ہم بھری بیٹھے تھے کیون آپ نے چھیڑا ہمکو

سنگدل تین ان اب گر مین بھی بھاری ہین — ہے سموم مین تری آنیکا جو دھڑکا ہمکو

تو ہنسی سے یہ کہ مرتے ہین ہم بھی تمیز — مار ہی ڈالیگا بس رشک ہمارا ہمکو

گرمیِ تپ سے ہوا سوزِ درون جو افشا — آگیا مارے خجالت کے پسینا ہمکو

حسرت ای خواریِ وحشت کہ گریبان کا تار — ہو گیا ضعف سے تارِ رگِ خارا ہمکو

جب میکدہ چھٹا تو پھر اب کیا جگہ کی قید	مسجد ہو مدرسہ ہو کوئی خانقاہ ہو
الجھا ہوا نقاب مین ہی انکے ایک تار	مرتا ہون مین کہ یہ نہ کسیکی نگاہ ہو
سنتے ہین جو بہشت کی تعریف سب درست	لیکن خدا کرے وہ ترا جلوہ گاہ ہو

غزل ۳۹۶	غالب بھی گر نہو تو کچھ ایسا ضرر نہو دنیا ہو یارب اور مرا بادشاہ ہو	غالب

کسیکو دیکے دل کوئی نوا سنج فغان کیون ہو	نہو جب دل ہی سینے مین تو پھر منہ مین زبان کیون ہو
وہ اپنی خو نہ چھوڑینگے ہم اپنی وضع کیون چھوڑین	سبک سر بنکے کیا پوچھین کہ ہمسے سرگران کیون ہو
کیا غمخوار نے رسوا لگے آگ اس محبت کو	نلاوی تاب جو غم کی وہ میرا رازدان کیون ہو
قفس مین مجھسے روداد چمن کہتے نہ ڈر ہمدم	گری ہی جسپہ کل بجلی وہ میرا آشیان کیون ہو
غلط ہی جذب دل کا شکوہ دیکھو جرم کسکا ہی	نہ کھینچو گر تم اپنے کو کشاکش درمیان کیون ہو
یہ فتنہ آدمی کی خانہ ویرانی کو کیا کم ہے	ہوے تم دوست جسکے دشمن اسکا آسمان کیون ہو
کہا تمنے کہ کیون ہو غیر کے ملنے مین رسوائی	بجا کہتے ہو سچ کہتے ہو پھر کہیو کہ ہان کیون ہو
یہ کہہ سکتے ہو ہم دلمین نہین ہین پر یہ بتلاؤ	کہ جب دلمین تمھین تم ہو تو آنکھون سے نہان کیون ہو

غزل ۳۹۷	نکالا چاہتا ہی کام کیا طعنون سے تو غالب ترے بے مہر کہنے سے وہ تجھپر مہربان کیون ہو	ناسخ

تونے مجبور کر دیا ہمکو	سخت رنجور کر دیا ہمکو
آپ جلتے ہین غیر کو نہین رنج	غم نے کافور کر دیا ہمکو
اپنی برق نگاہ سے تمنے	شجر طور کر دیا ہمکو
دل بنا عاشقی مین خود مختار	اور مجبور کر دیا ہمکو

انسے جو تعریف کی کہ ای واعظ — تھا عاشق حور کر دیا ہمکو
تم نہین محتسب جو توڑا خم — نشہ نے چور کر دیا ہمکو
جسقدر ہمسے تم ہوے نزدیک — اسقدر دور کر دیا ہمکو
کبھی بار نجم فراق آتا — تونے مزدور کر دیا ہمکو
خوب یارب گدا دیا بت چین — آج فغفور کر دیا ہمکو
الفت ظاہری سے او مغرور — تونے مغرور کر دیا ہمکو
ہو گیا مے سے نشہ عرفان — نار نے نور کر دیا ہمکو

غزل ۳۹۸	تجھے تو بقصور ہونے کے لائق بارے مغفور کر دیا ہمکو	آتش

سرمہ منظور نظر ٹھہرا جو چشم یار کو — نیلگون گنڈا پنھایا مردم بیمار کو
حال پر میری توجہ کیا ہو چشم یار کو — جبر تکلیف نگہ ہی مردم بیمار کو
مطلع ہو کچھ تو حال زار سے وہ بیوفا — زعفران سے لکھ کے خط بھیجا ہے مینے یار کو
حسن بے پردہ کا عالم جلوہ گر پاتا ہون مین — دم بھر کب جاتا ہی عریان دیکھکر تلوار کو
زلف کو دیکھے اگر دیکھا نہو ابر سیاہ — برق دیکھی ہو نہ جسنے دیکھ لے رخسار کو
صبر کو ٹھوکر نہوگا تو بھی ای دل باغ باغ — پھوسلتے پھلتے نہین دیکھا غریب آزار کو

غزل ۳۹۹	بوٹیان اپنی کف پا کی جو صحرا مین اوڑین رتبہ سیخ کباب آتش ملا ہر خار کو	آتش

جو نعمت عشق کی چاہی تو راحت جان انیدا کو — عصا بخشے دیا پہلے جلایا دست موسی کو
وہ منصف ہون اگر مینے کیا ختم کلام اللہ — صوابا ہی سورۂ یوسف دیا ہے رحم زلیخا کو

دل پژمردہ ہوتا ہی شگفتہ کوے جانان مین
ہوائے باغ جنت زندہ کردیتی ہی موتی کو

کیا اُستاد کو شاگرد اُس طفل پریرو نے
پڑھایا روز بسم اللہ علم عشق ملا کو

شب تاریک مین آنکھون کو مہوش نظر آیا
سیہ خیمہ مین مجنون نی دیکھا روے لیلی کو

ترا شانا تجھکو حسن صناع ازلی ای بت قیامت کی
بنایا شیشۂ نازک مزاج سنگ خارا کو

نہین جسکا کوئی اُسکا خدا ہی پوچھنے والا
اُٹھاتے ہین ملائک آکے بے وارث کی موتی کو

تری میراث ہی خلد برین فرزند آدم ہون
سرہانے جانتا ہون اپنی مین زانوے حورا کو

وہ محبوب جہان تو ہی ہوائے تیری کوچے کی
چھڑایا شیخ سے کعبہ برہمن سے کلیسا کو

ترے پیرون سی نرکھہ امداد کی امید مشکل مین
نکالا ناخن پانے کہان خار کف پا کو

غزل بحر

ید بیضا سے روشن یار کا رخسار ہی آتش
لب جان بخش کہتے ہین دم پاک مسیحا کو

اسیر

زمانہ رنج دیتا ہی بقدر حال انسان کو
گدا کو فکر نان اندیشۂ عالم ہی سلطان کو

جو قسمت مین نہو ہرگز نہین ملتا ہی انسان کو
سکندر نی بہت ڈھونڈھا نہ پایا آب حیوان کو

کیا زندہ ہماری حق مین وحشت نے بیابان کو
بنایا طوق گردن حلقۂ چشم غزالان کو

ہوا ثابت یہ ہمکو قرب خورشید و مسیحا سے
کردی اک خشت خم رو نی آسمان نے اپنے ہمایان کو

اُٹھائی زلف چہرے سی مسلمان ہوگئے کافر
چھپایا زلف سی چہرہ کیا کافر مسلمان کو

مری وحشت مجھے ہردم یہی تعلیم کرتی ہی
قدم آہستہ رکھنا دیکھنا ہو خار مغیلان کو

ہزارون صندلی رنگ اسنے مٹی مین ملائی ہین
رہیگا کبتلک ویران سر گردون گردان کو

مآل کار ارباب دول کا سب سے بدتر ہی
کہ وقت نزع حسرت بیشتر ہوتی ہی انسان کو

ادا ہو کس زبان سی شکر ای دل ناتوانی کا
اُٹھا سکتا نہین ہر سر کبھی بار احسان کو

خون کس عاشق کشتہ کا چڑھا ہی سر پر
رنگ لائے ہوے ای یار نظر آتے ہو

آئنہ دیکھنے کو جب نہین ملتا تمکو
اپنے تم تشنۂ دیدار نظر آتے ہو

کیا ہی بے یار کھٹکتے ہو مری آنکھون مین
ای گل باغ مین تم خار نظر آتے ہو

ایسے معشوق زمانے مین کہان ملتے ہین
پیار کرنے کے سزاوار نظر آتے ہو

دونو گیسوے عاشق ہین کمندین دوہری
پیچ مین لاؤگے عیار نظر آتے ہو

سنبلستان ہین مری جان سراسر زلفین
رخ گلرنگ سے گلزار نظر آتے ہو

بند ہو جائین نہ رستے کہین دیوانون سے
بال کھولے سر بازار نظر آتے ہو

ہنستی ہی اٹھ پہر آپکو کنگھی چوٹی
اپنی زلفون مین گرفتار نظر آتے ہو

غزل ۳۴۳	تپ الفت مین صبا ہی یہ تمھارا درجہ دق کے آثار ہین بیمار نظر آتے ہو	کیف

مجھکو آباد کرو غیر کو برباد کرو
جب مین جانون کوئی ایسا ستم ایجاد کرو

چشم بیمار پہ نرگس کو اوتار و صدقہ
قد اگر بار ڑھ چہے سرو کو آزاد کرو

غیر ڈرتے ہین ڈرین خون جگر رونے سے
ہمتو آنکھون سے بجالائین جو ارشاد کرو

ناگوارا ہی اسیری محبت دل کو
مول لے لو اگر اس قید سے آزاد کرو

ابھی کم سن ہین اُنہین کیا خبر عاشق ہی
رونے لگتے ہین جہان نالہ و فریاد کرو

ہم جو سوتے تھے کبھی تمسے بدل کر کروٹ
رات بھر چین نہ آتا تھا وہ دن یاد کرو

گلرخون مین یہی ہوتے ہین اشارے باہم
جو ہوا خواہ ہو پہلے اُسے برباد کرو

وصل منظور ہی یا ترک محبت منظور
اسمین جو مرضی عالی ہو وہ ارشاد کرو

اثر جذب اگر مجھکو خدا نے بخشا
بھول جاؤن تمہین ایسا کہ بہت یاد کرو

غزل ۴۰۴ — کیف

ہی شہادت کی تمنا تجھین ای کیف اگر
آشنا ڈھونڈھ کے پیدا کوئی جلاد کرو

دولت پہ نہ بھولو بادشاہ ہو — کچھ اپنی خبر بھی ہی کہ کیا ہو
پھر پھول کھلین چمن ہرا ہو — ای باد خزان چل اب ہوا ہو
الٹواے ہماری زندگانی — کچھ بھی جو خیال موت کا ہو
معشوق تو ہوتے ہین مسیحا — تم بھی کسی درد کی دوا ہو
غفار بھی ہو کریم بھی ہو — بخشو اُسے جو مری خطا ہو
یہ کہہ گئی روح چلتے چلتے — دشمن بھی نہ دوست سی جدا ہو
لاچار ہو طبیب کیونکر — اپنا جو مرض ہی لا دوا ہو
کتنا ہی وہ بت اذان کو سنکر — کوئی نہ ہمین پکارتا ہو
فرقت مین ہی خاک ضبط نالہ — دل کو جو کوئی مسل رہا ہو
قصہ ہی تمھاری گیسوون کا — وہ بات نہ جسکی انتہا ہو

ای کیف وہ ماہ تو نہ آیا
ای تا بہ سحر پڑے کراہو

غزل ۴۰۵ — رند

ضبط نالی کو کرون ہردم کہ رد کون آہ کو — مجھسے اب چھپتی نہین کبتک چھپاؤن چاہ کو
دشمن جانی بنایا اُس بت دلخواہ کو — شکر ہی بہتر ہی یون منظور تھا اللہ کو
کوچۂ الفت بھی اہل ہر کوئی طرفہ مقام — یان تکلف کچھ نہین رہتا گدا سے شاہ کو
ماجرائے عشق بت ناگفتنی ہی کفر ہی — حق کہونگا تو بُری لگ جائیگی اللہ کو
آب پاشی کرتی ہین پریان گذرتی ہو جدھر — جھاڑتی ہی حور بالون سی تمھاری راہ کو

تھا مقدم عشق بت اسلام پر طفلی میں بھی
یا صنم کہکر پڑھا مکتب میں بسم اللہ کو

کیجیے اب درگذر جو کچھ ہوا بل جائیے
لطف کیا ہے طول دینا قصۂ کوتاہ کو

رہبری شوق شہادت اپنی کرتا ہے اگر
سر بکف باندھے کفن چلتے ہیں قربانگاہ کو

غزل ۴۶

جو مجھے چاہے سزا دے رند وہ مختار ہے
عذر ہوتا ہی نہیں کچھ بندۂ درگاہ کو

امیر

یاد زلف آئی دم نزع ستانے ہمکو
کس برے وقت میں گھیرا ہے بلا نے ہمکو

آس کسکو تھی شب غم کی سحر ہونے کی
آج تو دن یہ دکھایا ہے خدا نے ہمکو

ہجر جانان میں کسی روز جو ہچکی آئی
جی اٹھے ہم کہ کیا یاد قضا نے ہمکو

رخصت اے ہوش و خرد اب نہیں ٹھہرا جاتا
بیخودی دور سے آئی ہے بلانے ہمکو

قہر کرتی ہیں شب وصل تمہاری آنکھیں
اسی پردے میں تو مارا ہے حیا نے ہمکو

دیر میں شیخ حرم سے یہ صنم کہتے ہیں
تو نے اللہ کو جانا ہے تو جانا نے ہمکو

خنجر ناز سے بچکر جو چلے چار قدم
رکھ لیا برچھیون پر تیر ادا نے ہمکو

حوصلہ کون تماشاے تجلی کا کرے
غش تو دیتا ہی نہیں ہوش میں آنے ہمکو

کیا بگاڑا ہے ترا اے شب فرقت ہمنے
روز آتی ہے بلا بنکے ڈرانے ہمکو

لامکان میں نہ پتا ہے نہ مکان میں اوسکا
بے ٹھکانے کے بتاتے ہیں ٹھکانے ہمکو

وہ بلا دوست ہیں جب کوئی کڑی آتی ہے
نام لے لے کے پکارا تھا بلا نے ہمکو

حوصلہ دل سے تڑپنے کا نکلتا کیونکر
دم ہی لینے نہ دیا تیغ ادا نے ہمکو

اتنی نسبت بھی کفایت ہے بیان بخشش کو
کاش وہ اپنا گنہگار ہی جانے ہمکو

خار کیا کھائیے گل دیکھ کے فرقت میں امیر
ایسے کتنے ہیں ابھی داغ اٹھانے ہمکو

غزل ۴۰۷ داغ

یہ سن سن کے مرنا پڑا ہر کسیکو — نہیں مرتے دیکھا کسی پر کسیکو

خدا دے تو دے اپنا غم ہر کسیکو — کرے پر نہ مائل کسی پر کسیکو

نجاؤنگا تنہا بہشت بریں میں — کہ لیجاؤنگا دل سے اندر کسیکو

یہ بجلی نہیں جسکی اک سیر کر لے — تڑپ جاؤ دیکھو جو مضطر کسیکو

نکرنا صحا ایسی دیوانی باتیں — یہ کیا کھینچ مارا جو پتھر کسیکو

زہے منصفی قتل تو نے کیا ہے — وفا پر کسیکو دغا پر کسیکو

مجھے دیکھ لو ہو گئے چین بر جبیں تم — نہ دیکھا ہو گر زیر خنجر کسیکو

محبت میں جیجا سے گئے لٹ گئے ہم — لیا دل کسی نے دیا سر کسیکو

رہے تشنۂ دید مشتاق اسکے — پلا بھی تو زہر آب خنجر کسیکو

بہت چھیڑ کر ہمکو پچھتائیگا — ستاتے نہیں بندہ پرور کسیکو

یہ کہتی ہے ای داغ چتون تمھاری — کہ تم چاہتے ہو مقرر کسیکو

غزل ۴۰۸ تسلیم

سنگدل پیار کیا کرتی ہیں خونخواروں کو — ساں سینے سے لگا لیتی ہے تلواروں کو

آپ بٹھلاتے ہیں دشمن کے لیے صاحب درد — آبلے سینے میں دیتے ہیں جگہ خاروں کو

کیا مقدر ہے کہ پاتا ہوں ہمیشہ خندان — اپنے زخموں کو تری تیر کے سوفاروں کو

اسلیے خون شدہ ارمانوں سے ہوں اشک فشاں — کون روئیگا مری بعد مرے پیاروں کو

ہوں وہ آوارہ اگر دشت سے گھر میں آؤں — آسماں سر پہ گرادے مرے دیواروں کو

کیا ہوا وعدۂ دوزخ ہے اگر ای واعظ — کیا وہ دھمکی بھی نہ دیں اپنے گنہگاروں کو

غزل ۴۰۹ — یوسف

نہ ہوا آنکھ اسطرح بلا سے تسلیم
موت ہی آئے کہیں ہجر کے بیماروں کو

محشر میں جب شفیع رسول انام ہو
کیونکر نہ مجھ پہ نار جہنم حرام ہو

ساقی بہار آئی ہے پھر دور جام ہو
دو دن تو لوٹئے مے سے سحر تا بشام ہو

ہمراہ میری لاش کے خلق ازدحام ہو
عاشق کی یہ برات ہے کیا دھوم دھام ہو

کل چڑھ گیا میں آ کے تقرے پہ لا کلام
پر آج ماننے کا نہیں لاکھ کام ہو

روشن کرے جو خانۂ زین کو وہ شہسوار
تار شعاع مہر بجائے لگام ہو

ساقی خدا کے واسطے ترسا نہ اسقدر
اتنی تو دے شراب کہ لبریز جام ہو

ملک عدم کی راہ بہت سخت راہ ہے
کس روز دیکھیے کہ یہ منزل تمام ہو

تلوار کھینچتے ہو عبث بات بات پر
اک ہاتھ چھوڑ دو کہیں جھگڑا اتمام ہو

پہونچے لحد میں منزل اول تو آ گئی
دیکھیں یہاں سے اٹھکے کہاں پر مقام ہو

اب تا کجا کھڑے رہیں مشتاق دھوپ میں
الٹو نقاب چہرے سے دیدار عام ہو

یوسف کو بحث حسن میں گر مات کیجیے
بندہ ہزار جان سے تمہارا غلام ہو

واعظ تری دروغ نے تو سر پھرا دیا
بس وعظ ہو چکی کہیں قصہ تمام ہو

موسیٰ سے کوہ طور پہ باتیں خدا کی کیں
کیا ہو جو اے صنم مرے تیری کلام ہو

یوسف میں ہوؤں کیا تن خاکی کا دھیان ہے
سیلاب سے ہے خوف جو دیوار خام ہو

ردیف ہا

غزل ۴۱۰ — درد

ہر طرح زمانے کے ہاتھوں ہوں ستم دیدہ
اگر دل ہوں تو آزردہ خاطر ہوں تو رنجیدہ

ہم گلشنِ دوران مین ای خفتگیِ طالع — سرسبز تو ہین لیکن جون سبزۂ خوابیدہ
اوروں سے تو ہستے ہو نظروں سے ملا نظرین — ایدھر کو نگہ کوئی پھینکی بھی تو دزدیدہ
بدخواہ سبھی عالم گو ہووے تو ہو لیکن — یارب نہ کسی کے ہون دشمن یہ دل و دیدہ
تو کھول دی یہ عقدہ ای بادِ صبا مجھپر — زلفون نے کسے بھیجا یہ نامۂ پیچیدہ

غزل ۴۱۱	کرتا ہی جگہ دل مین جون ابروے پیوستہ ای درد یہ تیرا تو ہر مصرعِ چسپیدہ	درد

رکھتی ہی میری غنچۂ دل مین وطن گرہ — تجھسے نہ کھل سکیگی صبا یہ کٹھن گرہ
چشم کشادہ کار کسی سے نہین مجھے — رکھتا ہون مین بسانِ گہر جملہ تن گرہ
کیونکہ یہ کارِ عشق گرہ در گرہ نہو — یان دل گرہ کی شکل ہی اور وان دہن گرہ
جیتا کسیکو چھوڑے نہ یہ گانٹھ زہر کی — زلفِ سیاہ وہ سانپ ہے جسکا ہی من گرہ

غزل ۴۱۲	واشد کبھی تو درد کے بھی ساتھ چاہیے بندِ قبا سے کھول ٹک ای گلبدن گرہ	ہوس

چل ادھر ہٹ مجھے نہ دکھلا منھ — ای شبِ ہجر تیرا کالا منھ
آرزوے نظارہ تھی تو نے — اتنی سی بات پر چھپایا منھ
دشمنوں سی بگڑ گئی تو بھی — دیکھتے ہی مجھے بنایا منھ
بات پوری بھی منھ سی نکلی نہین — آپنے گالیون پہ کھولا منھ
ہو گیا رازِ عشق بے پردہ — اُسنے پردہ سی جو نکالا منھ
شبِ غم کا بیان کیا کیجے — ہی بڑی بات اور چھوٹا منھ
جب کیا یار سی دکھا صورت — ہنسکے بولا کہ دیکھو اپنا منھ

مرتے ہیں تری پیار سے ہم اور زیادہ
تو لطف میں کرتا ہے ستم اور زیادہ

تیز اسنے جو کی تیغ ستم اور زیادہ
مشتاق شہادت ہوئے ہم اور زیادہ

سر کٹ کے سرافراز ہیں ہم اور زیادہ
جون شاخ بڑھے ہوکے قلم اور زیادہ

دیتا ہے وہ دمباز جو دم اور زیادہ
شیشے کی طرح پھوٹے ہیں ہم اور زیادہ

گھبرانا جو یاد آیا ترا ہوکے ہم آغوش
گھبرانے لگا سینے میں دم اور زیادہ

کچھ کی رقم شوق نے تاثیر جو پیدا
اٹھنے لگا قاصد کا قدم اور زیادہ

کرتنکو سیہ نہ ورق ہیچ کو اہل دل
نالے سے نہیں کوئی قلم اور زیادہ

کیا ہوویگا دو چار بقدرت سے سمجھتی
میں لونگا ترے سر کی قسم اور زیادہ

اس زلف دوتا سے کی اگر چاک کو جاؤ
پیدا دم افعی میں ہو سم اور زیادہ

ہستی تنک ہے پہ کچھ پھولتا ہے ذلیل
ابھرے ہے حباب لب یم اور زیادہ

اس شیخ ستمگر کو جو ہے حرب پہ منظور
ہے زہر نہ کھانا مجھے سم اور زیادہ

ہے نکہت ریحان کا دماغ اب کہ تجھ خط
آتا ہے مرا ناک میں دم اور زیادہ

جو پیٹ کے ہلکے ہیں تجے بات کب ان سے
روکیں تو ابھر چلے شکم اور زیادہ

صید دل عاشق میں ہے مصروف وہ کافر
بے خوف ہیں اب صید حرم اور زیادہ

گر سر مرے کرے خاک خرابات کو صوفی
پھر سوجھے اسے لوح و قلم اور زیادہ

اے خنجر خونخوار نہ برش میں کمی کر
ہان تجھکو مرے سر کی قسم اور زیادہ

کیا قہر ہے جتنا کہ وہ چاہت سے ترا کرے ہے
اتنا ہی اسے چاہئے ہے ستم اور زیادہ

چالیس قدم ساتھ وہ تابوت کے آئے
کیا ہو جو بڑھیں چند قدم اور زیادہ

کیون میں نے کہا تجھسا خدائی میں نہیں اور
مغرور ہوا اب وہ صنم اور زیادہ

کہتا ہے گلے لگ کے مرے وہ دم خنجر
ہے عشق کا پھر اسکے تو دم اور زیادہ

ق

ہی باغ جہان مین تجھے گر ہمت عالی
کر گردن تسلیم کو خم اور زیادہ

لیتے ہین ثمر شاخ ثمر ور کو جھکا کر
جھکتے ہین سخی وقت کرم اور زیادہ

جو کنج قناعت مین ہین تقدیر پہ شاکر
ہی ذوق برابر انھین کم اور زیادہ

غزل ۱۴۵ — نسیم

کسکو غرض رہی جو اسیر بلا کے ساتھ
بیکس وہ ہون اثر بھی نہین ہی دعا کے ساتھ

مین دور غیر پاس نگہ بے نیاز ہون
اوبت نگاہ کر کہ نہین کچھ خدا کے ساتھ

کیا بات ہی لطافت جسمی جو ہو نصیب
لیتا نہین ہی رنگ حنا کا حنا کے ساتھ

ممکن نہین نصیب ہو بے رحم کو رفیق
دیکھی نہ ایک روح بھی ہمنے قضا کے ساتھ

لیجائیے اسے بھی سبکدوش ہون کہین
رکھیے مری امید بھی اپنی حیا کے ساتھ

باتین سنین عتاب اٹھائے غضب سہے
کس طرح ذلیل ہوے دلکو لا کے ساتھ

جب لیچلے اٹھا کے جنازے کو اقربا
محرومیان مری ہوئین آنسو بہا کے ساتھ

وہ خاک ہون زمین نے نہ جسکو کیا پسند
ٹھہرا نہ ایکدم کہ اڑا مین ہوا کے ساتھ

کہتی تھی وقت نزع یہی روح بار بار
ای جسم دیکھ جاتے ہین تنہا ہم آکے ساتھ

یہ ہیبتین کہ جو مٹتے ہین سیکڑون
شاید کچھ اور بھی ہی تری نقش پا کے ساتھ

واعظ لحاظ بادہ پرستی ضرور ہی
تو بھی شریک بزم ہو ساغر اٹھا کے ساتھ

حرفون کو لب سے لفظ کا منہ چوستا ہون مین
الفت ہی مجھکو سلسلۂ مدعا کے ساتھ

رکتا ہی بال بال مین قدرت خدا کی ہی
شانہ بھی ناز کرتا ہے زلف دوتا کے ساتھ

دامن مین اشک دل مین ندامت لبون پہ آہ
کیا کیا دیا نہ آپنے ایمان لا کے ساتھ

فریاد کی یہ جسم نے وقتِ فراق روح
روشن ہین خود بخود مری سینے مین استخوان
گر دل دیا بتون کو تو کیا اس سے فائدہ
گھبرا گئے تم ایک ہی عرضِ بیان مین آج
ہنس ہنس کے حکم قتل سنا تا ہی دلربا

افسوس آشنا رہے نا آشنا کے ساتھ
اس شمع کو نہین ہے تعلق ہوا کے ساتھ
الفت بشر کو چاہیے اپنے خدا کے ساتھ
سو حسرتین ہین دل مین مری التجا کے ساتھ
کچھ لطف بھی شریک ہے طرز جفا کے ساتھ

غزل ۱۶ ۱۴ — کیا التماس حال کرون آپ سے نسیم / پھر سابقہ ہوا ہے اسی بیوفا کے ساتھ — ناسخ

ہین اشک مری آنکھ مین قلزم سے زیادہ
سو رمز کی کرتا ہی اشارہ مین وہ بانمرہ
جز صبر علاج چارہ نہین عشق بتان مین
میخانہ مین سو مرتبہ مین مر کے جیا ہون
پھر جاے اگر بادہ منہا منہ نکر دون بس
ہر نہر چمن ہجر مین اژدر سے ہے افزون
سو رقص سے افزون ہی بہر دتری رفتار
تکلیف تکلف سے کیا عشق نے آزاد

ہین داغ مری سینہ مین انجم سے زیادہ
ہے لطف خموشی مین تکلم سے زیادہ
کرتے ہین یہ ظلم اور تظلم سے زیادہ
ہے قلقل مینا مجھے قم قم سے زیادہ
میخواری مین ہے ظرف مرا خم سے زیادہ
ہر گل ہی مری جان کو کژدم سے زیادہ
پا ؤن کی صدا لاکھ ترنم سے زیادہ
ہوسے سر شوریدہ ہین قاقم سے زیادہ

غزل ۱۷ ۱۴ — معشوق سے امید وفا رکھتے ہو ناسخ / نادان کوئی دنیا مین نہین تمسے زیادہ — آتش

معشوق نہین کوئی حسین تمسے زیادہ
اندھیر ہی دل پیستے ہین سرمہ کی طرح سے

مشتاق ہین اس ماہ کے انجم سے زیادہ
آنکھین لڑا یا کیے ہر دم سے زیادہ

قتل کرنے مجھکو آئی ہے شب تار فراق
خون ناحق پر ہی آمادہ یزید رو سیاہ

غزل ۴۱۹ — وزیر

کیا کہون اپنی سیہ خانے کی ظلمت اے اسیر
خال زنگی سے زیادہ ہے ہر اک جگنو سیاہ

جیتے جی بس وہ بت رہا ہمراہ
اب تو مرکے بھی ہے خدا ہمراہ

دل دیا اسکو پر یہ ڈرتا ہون
دشمن اک دوست کے کیا ہمراہ

ایسین کیا آگئی ہے رسوائی
رہ گر مجھسا پارسا ہمراہ

رنج تنہا ہے مجھ نہ رہا
یار کے غم کو بھی لیا ہمراہ

اسنے تنہا مجھے نجانے دیا
غم فرقت کو کر دیا ہمراہ

گالیان سبکی دیتی ہین دل لیکر
جائیگا یہ دیا لیا ہمراہ

ناتوان ہے بہت غبار مرا
تو ذرا رہیو اے صبا ہمراہ

یہ دل بدگمان نہ دیکھ سکے
اگر اس بت کے ہو خدا ہمراہ

غزل ۴۲۰ — صبا

جانہ تنہا تو اے شہ خوبان
ہو وزیر برہنہ پا ہمراہ

دنیا سے بد نہاد کا سودا ہے سر کے ساتھ
انجام ہو بخیر کہ شر ہے بشر کے ساتھ

گردش سے آسمان کی چکرا رہے ہین ہم
کشتی ہماری گھوم رہی ہے بھنور کے ساتھ

ہنستے ہوے کو دیکھ کے آجاتی ہے ہنسی
قاتل ہنسا ہنس پڑا مرا زخم جگر کے ساتھ

صبح شب وصال ہے کیون نعرہ زن ہون
پڑتی ہے سو گھڑی مری دلبر گجر کے ساتھ

دل کے سبب سے جسم کی مٹی ہوئی خراب
آتی بلا صدف پہ نکل کر گہر کے ساتھ

نخل حیات کے لیے سم ہے سموم عشق
کیا لاگ اس ہوا کو ہے اس شجر کے ساتھ

زلف پری کی طرح جو پیچان دھوان ہوا
دل لبستگی سی ہو گئی آہ جگر کے ساتھ

دنیا سے چلیے لیکے گناہون کی بھیڑ بھاڑ
دوزخ مین جائیے تو بڑی کرّ و فر کے ساتھ

غزل ۱۲۱	اللہ ری شوق منزل مقصود ای صبا تھک تھک گئی ہوا مری گرد سفر کے ساتھ	صبا

ہے آج اغنیا کو میسر ہزار کچھ
جز خاک کل نہین ہے میان مزار کچھ

ٹالو نہ کل پہ آج کا تم وعدۂ وصال
ایجان زندگی کا نہین اعتبار کچھ

آئینہ دیکھکر نہ بہت کیجیے غرور
اس حسن عارضی کا نہین اعتبار کچھ

کیونکر نکال کر اسے پہلو سے پھینکدون
مجبور ہون نہین دلپہ نہین اختیار کچھ

غزل ۱۲۲	سمجھا نیان بتون کی ہین کرتا ہون ای صبا دیتا ہی جب مجھے مرا پروردگار کچھ	کیف

دیتے ہین اس شرط پر اپنا دل دیوانہ دیکھ
ہم تجھے دیکھا کرین تو دیکھ ہمکو یا نہ دیکھ

یون نہ سیر زار فانی ایدل دیوانہ دیکھ
دیکھتا ہی کیا ہے انکو سوے صاحبخانہ دیکھ

ہم نہ کہتے تھے نہ زلف و عارض جانانہ دیکھ
آئینہ تو لیکے صورت ای دل دیوانہ دیکھ

خانۂ تن کی طرف ای مرغ روح اصلا نہ دیکھ
جو دکھائے اس قفس مین تجھکو آب و دانہ دیکھ

توبہ کرنی ہو اگر بغض و حسد سے زاہدا
کچھ دنون آکر ہمارا مشرب رندانہ دیکھ

کوچۂ زلف بتان سے ایدل حق بین ڈر
مثل یوسف قید ہو کر کنج زندانخانہ دیکھ

فرق وصل و ہجر مین مجھسے لیا ظالم نے جو
سوے آبادی نظر کر جانب ویرانہ دیکھ

سبزہ کی مانند اس گلشن مین ہے فیض مین
ان گلون کے بیچ مین ایدل سبزۂ بیگانہ دیکھ

ساقیا تجھکو کسیکی بیخودی سے کام کیا
ہم تجھے دیکھین تو سوے شیشہ و پیمانہ دیکھ

چاک کرتا ہوں گریبان چھوڑ کر داماں یار
ای زلیخا لگے میری ہمت مردانہ دیکھ

واعظا کیوں سورۂ یوسف کا اتنا ترجمہ
رکھ دی ہے قرآن میں نشانی عارض جانانہ دیکھ

ہمنے یا ناصح دل میں بھی ہمسے کچھ مطلب نہ کچھ
رات بھر بیٹھا ہوا بیتابی پروانہ دیکھ

چاہتا ہی تو اگر قید تعلق سے نجات
جامۂ ہستی کو اپنے صورت دیوانہ دیکھ

ہے یہی دنیا میں غافل زندگانی کا مزا
جب ملے فرصت تجھے کیفیت میخانہ دیکھ

دل یہ کہتا ہی مرا او زردنمائی یار سے
کچھ چھپاتا ہو تو آمال و متاع خانہ دیکھ

وہ لگاوٹ وہ محبت وہ خوشامد کیا ہوئی
ای بت بیدرد اپنا آج کل یارانہ دیکھ

ایک چشمک سے سوا فرصت نہ ہر گز پائیگا
سیر اس عالم کی مثل برق بیتابانہ دیکھ

ہی اگر زور قناعت تو نہ یوں ٹھوکر لگا
زال دنیا کی طرف ای ہمت مردانہ دیکھ

ایک اک بت میں ہیں آثار تجلیات ہی سچ
آگے بام کعبۃ اللہ سے مرا بت خانہ دیکھ

ہم نہ کعبے جائیں گی اتنی کشاکش کس لیے
زاہدا ٹوٹے نہ تیرا سبحۂ صددانہ دیکھ

نزع میں یوں چھوڑ کر روتا ہمیں جاتا ہی کیوں
ای عزیز اسوقت میں بنتا ہی تو بیگانہ دیکھ

ہم فقیر مست ہیں ای محتسب ہمسے نہ چھین
ٹوٹ جائیگا ہمارا ہاتھ میں پیمانہ دیکھ

زاہداوں کو جو تو غیرت سی آ سکتا نہیں
رات کو شمع حرم لا کر مرا بتخانہ دیکھ

غزل ۳۴۳ — رند

بحث کرتا ہی عبث ای کیف علم عشق میں
بی حقیقت ہی ابھی جا کر خط پیمانہ دیکھ

چلتی رہی اس کوچے میں تلوار ہمیشہ
لاشے ہی نکلتے رہی دو چار ہمیشہ

گل کھلتے رہیں جنپہ کہ کرتا رہے بلبل
یارب رہی آباد یہ گلزار ہمیشہ

یاں تخم تمنا سے اگا کرتا ہے لالہ
گل کھلاتے ہیں ہر فصل میں دو چار ہمیشہ

دیوانے ہیں مائل ہوں اگر حور و پری کے
جو دیکھ رہے ہوں ترا دیدار ہمیشہ

ہے زلف مسلسل تری یا دام بلا ہے
ہو رہتے ہیں دو چار گرفتار ہمیشہ

کیونکر نہ مسیحا ہوا مشہور جہان میں
مر لیتے ہیں ترے ہاتھ سے بیمار ہمیشہ

اے رشک جنون میں کبھی تجھ کو سے گئے ہم
ٹھہرایا کیے تجھ سے بازار ہمیشہ

غزل ۲۲۵۳　امیر

دل جو سینے میں زار سا ہے کچھ
غم سے بے اختیار سا ہے کچھ

رخت ہستی بدن پہ ٹھیک نہیں
جامۂ مستعار سا ہے کچھ

چشم نرگس کہان وہ چشم کہان
نشہ کیسا خمار سا ہے کچھ

نخل امید میں نہ پھول نہ پھل
شجر بے بہار سا ہے کچھ

ساقیا ہجر میں یہ ابر نہیں
آسمان پر غبار سا ہے کچھ

کل تو آفت تھی دل کی بیتابی
آج بھی بیقرار سا ہے کچھ

مرقد دل تو گور سینہ
داغ شمع مزار سا ہے کچھ

اسکو دنیا کی اسکو خلد کی حرص
رند ہے کچھ نہ پارسا ہے کچھ

پہلے اس سے تھا ہوشیار امیر
اب تو بے اختیار سا ہے کچھ

غزل ۲۲۵۴　داغ

نہیں ہوتی نبدی سے طاعت زیادہ
بس اب خانہ آباد و دولت زیادہ

محبت میں سو لطف دیکھے ہیں لیکن
مزہ دیتی ہے شکایت زیادہ

مریض محبت کی اچھی دوا کی
اسے کل سے ہے آج غفلت زیادہ

وہ تشریف لاتے ہی بولے کہ رخصت
نہیں ہمکو ملنے کی فرصت زیادہ

الٰہی زاہدوں کو کیا ہو گیا ہے
محبت تو کم ہے عداوت زیادہ

عدم سے سب آئے ہیں یاں جانے کو
نہیں ہوتی منظور رخصت زیادہ

بنے حوض مے صحن میخانہ بھر کر
زیادہ برس ابر رحمت زیادہ

تم آئینہ دیکھو تو ہم بھی یہ دیکھیں
کہ ہے کونسا خوبصورت زیادہ

حیا اسکی آنکھوں میں کچھ ہے مگر ہے
کہ شوخی سے کم بھی ہے شرارت زیادہ

مری بندگی سے مرے جرم افزوں
ترے قہر سے تیری رحمت زیادہ

بہکتے نہ تھے داغ یوں گفتگو میں
مگر پی گئے آج حضرت زیادہ

غزل ۴۲۶ — تسلیم

جا بجا قید تعلق کو جو دیکھا آپ کے ساتھ
روح وحشی چھوڑ بھاگی جسم کا گھر اسکے ساتھ

تھی یہ الفت کوئی جانان سی کہ جب نکلا کبھی
دلکو بہلایا کیا مجنون سگ لیلی کے ساتھ

جب گرفتاری نہ تھی حاصل تو پہلو گرم تھا
اب سلاتا ہے مجھے تو بوفا ترسا کے ساتھ

کیا کہوں میں ہمرہی معشوق کی کیا چیز ہے
حضرت آدم نے جنت چھوڑ دی حوا کے ساتھ

آج مستی کی عوض غفلت ہے خواب مرگ کی
دیدیا کیا ساقی دل تنگ نے صہبا کے ساتھ

دیکھیے آتا ہے کل کوچہ سے تیرے یا نہیں
آج تو لایا ہوں دل کو سو طرح سمجھا کے ساتھ

ہجر میں مرتا ہوں لیکن وصل کا طالب نہیں
میں بھی بے پروا بنا ہوں ایک بے پروا کے ساتھ

یوں نہ بگڑو اشک دامنگیر کی پابوس سے
ہو لیا ہے آج نور دیدہ بھی لڑکے ساتھ

وصل میں بھی اسقدر نفرت دو رنگی سے رہی
نیند تک آئی نہ مجھکو اس گل رعنا کے ساتھ

جس حسین کو دیکھتا ہے لوٹ ہو جاتا ہے تو
میں تو پچھتایا عدم سے تجھکو اے دل لا کے ساتھ

اب کہاں جز گریۂ حسرت سرور کیف مے
خندۂ مستی گیا وہ قلقل مینا کے ساتھ

شبکو ہے شور فغاں ان کو ہجوم کو دکان　　اب نہیں ہنگامۂ محشر ترے شہید کے ساتھ

غزل سوم

کیا مزا تسلیم مرگ بے گناہی نے دیا
قبر تک پہونچا گئے تابوت وہ بھی آ کے ساتھ

تسلیم

باتوں باتوں آگئی ہے درمیاں تکرار کچھ　　کچھ کیوں منہ سے نہیں کہتا بت عیار کچھ

وہ نہ سنتا ہے مری اسکی سمجھتا ہوں نہ میں　　میں تو کچھ کہتا ہوں کہتا ہے مرا غمخوار کچھ

ناز برداروں سے آتی ہے بری اچھی نہیں　　اب تو کیا پر یاد ہوگا ہم بھی تھے اے یار کچھ

اس طرح نا آشنا ظالم نہ ہو غیروں کی طرح　　جھوٹ سچ ہم سے بھی ہوتی کبھی اقرار کچھ

غزل ۴ م

نیک و بد سے ہم نہیں واقف مگر تسلیم رات
کل تمھارا ذکر ہوتا تھا حضور یار کچھ

یوسف

وا نہیں ہے کب سے اپنا صورت پیمانہ دیکھ　　آنکھ بھر کر تو ادھر اے ساقی میخانہ دیکھ

بن گیا ہے آبلہ میرا دل دیوانہ دیکھ　　چھیڑ دے اسکو ذرا پھر سیر ہو جانا نہ دیکھ

کوہ نجد اٹھا دشت سارا ہو گیا مجنوں ہے ان　　ہوش اب باقی نہیں اے نعرۂ مستانہ دیکھ

اسقدر کیوں مست جام بیخودی رہتا ہے تو　　عمر کا لبریز ہے غافل ترے پیمانہ دیکھ

اے جنم لگتا اب دلکو نہیں ہے تاب دید　　پھیر کے خنجر گلے پر میری جانب یا نہ دیکھ

مجرموں کی بھیڑ زیر تیغ اگر دیکھی نہو　　گرد شمع محفل آ کر مجمع پروانہ دیکھ

نقد دل دیتا ہوں تجھکو لے اگر منظور ہو　　قیمت یوسف سے ہے وہ بیعانہ دیکھ

داغ سودا ہے نہیں دُر سر دھری کا تری　　شمع کی صورت یہاں سر پر ہے آتشخانہ دیکھ

آسماں سے بادۂ عشرت کا کیا طالب ہے تو　　واژگوں روز ازل سے خود یہ ہے پیمانہ دیکھ

ایک تیری دوستی نے ادب نا آشنا　　کر دیا ہے سارے عالم سے مجھے بیگانہ دیکھ

زاہد اسنون کی صحبت سے تجھے کیا کام ہے
نقل محفل ہو نجائے سبحۂ صد دانہ دیکھ

بعد مدت چین آیا ہے لحد مین ہمنشین
کیون ہلاتا ہے دم تلقین ہمارا شانہ دیکھ

بادۂ عشرت سے بھر دے ساقیا دلکو مرے
روزہ دارون کی طرح ہے خشک لب پیمانہ دیکھ

بے کہانی ہے تو اے غافل نہین آتی ہے نیند
ایک دن تو بھی نہو جائے کہین افسانہ دیکھ

جسم سب ٹھنڈا ہے پر جلتا ہے ہر دم دل مرا
سرد ہے حمام اور ہے گرم آتش خانہ دیکھ

حال میرا بھی برنگ موسی عمران نہو
یار کو اے شوق دل اتنا نہ بیتابانہ دیکھ

آسیا کی طرح گردش چاہیے انسان کو
وا کبھی ہوتا نہین بے سعی قفل دانہ دیکھ

آپ ہم اپنے مین جلوہ دیکھتے ہین اب ترا
کچھ نہین پروا نہین اے شوخ بے پروانہ دیکھ

میکدہ ساقی کہان تھا اور کہان نقش پے
کھینچ لایا ہے ازل سے ہمکو آب و دانہ دیکھ

او خیال یار کیون اتنی شرارت دلکشا
سوز غم سے جل نجائے یہ ترا کاشانہ دیکھ

دیدۂ خفاش کو خورشید سے کیا کام ہے
کون کہتا ہے تجھے زاہد سوے میخانہ دیکھ

ایک صورت پر نہین ہین عشق کی نیرنگیان
باغ مین ہے عندلیب اور بزم مین پروانہ دیکھ

غزل ۲۹۴	آیۂ لاتقنطوا کا سر بسر مضمون ہے ہے اگر یوسف سواد آگر خط پیمانہ دیکھ	یوسف

سینہ سے جب اٹھا لی مرے وہ نگار ہاتھ
کیونکر نہ دل اچھلنے لگے چار چار ہاتھ

مہندی سے لال لال جو ہین ہے نگار ہاتھ
جی چاہتا ہے چومون ترے بار بار ہاتھ

نازک ہین شاخ گل سے ترے اے نگار ہاتھ
دکھلا رہے ہین صنعت پروردگار ہاتھ

پیچھے ہٹے گا پاؤن نہ میدان عشق سے
بڑھ بڑھ کے آپ مجھ سے لگائین ہزار ہاتھ

جوش جنون مین آٹھ پہر کا ہے مشغلہ
کیونکر نہ پیرہن کو کرین تار تار ہاتھ

بیفائدہ ہی کوچۂ گیسو کی جستجو	آئیگا خاک بھی نہ دل بیقرار ہاتھ
گر پاؤن ناز سے مری تربت پہ تم رکھو	سر قد سے کیا عجب نکل آئے جو یار ہاتھ
کوچے مین اوسکے بعد فنا قبر کے لیے	ملجائیگی زمین مجھے تین چار ہاتھ
پہونچا کبھی نہ ہاتھ مرا پاے یار تک	اس غم سے کیون ملا نکرون بار بار ہاتھ
سرمہ لگائینگے دیدۂ شمس و قمر مین ہم	آئے جو سنگ در کا تمھارے غبار ہاتھ

ہاتھون کو سونگھا کرتا ہون یوسف مین دیر تک
کرتے ہین زلف یار کا جسدم سنگھار ہاتھ

غزل ۳۴۰	ردیف یای تحتانی	میر

دیکھو تو دل کہ جان سے اُٹھتا ہے	یہ دھوان سا کہان سے اوٹھتا ہے
گور کس دل جلے کی ہے یہ فلک	شعلہ اک صبح یان سے اوٹھتا ہے
خانۂ دل سے زینہار نجا	کوئی ایسے مکان سے اوٹھتا ہے
بیٹھنے کون اوسکو دیتا ہے	جو ترے آستان سے اُٹھتا ہے
یون اُٹھے آہ اوس گلی سے ہم	جیسے کوئی جہان سے اوٹھتا ہے

غزل ۳۴۱	عشق اسے میر بھاری پتھر ہے کب یہ تجھ ناتوان سے اوٹھتا ہے	میر

ہستی اپنی حباب کی سی ہے	یہ نمائش سراب کی سی ہے
نازکی اُسکے لب کی کیا کہیے	پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے
بار بار اوسکے در پہ جاتا ہون	حالت اب اضطراب کی سی ہے
نقطۂ خال سے ترا ابرو	بیت اک انتخاب کی سی ہے

آتش غم مین دل بھنا شاید　　دیر سے بو کباب کی سی ہے
مین جو بولا کہا کہ یہ آواز　　اُسی خانہ خراب کی سی ہے

غزل ۴۳۲
میر ان نیم باز آنکھون مین
ساری مستی شراب کی سی ہے
میر

جبکہ پہلو سے یار اُٹھتا ہے　　درد بے اختیار اُٹھتا ہے
تیرے دھوکے سے دلِ تپان　　ہر کسیکو پکار اُٹھتا ہے
ابتلک بھی مزار مجنون سے　　ناتوان اک غبار اُٹھتا ہے

غزل ۴۳۳
ہے بگولا غبار کسکا میر
ہو کے جو بیقرار اُٹھتا ہے
میر

کرے کیا کہ دل بھی تو مجبور ہے　　زمین سخت ہے آسمان دور ہے
جرس راہ مین جملہ تن شور ہے　　مگر قافلے سے کوئی دور ہے
تمنائے دل کے لیے جان دی　　سلیقہ ہمارا تو مشہور ہے
نہو کسطرح فکر انجام کار　　بھروسا ہے جسپر سو مغرور ہے
دل اپنا نہایت ہے نازک مزاج　　گرا گر یہ شیشہ تو پھر چور ہے
نہ دیکھا کہ لوہو تھما ہو کبھی　　مگر چشم خونبار ناسور ہے

غزل ۴۳۴
بہت سعی کریے تو مر رہیے میر
بس اپنا تو اتنا ہی مقدور ہے
میر

ناز چمن وہی ہے بلبل سے گو خزان ہے　　ٹہنی جو زرد بھی ہے سو شاخ زعفران ہے
ہنگام جلوہ اُسکے مشکل ہے ٹھہرے رہنا　　چتون ہے دل کی آفت چشمک بلاے جان ہے

ہر چند ضبط کرے چھپتا ہی عشق کوئی
گذری ہی دل پہ جو کچھ چہرہ ہی سو عیان ہے
چرچا رہیگا اسکا تا حشر یکشان مین
خونریزگی ہماری رنگین استان ہے

غزل ۳۴۵

از خویش رفتہ اوس بن رہتا ہی میر اکثر
کرتے ہو بات کس سے وہ آپ مین کہان ہے

میر

نہین وسواس جی گنوانے کی
ہائے رے ذوق دل لگانے کے
میری تغییر حال پر مت جا
اتفاقات ہین زمانے کے
اس کدورت کو ہم سمجھتے ہین
ڈھب ہین یہ خاک مین ملانے کے
بس ہین دو برگ گل قفس مین صبا
نہین بھوکے ہم آب ودانے کے
اب گریبان کہان کہ اے ناصح
چڑھ گیا ہاتھ اس دوانے کے
چشم نجم سپہر جھپکی ہے
صدقے اس انکھڑیان لڑانے کے
دل ودین ہوش وصبر سب ہی گئے
آگے آگے تمہارے آنے کے
دم آخر ہی کیا نہ آنا تھا
اور بھی وقت تھے بہانے کے

غزل ۳۴۶

مژہ ابرو نگہ سے اوسکے میر
کشتہ ہین اپنے دل لگانے کے

میر

کیا کیسے گل سادہ دہن ہے
اس مین بھی جو سوچیے سخن ہے
وہ بند قبا کھلے تھے شاید
صد چاک گلو تلک پیرہن ہے
گہ دیر مین ہین گہے حرم مین
اپنا تو یہی دوانہ پن ہے
ہم کشتۂ عشق ہین ہمارا
میدان کی خاک ہی کفن ہے
کر میر کی حال پر ترحم
بیچارہ غریب بے وطن ہے

غزل ۴۳۷ میر

کیا تن نازک ہے جاں کو بھی حسد جس تن پہ ہے
کیا بدن کا رنگ ہے تہ جس کی پیراہن پہ ہے

گرد جب اٹھتی ہے اک حسرت سی رہ جاتی ہیں دیکھ
وحشیان دشت کی آنکھیں شکار افگن پہ ہے

کون یوں اے ترک رعنا زینت فتراک تھا
خون سے گلکاری عجب اک زین کے دامن پہ ہے

سر اٹھانے کی نہیں ہے ہمکو فرصت عشق میں
ہر دم اک تیغ جفا سے تازہ یاں گردن پہ ہے

ہو چکا رہنا مرا بستی میں آخر کب تلک
نالۂ شب سے قیامت روز مرد و زن پہ ہے

وہ پھری پلکیں او لٹا دیتے ہیں صف اک آن میں
اب لڑائی ہند میں سب اس سپہ شکن پہ ہے

غزل ۴۳۸ مسر

تو تو کہتا ہے کہ میں نے اوس طرف دیکھا نہیں
خون ناحق میر کا یہ کس کی پھر چتون پہ ہے

دل بیتاب آفت ہے بلا ہے
جگر سب کھا گیا اب کیا رہا ہے

ہمارا تو ہے اصل مدعا تو
خدا جانے ترا کیا مدعا ہے

محبت کشتہ ہیں ہم یاں کسی کا
ہمارے درد کی بھی کچھ دوا ہے

حرم سے دیر اٹھ جانا نہیں عیب
اگر یاں ہے خدا واں بھی خدا ہے

غزل ۴۳۹ درد

لگا کہنے گزر سر پر سے تو بولا
تمہارا میر شاید سر پھرا ہے

اپنے تئیں تو ہر گھڑی غم ہے الم ہے داغ ہے
یاد کرے ہمیں کبھی کب یہ تجھے دماغ ہے

دیکھیے جسکو یاں وہی اور ہی کچھ دماغ ہے
گر لب شمع چراغ بھی گو ہر شب چراغ ہے

خیر ہے کیا معاملہ آپ ہی ہیں اپنے دام میں
قید خودی نہ ہو اگر پھر تو عجب فراغ ہے

کسکی یہ چشم مست نے بزم کو یوں جھکا دیا
مثل حباب سرنگوں شرم سے ہر ایاغ ہے

جلتے ہی جلتے صبح تلک گذری ہے تمام شب
دل ہے کہ شعلہ ہے کوئی شمع ہے یا چراغ ہے

تیری نگاہ مست نے جیسے کی ہے بیکشی
خون سے اپنے مثل گل ہم نے بھرا ایاغ ہے

دولت فقر کے حضور گرد ہے جاہ سلطنت
کہتے ہیں جسکو یان ہما اپنی نظر میں زاغ ہے

اوسکے خیال زلف نے سب سے ہمیں چھڑا دیا
گرچہ پھنسے ہیں دام میں دلکو مگر فراغ ہے

جسنے کہا بت اوسے پر نہوا یہ آدمی
زاہد خشک بھی کوئی سخت ہی خردماغ ہے

شعلۂ دل کو ہر گھڑی ای دم یاس مت بجھا
اپنی بساط میں تو یاں ایک یہی چراغ ہے

حال مرا نہ پوچھیے میں جو کہوں سو کیا کہوں
دل ہے سو ریش ریش ہے سینہ سو داغ داغ ہے

غزل ۴۴۰ — درد

غفلت دل ہوئی مگر پنبۂ گوش خلق درد
بلبل داستان سرا ورنہ ہر ایک زاغ ہے

گرچہ بیزار بھی ہے پر اوسے کچھ پیار بھی ہے
ساتھ انکار کے پردے میں کچھ اقرار بھی ہے

چشم رحمت سے ادھر کو بھی نظر کیجیے گا
اسی امید پہ آیا یہ گنہگار بھی ہے

زاہدا شرک خفی کی بھی خبر ٹک لینا
ساتھ ہر دانۂ تسبیح کے زنار بھی ہے

غزل ۴۴۱ — نیاز

دل بھلا ایسے کو ای درد نہ دیجے کیونکر
ایک تو یار ہے اور تس پہ طرحدار بھی ہے

غم جدائی کو ہم جانیں یا خدا جانے
بلا کشون پہ جو گذرے تری بلا جانے

صبا اگرچہ شگفتہ کرے ہزاروں گل
اس ایک غنچۂ دل کو وہ کب کھلا جانے

اوٹھا رہی ہے جفا تیری اپنے در سے مجھے
میں اوٹھ تو جاؤں اگر وہ مری وفا جانے

پڑا ہو جسکو سروکار عشق سے آگر
وہ جیتے جی یہاں اپنے تئیں موا جانے

نیاز منزل مقصود کو وہی پہونچے
جو کوئی شاہ نجف اپنا رہنما جانے

کہاں سے کہاں لیکے پہونچا ہے دل
ملائک جہاں سے رہی ہار کے

غزل ۴۴۴ — مومن

یہ دل سب سے بہا جنس ہے اے نیاز
بہا ست اسے بن خریدار کے

خوشی ہو مجھے کیونکر قضا کے آنے کی
خبر ہے لاش پہ اوس بیوفا کے آنے کی

ہے ایک خلق کا خون سر پہ اشک خون کے مرے
سکھائے طرز اوسے دامن اوٹھا کے آنے کی

سمجھ کے اوہی کچھ مر چلا میں اے ناصح
کہا جو تو نے نہیں جا بجا کے آنے کی

نجائے کیون دل مرغ چمن کہ سیکھ گئی
بہار وضع تری شرما کے آنے کی

پھر ایکی لاتری قربان جاؤن جذبۂ دل
گئے میں یان سے وہ سوگند کھا کے آنے کی

مرے جنازہ پہ آنیکا ہے ارادہ تو آ
کہ دیر اوٹھانے میں کیا ہے صبا کے آنے کی

جو بیحجاب نہوگے تو جان جائیگی
کہ راہ دیکھی ہے اپنے حیا کے آنے کی

کہاں ہے ناقہ ترے کان بجتے ہیں مجنون
قسم ہے مجھکو صدائے درا کے آنے کی

غزل ۴۴۵ — مومن

مجھے یہ ڈر ہے کہ مومن کہیں نکلتا ہو
مرے تسلی کو روز جزا کے آنے کی

سینہ کوبی سے زمین ساری ہلا کے اوٹھے
کیا علم دھوم سے تیرے شہدا کے اوٹھے

آج اوس بزم میں طوفان اوٹھا کے اوٹھے
یان تلک روئے کہ اوسکو بھی رلا کے اوٹھے

دل سے کیونکر نہ دھوان ساتھ ہوا کے اوٹھے
شعلہ ہائے تپ غم سینہ جلا کے اوٹھے

شمع کی جور کا محفل میں جو مذکور ہوا +
دل جلا بیٹھے تھے جب آنکھ چرا کے اوٹھے

گو کہ ہم صفحۂ ہستی پہ تھے اک حرف غلط
لیک اوٹھے بھی تو اک نقش بٹھا کے اوٹھے

اف رے گرمی محبت کہ تری سوختہ جان
جس جگہ بیٹھ گئے آگ لگا کے اوٹھے

جی ہی مانند نشانِ کفِ پا بیٹھ گیا
پاؤن کیا کوچے سے اوس ہوش ربا کے اوٹھے

ہو عذابِ شبِ ملنا سے رہائی یا رب
زلف منہ سے کہین اوس مہ لقا کے اوٹھے

مین دکھاتا تجھین تاثیر مگر ہاتھ مرے
ضعف کے ہاتھ سے کب وقت دعا کے اوٹھے

سوزشِ دل سے ہوا کیا ہی مین پانی پانی
وہ جو پہلو سے پسینے مین نہا کے اوٹھے

غزل ۴۴۶ — مومن

شعر مومن کے پڑھے بیٹھ کے اوسکے آگے
خوب احوالِ دلِ زار سُنا کے اوٹھے

مین احوالِ دل مرگیا کہتے کہتے
تھکے تم نہ بس بس سُنا کہتے کہتے

مجھے چُپ لگی مدعا کہتے کہتے
رُکے ہین وہ کیا جانے کیا کہتے کہتے

زبان گنگ ہے عشق مین گوش کر ہے
بُرا سنتے سنتے بھلا کہتے کہتے

شبِ ہجر مین کیا ہجومِ بلا ہے
زبان تھک گئی مرحبا کہتے کہتے

گلہ ہرزہ گردی کا بیجا نہ تھا کچھ
وہ کیون مسکرائے بجا کہتے کہتے

صد افسوس جاتی رہی وصل کی شب
ذرا ٹھہر اے بیوفا کہتے کہتے

چلے تم کہان مین نے تو دم لیا ہے
فسانہ دلِ زار کا کہتے کہتے

بُرا ہو ترا محرمِ راز تو نے
کیا اونکو رسوا بُرا کہتے کہتے

ستمہای گردون مفصل نہ پوچھو
کہ سر پھر گیا ماجرا کہتے کہتے

غزل ۴۴۷ — مومن

نہین یا صنم مومن اب کفر سے کچھ
کہ خو ہو گئی ہے صدا کہتے کہتے

جذبِ دل زور آزمانا چھوڑ دے
ہاے نازک کا ستانا چھوڑ دے

جان سی جاتی ہے مین کیا کیا حسرتین
کاش وہ دلمین بھی آنا چھوڑ دے

حال دکھلاتا ہوں شاید شرم سے / پھر اوسکو منہ دکھانا چھوڑ دے

گوشۂ زرک پہ سکے جسم کر / جوش افغان غل مچانا چھوڑ دے

داغ سے میری جبین پُرشان / تو بھی رہ اغط دل جلانا چھوڑ دے

پردہ کی کچھ حد بھی ہے پردہ نشین / گھٹ نسکے دل ابس منھ چھپانا چھوڑ دے

ہون وہ مجنون گر ہین زندانین بہت / فصل گل گلشن میں آنا چھوڑ دے

لب پہ حرف آرزو کا خون ہے / تیغ بیداد منہ لگانا چھوڑ دے

ہم ہیں اوٹھنے کے تیری بزم سے / پاس غیروں کا بٹھانا چھوڑ دے

آتش ہین گو غنچۂ دل کیا کرون / ڈر سے لگ تبسم مسکرانا چھوڑ دے

آہ میری کیف عالم نوح تھی / چشم تر طوفان اوٹھانا چھوڑ دے

ناتوانی سے نزاکت ہے زیاد / مجھسے تو دامن چھڑانا چھوڑ دے

غزل ۱۱۹۳ — گریہ مومن روز وصل تابان / تو مجھ فرقت بھی کھانا چھوڑ دے — مومن

وہ کہاں ساتھ سلاتے ہیں مجھے / خواب کیا کیا نظر آتے ہیں مجھے

یار بن کا بھی جنازہ اوٹھے / بار اوس کوسے اوٹھاتے ہیں مجھے

ابرو سے تیغ سے ایما ہے کہ آ / قتل کرنیکو بلاتے ہیں مجھے

بیوفائی کا عدو کے ہے گلہ / لطف میں بھی وہ ستاتے ہیں مجھے

حیرت حسن سے یہ شکل بنی / کہ وہ آئینہ دکھاتے ہیں مجھے

پھونک دو آتش دل داغ سے / اوسکی خو یاد دلاتے ہیں مجھے

گر کے غمزے سے قتل کریں / تو اشارہ سے بتاتے ہیں مجھے

صاف اک ابر شفق آلودہ ہے
زلف اوسکی سرخیٔ رخسار سے

ناکسون سے کب رنگین وارستگان
آ الجھے لب دامن صبا کا خار سے

غزل ۴۵۰	بے تمیزون کو ہو نقصان لطف ذوق لیتے ہین نام طفل آدھا پیار سے	ذوق

کچھ نہین چاہیے تجہیز کا اسباب مجھے
عشق نے کشتہ کیا صورت سیماب مجھے

کل جلا سے کہ اوٹھا لائے تھے احباب مجھے
لیجلا آج وہین پھر دل بیتاب مجھے

مین وہ مجنون ہون کہ مجنون بھی ہمیشہ خط مین
قبلہ و کعبہ لکھا کرتا تھا القاب مجھے

جوہرے واقف جوہر ہین وہ رکھتے ہین عزیز
تیرہ بختی مین بھی جون تیغ سیہ تاب مجھے

کنج تنہائی مین دیتا ہون دلاسے کیا کیا
دل بیتاب کو مین اور دل بیتاب مجھے

ق

مین نہ تڑپا جو دم ذبح تو یہ باعث تھا
کہ رہا مد نظر عشق کا آداب مجھے

ورنہ وہ شوخ کہ جو گل سے بھی نازک ہوسوا
لیوے اسطرح سر زانو کے تلے داب مجھے

غزل ۴۵۱	ہوگیا جلوۂ انجم مری آنکھون مین نمک کیونکر آئے شب ہجران مین کہو خواب مجھے	ذوق

کیا غرض لاکھ خدائی مین ہون دولت والے
اونکا بندہ ہون جو بندے ہین محبت والے

گئے جنت مین اگر سوز محبت والے
تو یہ جانو ہی دوزخ ہی مین جنت والے

ساقیا ہون جو صبوحی کے نہ عادت والے
صبح محشر کو بھی اٹھین نہ ترے متوالے

رہے جون شیشہ کہ ساعت وہ مکدر دونون
کبھی مل بھی گئے دو دل جو کدورت والے

کس مرض کی ہین دوا یہ لب جان بخش ترے
جان بلب ہین ترے آزار محبت والے

حرص کے پھیلتے ہین پاؤن بقدر وسعت
تنگ ہی رہتے ہین دنیا مین فراغت والے

ہاے رہی حسرت دیدار مری ہاے کو بھی
لکھنے مین ہاے دوچشمی سے کتابت والے

نہین جز شمع مجاور مری بالین مزار
نہین جز کثرت پروانہ زیارت والے

نہ ستم کا کبھی شکوہ نہ کرم کی خواہش
دیکھ تو ہم بھی ہین کیا صبر قناعت والے

کیا تماشا ہی کہ شل ہے نوا اپنا فروغ
جاتے ہین ہی حقارت کو ہین شہرت والے

دل سے کچھ کہتا ہون مین مجھسے ہی کچھ دل کہتا
دونون اک حال مین ہین رنج و مصیبت والے

تو جو آجاے تو ای درد محبت کی دوا
میرے ہمدرد ہون بیدرد نصیحت والے

چھوڑ دیتے ہین قلم چون قلم آتشباز
میری شرح تپش دل کی کتابت والے

کبھی افسوس ہی آتا کبھی رونا آتا
دل بیمار کے ہین دو ہی عیادت والے

تو مرے حال سے غافل ہے برای غفلت کیش
تیری انداز تغافل نہین غفلت والے

غزل ۲۵۴

ناز ہی گل کو نزاکت پہ چمن مین ای ذوق
اسنے دیکھے ہی نہین ناز و نزاکت والے

ذوق

جو دل قمار خانہ مین بت سے لگا چکے
وہ کعبتین چھوڑ کے کعبے کو جا چکے

کیا خط مین مدعا لکھون اپنا کہ مدعی
پہلے ہی اونکو میری طرف سے پڑھا چکے

آنا بلا سے اوسکا قیامت سے کم نہین
مرتے ہین ہی انتظار مین اک روز آ چکے

زہر آب بھی ہی بادہ تو کر لینگے نوش جان
ساقی پیالہ منہ سے ہم اپنے لگا چکے

اچھا کیا دعا کے عوض تو نے کی جفا
بس اب ستم نگر کہ کیا اپنا پا چکے

یاد آ گیا یہان کی آنیکا وعدہ انھین تو کب
جب رات کو وہ پاؤن مین مہندی لگا چکے

جبتک کہ سر ہے ساتھ ہی یہ سر کی ہو سو ہو
ہم اپنے سر پہ بار محبت اوٹھا چکے

کیا دیکھتا ہی تیغ جفا ایسی اک لگا
قصہ تمام عمر کا اے پر جفا چکے

باز آیا دیکھنے سے نہ آتش جنون کو دل
سو بار آبلے سے آنکھیں دکھا سے چلے

جست نہیں ہی تیرے شہیدونکو غسل کی
قاتل وہ تیرے ہاتھ سے خون میں نہا کے چلے

کیا مجھسے قیمت دل و جان پوچھتا ہے تو
دونوں ہیں اک نگاہ پہ ابرو دلربا سے چلے

غزل ۴۵۳ — ذوق

تھکا برو آج خوب چلو میکدے کو ذوق
چھوڑو کہیں وظیفہ بہت بڑبڑا سکے چلے

ابر تر آنسو بہانا کوئی ہم سے سیکھ جائے
برق مضطر تلملانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

تیر و پیکاں جتنے تھے دل میں رہے ہنس نکال
اپنے ہاتھوں گھر لٹانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

دیکھ کر قاتل کو پھر لائے خراش دل میں خون
سچ تو یوں ہے مسکرانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

خط میں لکھوا کر انہیں بھیجا تو مطلع درد کا
درد دل اپنا جتانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

تیغ تو اوچھی پڑی تھی گر پڑے ہم آپ سے
دل کو قاتل سے بڑھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

سب کیا قربان وہ بولے مرا سر کاٹ کر
جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

یوں ملی ابرو یہاں گردن پہ پھیری ہنس کے تیغ
بات کا ایسا بھی پانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

سنتے آواز اسکی از خود رفتہ ہو جاتے ہیں ہم
پیشوا لینے کو جانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

ہمنے پہلے ہی کہا تھا تو کریگا ہمکو قتل
تیوروں کا تاڑ جانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

جو سکھایا اپنی قسمت نے وگرنہ اوسکو غیر
کیا سکھائیگا سکھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

غزل ۴۵۴ — ذوق

کیا ہوا اے ذوق ہیں جو مردمک ہم روسیاہ
لیکن آنکھوں میں سمانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

چنٹی ہوئے افشاں جو ای مہ جبین ہے
ستاروں میں کیا کیا چاند جبیں ہے

نہ پوچھو کہ دل شاد ہے یا حزین ہے
نہیں ہے یہ معلوم ہے یا نہیں ہے

نہ چھوڑیگی جیتا مجھے چشم قاتل	یقین ہے یقین بلکہ عین الیقین ہے
کیے ضبط اشک آہ پہونچی فلک پر	مرا عشق کم ظرف پا النشین سے ہے
ہنسی ہے جو کچھ رنجش آمیز اونکی	تو موج تبسم بھی چین بر جبین ہے
ری پاس ہی اور ری بدگمانی	لیے پھرتی مجھکو کہیں سے کہیں ہے
پڑی کو غرتے یہ جدائی سے تیرے	کہین ہون کہین دل کہین جان کہین ہے

غزل ۵۵ م

نہ اک آہ کے زخم سو سو اوٹھا سکے
تجھے آفرین ذوق صد آفرین ہے

نسیم

دیکھی دل دیکے قدردانی	بس بندہ نواز مہربانی
ہوتی ہے باز پرس اعمال	کہنی ہے بہت بڑی کہانی
شعلے اوٹھتے ہین استخوان سے	اللہ ری سوزش نہانی
سوتا ہے گوشہ لحد مین	ہان ہان وہ رات بھی ہے آنی
آئی پیری پیام رخصت	بڑھتی جاتی ہے ناتوانی
او وعدہ خلاف سالہا سال	آنکھون نے کی ہے پاسبانی

غزل ۵۶ م

ستانہ مری نسیم کب تک
آخر آخر ہے نوجوانی

نسیم

نئے ڈھب کا کچھ جوش سودا ہوا ہے	خدا جانے کی مجھے کیا ہوا ہے
تعلق اوس آنکھون سے پیدا ہوا ہے	بہت دن لگا یہ خواب دیکھا ہوا ہے
نہ عالم مین تجھسا نہ مجھسا جہان مین	نہ ایسا ہوا ہے نہ ویسا ہوا ہے
نہ سے قیس آگے رہے نام وحشت	ابھی کل کی ہے بات پیدا ہوا ہے

پھر اوٹھتا ہے درد محبت جگر سے
وہی حال اگلا سا پیدا ہوا ہے

ذرا دم تو لینے دے اے چشم جادو
بڑی مدتون مین دل اچھا ہوا ہے

کہا مین نے تنہائی مین بات سن لو
کہا ہنسکے تمکو تو سودا ہوا ہے

حجاب نظر سے کھلے بھید دل کے
عبث ہمسے ظاہر مین پردا ہوا ہے

نہ مانین گے ہم آج تو لیچلین گے
بہت روز اقرار فردا ہوا ہے

اگر تم بھی دیکھو تو رونے لگو گے
مری جان یہ حال اپنا ہوا ہے

غزل ۴۵۷	نسیم اب کہان قدردان سخن ہین کہے شعر یہ بھی جو چرچا ہوا ہے	نسیم

اشک آنکھون مین ڈر سے لا نہ سکے
دل کی بھڑکی ہوئی بجھا نہ سکے

نہ ہلی جب زبان نزاکت سے
رہ گئے دیکھکر بلا نہ سکے

تھین جو ادمین حیا کی باتین کچھ
شکوہ میرا وہ لب پہ لا نہ سکے

کیا ہوئے تیرے حوصلے اے اشک
حرف تقدیر کو مٹا نہ سکے

تھا یہ خطرہ کہین پسند ہون نہ
گالیان بھی مجھے سنا نہ سکے

گو بہت پاس غیر تھا لیکن
آنکھ ہمسے بھی وہ چرا نہ سکے

پاؤن چوما کیے حنا کی طرح
جب کوئی اور رنگ لا نہ سکے

نہ ملی اوسنے پاؤن مین مہندی
رنگ اپنا عدو جما نہ سکے

خامشی تھی یہ شکل زخم مجھے
لب تک اپنے سوال آ نہ سکے

غزل ۴۵۸	اضطراب قضا ہوا یہ نسیم کہ گلے بھی اوسسے لگا نہ سکے	نسیم

اب آئے ہو صدا سنکر گجر کی / کہو جی شب کہان تمنے بسر کی

سحر کو دفن کرکے جائیےگا / مصیبت اور ہے اک رات بھر کی

قفس مین بند کرنا تھا جو تقدیر / ندامت کیون ہے مجھے دی بال و پر کی

گذر جائیگی جو گذرے گی ہم پر / چلو جی راہ لو تم اپنے گھر کی

خدا کیواسطے یارو سنبھالو / کہ پھر شدت ہوئی درد جگر کی

ترشح آنسوؤن کا ہو رہا ہی / گھٹا امڈی ہوئی ہی چشم تر کی

نہ ہوئین گے تمھاری خوف سے ہم / ہلائین گی مگر زنجیر در کی

نہ آنا تم اجازت مانگنے کو / نہ دکھلانا ہمین صورت سفر کی

کوئی دم کا بکھیڑا رہ گیا ہی / جگر تک برچھیان پہونچین نظر کی

حباب آسا ہی لطف زندگانی / حقیقت کچھ نہین ہوتی بشر کی

غزل ۴۵۹ — نسیم

نسیم اب دل کتان کی طرح ہی چاک / محبت مین کسی رشک قمر کی

یہ ہم ہین وہ غیر بیحیا سے / مانگین کچھ اور بھی خدا سے

اچھا اچھا عدو سے ملیے / جاؤ جاؤ اجی بلا سے

کیا حال کہین دل و جگر کا / ٹکڑے ٹکڑے ہی جا بجا سے

ٹوٹے ٹانکے تو زخم روئے / آنسو ٹپکے خراش پا سے

راحت طلبی سمجھ لے ای دل / ایسے بیدرد بیوفا سے

مطلوب وہی کہ جسکی فریاد / نکلے گا کام کیا دعا سے

ہم تک بھی کوئی شمیم گیسو / اتنا کہدیجیو صبا سے

گذری کیا جس سے جان دیدی
رو لین آؤ گلے لپٹ کر
پوچھو تو اپنے بیتلا سے
فرصت پھر ہو نہ ہو قضا سے

غزل ۴۶۰

دیکھا سبکو نسیم دیکھا
خاموش بیان مدعا سے

نسیم

آیا ہے خیال بیوفائی
کیدن جی وہی گفتگو پھر آئی

اوبت نہ سنے گا کوئی میری
کیا تیری ہی ہو گئی خدائی

رو کو رو کو زبان رو کو
دینے نہ لگو کہین دو ہائی

صحرا مین ہوئی گھر فشانی
کام آئی مری برہنہ پائی

چاہا لیکن نہ بچ سکے ہم
آخر تیغ نگاہ کھائی

توڑا کانٹون نے آبلون کو
برباد ہوئی مری کمائی

بوسہ ہم آج مانگتے ہین
کرتے ہین قسمت آزمائی

توبہ شکنی شباب مین کر
کب تک ایسی پارسائی

کاٹا دن تو تڑپ تڑپ کر
آفت کی رات سر پر آئی

غزل ۴۶۱

رخصت ہے نسیم جابجا دیکھو
پھر لو گر ہو سکے بھلائی

غالب

عشق مجھکو نہین وحشت ہی سہی
میری وحشت تری شہرت ہی سہی

قطع کیجے نہ تعلق ہم سے
کچھ نہین ہے تو عداوت ہی سہی

میرے ہونے مین ہے کیا رسوائی
اے وہ مجلس نہین خلوت ہی سہی

ہم بھی دشمن تو نہین ہین اپنے
غیر کو تجھسے محبت ہی سہی

اپنی ہستی ہی سے ہو جو کچھ ہو
آگہی گر نہین غفلت ہی سہی

عمر ہر چند کہ ہی برق خرام
دل کے خون کرنے کی فرصت ہی سہی

کچھ تو دے اے فلک ناانصاف
آہ و فریاد کی رخصت ہی سہی

ہم کوئی ترک وفا کرتے ہین
نہ سہی عشق مصیبت ہی سہی

ہم بھی تسلیم کی خو ڈالین گے
بے نیازی تری عادت ہی سہی

غزل ۶۲۲　　غالب

یار سے چھیڑ چلی جائے اسد
گر نہین وصل تو حسرت ہی سہی

اوس بزم مین مجھے نہین بنتی حیا کیے
بیٹھا رہا اگرچہ اشارے ہوا کیے

دل ہی تو ہی سیاست درباں سی ڈر گیا
مین اور جاؤن در سے ترے بن صدا کیے

بے صرفہ ہی گذرتی ہے ہو گرچہ عمر خضر
حضرت بھی کل کہین گے کہ ہم کیا کیا کیے

مقدور ہو تو خاک سے پوچھون کہ اے لئیم
تو نے وہ گنجہائے گرانمایہ کیا کیے

کس روز تہمتین نہ تراشا کیے عدو
کس دن ہمارے سر پہ نہ آرے چلا کیے

ضد کی ہی اور بات مگر خو بری نہین
بھولے سے اوسنے سیکڑون وعدے وفا کیے

صحبت مین غیر کے نہ پڑی ہو کہین یہ خو
دینے لگا ہے بوسہ بغیر التجا کیے

غزل ۶۲۳　　غالب

غالب تمہین کہو کہ ملیگا جواب کیا
مانا کہ تم کہا کیے اور وہ سنا کیے

دل ناداں تجھے ہوا کیا ہی
آخر اس درد کی دوا کیا ہی

ہم ہین مشتاق اور وہ بیزار
یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہی

مین بھی آخر زبان رکھتا ہون
کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہی

جبکہ تم بن نہیں کوئی موجود	پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے
ہمکو ان سے وفا کی ہے امید	جو نہیں جانتے وفا کیا ہے
ہاں بھلا کر ترا بھلا ہوگا	اور درویش کی صدا کیا ہے

غزل ۳۶۴ — غالب

میں نے مانا کہ کچھ نہیں غالب
مفت ہاتھ آئے تو برا کیا ہے

کوئی امید بر نہیں آتی	کوئی صورت نظر نہیں آتی
موت کا ایک دن معین ہے	نیند کیوں رات بھر نہیں آتی
آگے آتی تھی حال دل پہ ہنسی	اب کسی بات پر نہیں آتی
جانتا ہوں ثواب طاعت و زہد	پر طبیعت ادھر نہیں آتی
ہے کچھ ایسی ہی بات جو چپ ہوں	ورنہ کیا بات کر نہیں آتی
کیوں نہ چیخوں کہ یاد کرتے ہیں	میری آواز گر نہیں آتی
داغ دل گر نظر نہیں آتا	بو بھی اے چارہ گر نہیں آتی
ہم وہاں ہیں جہاں سے ہمکو بھی	کچھ ہماری خبر نہیں آتی

غزل ۳۶۵ — ناسخ

کعبے کس منہ سے جاؤگے غالب
شرم تمکو مگر نہیں آتی

ابھی ہر چند مدت نوجواں ہے	سفیدہ دسکا مگر موے میاں ہے
خیال یار میں دل شاد ماں ہے	نہیں یہ غم جو نظر دلسے نہاں ہے
ہمارا سر نفس اک بادباں ہے	روانہ کشتی عمر رواں ہے
معطر آتش گل کا دھواں ہے	کہ منہ پر گیسوئے عنبر فشاں ہے

قیامت کا تو وعدہ اور سپر انکار / کلیجہ پک گیا تیری نہین سے

عدو کی بات آیت جانتے ہین / خدا محفوظ رکھے اس یقین سے

مری بربادیون کی مشورت کو / فلک چھپ چھپ کے آتا ہے زمین سے

ہوے افسانۂ غم ڈر رہے تھے / سنایا کچھ کہین سے کچھ کہین سے

ڈھلا سا ان بن سانچے مین گویا / ذرا اترا نہین ظالم کہین سے

اثر تک دسترس کیونکر ہو یارب / دعا نے ہاتھ باندھے ہین یمین سے

یہ جان ناتوان لیجے وہ دیجے / بدلتے ہین نگاہ شرمگین سے

ٹپکتا ہے عرق بن بن کے آنسو / عیان ہے گریۂ قسمت جبین سے

نہین آتا تجھے گر اے تمنا / نکلنا سیکھ لے جان حزین سے

مرے لاشے پہ اوسنے مسکرا کر / ملین آنکھین عدو کی آستین سے

بتاؤن نام اسے دربان تجھے کیا / یہ کہدے کوئی آیا ہے کہین سے

ہمارے سامنے شکوہ عدو کا / ہماری گھات اسے ظالم کہین سے

ناسخ	کبھی دیکھا ہے اتنا داغ کو خوش چلے آتے ہین یہ حضرت وہین سے	غزل سوم

اہل فنا کے ساتھ جو ہی سرفراز ہے / مردون پہ سب سجود ہمیشہ نماز ہے

کوتاہی سر کے بعد وہی جو سرفراز ہے / واللہ گواہ دعوی صادق نماز ہے

زندان خیال یار مین عشرت سرا ہوا / نالہ مرا غنا ہے تو زنجیر ساز ہے

مجھ ناتوان سے گیسوے جانان کو ہے گریز / وہ مور ہون کہ مار کو بھی احتراز ہے

لائے کو ربط داغ سے ہے گل کو خار سے / دنیا مین جو حسین ہے بے امتیاز ہے

تارِ نفس ہی پاؤن مین ڈورا بندھا ہوا	صعوہ ہی مرغِ روح اجل شاہباز ہے
حیرت سی ہی تبسم جہان دیکھکر مجھے	شیشے پہ جسکے ہین وہ کہان شیشہ باز ہے
جبتک طلوع مشرقِ غم سے ہوا آفتاب	ای میکشو یقین ہی درِ توبہ باز ہے
ہین داغ نانِ گرم تو آنسو ہین آبِ سرد	آسودۂ معاش دلِ عشق باز ہے
آتا ہی رحم کافر و مومن کے حال پر	بت محوِ ناز ہی تو خدا بے نیاز ہے
روشن ہوا یہ محفلِ عالم مین شمع سے	پروانے سر نہین جسے وہ سرفراز ہے
ممکن نہین ہی بے می و معشوق زندگی	واعظ [illegible] مین سب کچھ جواز ہے
نامہ [illegible] سے کے حضور	مر کر بھی اے صنم مجھے اخفائے راز ہے

غزل ۵۹۶	دعوے کے ساتھ شرب و [illegible] ہین بادہ نوش ناسخ ازل سے بندۂ شاہِ حجاز ہے	آتش

یہ کس رشکِ مسیحا کا مکان ہی	زمین جسکی چہارم آسمان ہے
دلِ روشن ہی روشن گر کی منزل	یہ آئینہ سکندر کا مکان ہے
تکلف سے بری ہی حسن ذاتی	قبائے گل مین گل بوٹا کہان ہے
پسیجے گا کبھی تو دل کسیکا	ہمیشہ اپنی آہون کا دھوان ہے
برنگِ بو ہون اس گلشن مین بلبل	بغل غنچہ کی میرا آشیان ہے
شگفتہ رہتی ہی خاطر ہمیشہ	قناعت کھی بہار ای خزان ہے
چمن کی سیر پر ہوتا ہی جھگڑا	کمر میری ہی دستِ باغبان ہے
بہت آتا ہی یاد ای صبر مسکین	خدا خوش رکھے تجھکو تو جہان ہے
الٰہی ایک دل کس کو دو دون	ہزارون بت ہین یان ہندوستان ہے

غزل ۴۰۷ تسلیم

کچھ تو ہو تسکین دل سرو و سمن کے سامنے
دفن کر دینا و بلبل کو چمن کے سامنے

اپنے مرنے کی ہین صدقے وہ بھی کچھ بچھتا کے آج
منہ چھپائے بیٹھے ہین گور و کفن کے سامنے

واہ کیا شوق شہادت ہی کہ پہلے سب سے ہم
سر جھکائے بیٹھے ہین شمشیر زن کے سامنے

وصل کی مانگی دعا آئی اجل ہم مر گئے
ہاتھ پھیلا رہ گیا چرخ کہن کے سامنے

آرزو کیا اتنی داغ نامرادی بھی نہین
جل گیا جو کچھ پڑا دل کی جلن کے سامنے

وای بیدردی نپوچھا ایک نے بھی سوز دل
شمع کیا کیا روئی اہل انجمن کے سامنے

سخت بیتاب ان ہین نہین ای شیخ لیکن کیا کرون
کچھ نہین چلتی بت توبہ شکن کے سامنے

خاک جی بیٹھے تہ خاک لحد اچھی ہوئی
ایک صورت بھی نہین مجھ خستہ تن کے سامنے

بات کر سکتے نہین ہم شعر کہنا تو کہان
کھولین منہ تسلیم کیا اہل سخن کے سامنے

غزل ۴۰۸ وزیر

کون جیتا ہی ایسے ہم مر کے
آؤ لو دیکھ لین نظر بھر کے

شکر ہی ان بتون کے کوچے مین
پہونچے ہین ہم خدا خدا کر کے

سر کو ٹکراتے ہین لحد مین ہم
لطف بھولے نہین ہین ٹھوکر کے

ساقیا چشم یار یاد آتے
دے مجھے ساغر اجل بھر کے

منہ دکھانے کا کسنے وعدہ کیا
منتظر ہین جو روز محشر کے

کیا بجھائی ہماری دل کی لگی
صدقے اوس آبدار خنجر کے

الجھون آپ کاٹ ڈالون سر
کہین گردن سے بوجھ تو سر کے

کس خرابی سے کاٹی ہی شب ہجر
اب تلک ہم جیے ہین مر مر کے

یاد آیا چمن مین جب قد یار — صدقے ہونے لگے صنوبر کے
خاکساری مین نقش پا کی طرح — رہنما ہین ہر ایک رہبر کے
نامہ اوس طفل کو مگر پہنچا — کہ کبوتر وہان اوڑے پر کے
ہین جو ابروے یار پیوستہ — خوب مصرع ہین دو برابر کے

غزل ۴۷۴ — کرے طوفان بپا وزیر بہ تحریر / لکھون مضمون جو دیدۂ تر کے — صبا

جور بتان مین شکر خدا ہو تو جانیے — وقت قضا نماز ادا ہو تو جانیے
چھوٹے کسی طرح قفس تن سے مرغ روح — یہ بلبل اسیر رہا ہو تو جانیے
آگاہ میری حالت دل سے نہین ہین آپ — کچھ رنج دشمنون کو ہوا ہو تو جانیے
سنتے ہین مدتون سے مسیح زمان تمھین — کچھ اپنے درد دل کی دوا ہو تو جانیے
بیمار خال یار کو صحت نصیب ہو — یہ بس کی گانٹھ حب شفا ہو تو جانیے
لپٹے وہ بت خود آکے مرے جسم زار سے — تنکے مین جذب کاہ ربا ہو تو جانیے
اوس بت کا کوچہ کعبہ ہو یا سومنات ہو — حب ہی مستجاب دعا ہو تو جانیے
کچھ ہم سے دم زدن نہین اسرار عشق مین — یہ ماجرا کسی سے سنا ہو تو جانیے
یارب برا ہو دشمن تزئین حسن کا — رسوائے خلق دزد حنا ہو تو جانیے
کیونکر کھلے حقیقت آغاز خط یار — مقسوم کا لکھا جو پڑھا ہو تو جانیے
اونکی نظر پڑی مری اشکون کے تار پر — مرغ نگاہ رشتہ بپا ہو تو جانیے
وہ خوبرو کہین مرے کہنے کو مان لے — مقبول شاہ حسن گدا ہو تو جانیے
بیجا ہی ناز دولت حسن شباب پر — صاحب اگر کسیکا بھلا ہو تو جانیے

یقین امید جو اوس بیوفا کے آنے کی
ہین راہ دیکھ رہا ہون قضا کے آنے کی

ستم سے تنگ ہون احسان مجھ پہ کر واعظ
خبر سنا او سے ورنہ جزا کے آنے کی

عدم مین یاد کرونگا کسی مسیحا کو
نکال لونگا کوئی راہ جا کے آنے کی

چڑھا و پھول جو میری لحد پہ آتے ہو
یہ کون چال ہے تیوری چڑھا کے آنے کی

شفقت ہے نزع مین کہتے ہین سب پڑھو کلمہ
لگی ہے رٹ مجھے اوس بیوفا کے آنے کی

نقاب ڈال کے آتے کہو خدا کیلیے
یہ کون شکل ہے صورت چھپا کے آنے کی

یقین ہوا جو گرا دانت کوئی پیری مین
کہ آج کھل گئی کھٹر کی قضا کے آنے کی

جو تن پہ زخم لگا اور جان تازہ ہوئی
کشادہ ہو گئین راہین ہوا کے آنے کی

نکال ڈال قفس پر ابھی نہ اے صیاد
کہ ہے چمن سے توقع صبا کے آنے کی

امیر جائینگے ہم بے نظیر آج ضرور
خبر ہے میلے مین اوس مہ لقا کے آنے کی

یوسف

غزل ایضاً

قتل کرتے ہین تجھے آپ یہ نادانی ہے
دیکھیے ہم کہتے ہیں آخر کو پشیمانی ہے

تیری ہستی سبب رنج و پریشانی ہے
روح قالب مین نہین یوسف زندانی ہے

اپنے محبوب کا دیتا ہون پتا اے قاصد
قد چھریرا سا ہے ہستی ہوئی پیشانی ہے

بت پندار کو اک روز نہ توڑا تمنے
زاہد وا سپہ یہ دعوائے مسلمانی ہے

ذبح کے وقت گلے مین نہ پڑین کیون پھندے
ہائے قاتل کی چھری مین بھی نہین پانی ہے

غافلون بیٹھو سے بیٹھے ہوا تنا کسیر
حشر کے روز گناہون کی سزا پانی ہے

خوب گلچین اوڑائینگے بہار گل مین
لاکھ مفلس ہین مگر اونکی بہی ٹھانی ہے

میرے مرنے سے فقط یار ہی شرمندہ نہین
ملک الموت کو بھی سخت پشیمانی ہے

کیا کہے کوئی دورنگی کا جہان کے نقشہ | کہین باتم ہے کہین چہ غزل خوانی ہے
تم اگر حسن مین یکتا ہو تو ہم عشق مین فرد | تم کبھی بے مثل ہوا اپنا بھی نہین ثانی ہے

تمت
ہمنے ستعلہ کو نہ دیکھا کبھی یوسف خس پوش
کسقدر ٹھیک اسے جامۂ عریانی ہے
تمت

خاتمۃ الطبع

بعد حمد و نعت کے خستہ دلون کو نوید تازہ اور نفتہ جگرون کو شنیدنی اندازہ کہ اس زمانہ بہار آمود ابہا مین کتاب سراپا انتخاب دفتر عاشقی بیاض معشوقی یعنی گلدستۂ یوسفی مرتبہ عزیز بیمثیر و حامت ملک ملک بلاغت شاعر نازک خیال سرآمد ناظمان ہر ہمہ یقیناً سخن سنج سخن دان منشی خواجہ محمد یوسف صاحب یوسف سلمہ اللہ المنان باہتمام ابوالحسنات قطب الدین احمد غفرلہ اللہ الصمد باراول ماہ جمادی الثانی ۱۳۱۱ھ مطابق دسمبر ۱۸۹۳ء مطبع نامی گل زمین لکھنؤ مین حلۂ طبع سے آراستہ ہوکے منصۂ ظہور پر جلوہ فرما ہوئی

قطعہ تاریخ طبع مصنفہ تاج بہادر متخلص بہ تاج کاتب کتاب ہذا

جو قطب الدین صاحب ہین عالی ہمم | نظیر انکا ہرگز نہین واقعی
خدا کے کرم سے ہین عالم مین وہ | شریف و نجیب و غنی و سخی
ہے نامی پریس اونکے مطبع کا نام | خفی نور ہوتا ہے جس سے جلی
اوسی مطبع مین اندنون حسن سے | ہوا طبع گلدستۂ یوسفی
چھپا ہے صفائی سے کیا خوب وہ | کہ دیکھے سے جسکے ہو عالم خوشی

لکھا سال ہجری کا یہ تاج نے
ہے اب خوب گلدستۂ یوسفی
۱۳۱۱ھ

تم